سلسلہ 6

اِصلاحِ عقائد

الله

وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (البقرة ۱۰۲)

انسان اور جادُو، جِنّات

جادُو جِنّات کا توڑ اور رُوحانی عِلاج معالجہ

تالیف

حافظ مُبشّر حسین حفظہ اللہ



قرآن حدیث اور فکرِ سلف کی ترجمان

مُبشّر اکیڈمی

لاہور پاکستان

ڈسٹری بیوٹر

نُعمانی کُتب خانہ

لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (البقرة)

سلسلہ 6
اصلاح عقائد

انسان اور جادو، جنات

جادو جنات کا توڑ اور روحانی علاج معالجہ



تالیف

حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ



قرآن حدیث اور فکر سلف کی ترجمان
مبشر اکیڈمی لاہور پاکستان

وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (البقرة ١٠٢)

سلسلہ 6
اصلاح عقائد

انسان اور جادو، جنات

جادو، جنات کا توڑ اور روحانی علاج معالجہ



تالیف

حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ



قرآن، حدیث اور فکر سلف کی ترجمان
مبشر اکیڈمی لاہور پاکستان

نام کتاب .... انسان اور جادو، جنات

مؤلف .... حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ

اشاعت ....

قیمت .... روپے

ہمارے ڈسٹری بیوٹرز:

☆......مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، برائے رابطہ: 042-7351124

☆...... کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور: 042-7320318

☆......فضلی بک سپر مارکیٹ، اردو بازار، کراچی۔ برائے رابطہ: 021-2212318

☆ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ برائے رابطہ: 042-7321865

ناشر:

مبشر اکیڈمی لاہور پاکستان

0300-4602878

فہرست مضامین

حرفِ آغاز

جادو، جنات کا موضوع سرزمین پاک و ہند میں ہمیشہ سے عوام وخواص کی دلچسپی اور توجہ کا موضوع رہا ہے۔ اس خطے میں لوگوں کی کم علمی، ضعیف الاعتقادی اور عاملوں اور پیروں فقیروں پر اندھا اعتماد کر لینے کی روایت نے اسے کافی ہوا دی ہے اور اس میں کئی پہلوؤں سے افراط وتفریط کی راہ ہموار کر دی ہے۔ ایک طرف ایسے لوگ بھی ہیں جو اس سلسلہ میں کسی بھی بات پر یقین کرنے یا دوسرے لفظوں میں جادو جنات کو تسلیم کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں اور دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جو ہر کام میں جادوگروں اور عاملوں کے گرد چکر لگاتے اور ان سے رہنمائی لیتے اور ان کے بتائے ہوئے ہر نسخے پر عمل درآمد کرتے ہیں، خواہ اس کے لیے انہیں دین کے ساتھ کتنا ہی سنگین مذاق ہی کیوں نہ کرنا پڑ جائے، وہ اس سے بھی گریز نہیں کرتے۔

زیر نظر کتاب میں ہم نے قرآن وسنت اور واقعاتی تجربات کی روشنی میں اس موضوع کا جائزہ لیا ہے اور درج ذیل اہم نکات کو مدنظر رکھتے ہوئے کتاب کو مرتب کیا ہے:

۱۔ ان مباحث پر خاص طور پر توجہ دی ہے جو ایک مسلمان کے عقائد سے تعلق رکھتے ہیں، اور جہاں جہاں یہ محسوس ہوا کہ فلاں چیز خرابیِ عقائد کا ذریعہ بن سکتی ہے، اس سے متنبہ کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔

۲۔ پاک و ہند میں جادو کے حوالے سے جو اعتراضات کیے جاتے ہیں، زیر نظر کتاب میں ان کے تشفی بخش جواب دیے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں جادو، جنات کو توہم وجہالت سے تعبیر کرنے والے بعض لوگوں سے براہِ راست مباحثے بھی ہوئے، جس سے ہمیں ان کا موقف سمجھنے اور اس موقف کی کمزوری واضح کرنے میں آسانی ہوئی۔

۳۔ اس کتاب میں بنیادی طور پر یہ انداز اختیار کیا گیا ہے کہ اسے پڑھ کر جادو، جنات سے متاثر شخص بذات خود اپنا، یا اپنے عزیزوں کا علاج کر سکے۔ اس لحاظ سے ہماری یہ کوشش الحمدللہ بہت حد تک کامیاب رہی ہے۔ اس کا اندازہ ہمیں ان خطوط سے ہوا جو ہماری سابقہ کتاب: ''عاملوں، کاہنوں، جادوگروں اور جنات کا پوسٹمارٹم'' سے استفادہ کرنے والوں نے وقتاً فوقتاً ہمیں لکھے ہیں۔ اس کتاب کے جادو، جنات

سے متعلقہ مباحث کو ہم نے دوبارہ سے زیر نظر کتاب میں زیادہ اچھے اسلوب میں پیش کر دیا ہے۔

۴۔ زیر نظر کتاب کی تیاری میں بڑے بڑے عاملوں کے تجربات بھی ہمارے سامنے رہے ہیں، نیز اس کتاب کا مصنف چونکہ خود بھی روحانی عملیات سے مشاہداتی و تجرباتی طور پر آگاہ ہے، اس لیے اس موضوع سے متعلقہ بہت سی اہم باتیں اس کتاب میں آپ کو پڑھنے کے لیے ملیں گی۔

۵۔ اس میں موضوع سے متعلقہ صرف ضروری تفصیلات دی گئی ہیں، غیر ضروری مباحث شامل نہیں کیے گئے۔

۶۔ جادو، جنات کے توڑ کے علاوہ روحانی علاج معالجہ کے حوالے سے بھی قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیلات دی گئی ہیں اور بہت سی جسمانی بیماریوں کے روحانی علاج پیش کیے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں احادیث سے ثابت شدہ وظائف ہی کو بیان کیا گیا ہے۔

۷۔ جن احادیث کو کتاب ہذا میں استدلال کے لیے پیش کیا گیا ہے، ان کی صحت کا خاص اہتمام رکھا گیا ہے۔

ہم اللہ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ اس کتاب کو لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، آمین!

حافظ مبشر حسین
بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی
اسلام آباد-03004602878



باب ۱

جادو کا بیان

۱۔ جادو کی حقیقت

۲۔ جادو اور قرآن مجید

۳۔ جادو اور احادیث صحیحہ

۴۔ جادو کیسے کیا جاتا ہے؟

۵۔ جادو کرنا کروانا اور سیکھنا سکھانا؟

۶۔ جادو کا علاج جادو کے ذریعے

۷۔ جادوگر کی سزا، اور توبہ



[1].....جادو کی حقیقت

جادو کیا ہے؟

جادو.....اردو زبان کا معروف لفظ ہے، عربی میں اس کے لئے سِحْرٌ کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا لغوی معنی ہے: دھوکا دینا، حیلہ کرنا، فریفتہ کرنا، حقیقت سے پھیرنا، باطل کو حق کی صورت میں ظاہر کرنا، کسی چیز کو ایسا ملمع ساز کر کے پیش کرنا کہ دیکھنے والے حیران و ششدر رہ جائیں۔ (۱)

اصطلاحی طور پر جادو (یعنی سحر) کی تعریف اہل علم نے مختلف انداز میں کی ہے، لیکن سب میں قدر مشترک اس کے اسباب کا مخفی ہونا ہے، ذیل میں چند اہم تعریفیں ملاحظہ فرمائیں:

۱).....حافظ ابن قیمؒ کے نزدیک جادو (سحر) کی تعریف یہ ہے:

((اَلسِّحْرُ هُوَ مُرَكَّبٌ مِّنْ تَأْثِيْرَاتِ الْاَرْوَاحِ الْخَبِيْثَةِ وَانْفِعَالِ الْقُوٰى الطَّبِيْعِيَّةِ عَنْهَا))

''جادو مختلف خبیث روحوں اور ان کے قوائے طبعی سے ترکیب پانے والی چیز ہے (جس سے انسانی طبیعت متاثر ہو جاتی ہے)''۔ (۲)

۲).....یہی بات امام ازہریؒ نے اس طرح بیان کی ہے:

''جادو ایک ایسا عمل ہے جو شیطان (جن) کی مدد سے کیا جاتا ہے۔'' (۳)

جنات و شیاطین ایک مخفی مخلوق ہونے کی وجہ سے انسانوں سے چھپ کر رہتی ہے، اس لیے ان کے ذریعے ترکیب پانے والا عمل (یعنی جادو) بھی ایک مخفی چیز ہے اور جادوگر بھی اسے خفیہ طریقوں سے کرتا ہے۔ اور اس عمل کی وجہ سے جس شخص کی طبیعت، مزاج، عقل و تخیل وغیرہ متاثر ہو جائے، اس کے بارے میں سائنٹفک طور پر یہ تشخیص ہی نہیں کی جاسکتی کہ اسے کیا بیماری لاحق ہے اور اس کا سبب کیا ہے۔ بیماری اور اس کے اسباب کے مخفی ہونے کی وجہ سے بھی اسے سِحْر کہا جاتا ہے۔

---

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: لسان العرب، النہایة، القاموس المحیط، المعجم الوسیط، معجم مقاییس اللغة، تہذیب اللغة، محیط المحیط، بذیل مادہ: سحر۔

(۲) زاد المعاد، از حافظ ابن القیم، ج ٤ ص ١١٥۔

(۳) لسان العرب، ج [illegible] ص ٣٤٨۔

۳)..... علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ جادو (سِحر) کی تعریف میں رقم طراز ہیں کہ

((وَهُوَ عَقْدٌ وَ رُقًى وَ كَلَامٌ يَتَكَلَّمُ بِهِ أَوْ يَكْتُبُهُ أَوْ يَعْمَلُ شَيْئًا يُؤَثِّرُ فِي بَدَنِ الْمَسْحُورِ أَوْ قَلْبِهِ أَوْ عَقْلِهِ مِنْ غَيْرِ مُبَاشَرَةٍ لَهُ وَلَهُ حَقِيقَةٌ فَمِنْهُ مَا يَقْتُلُ وَمَا يُمْرِضُ وَيَأْخُذُ الرَّجُلَ عَنِ امْرَأَتِهِ فَيَمْنَعُهُ وَطْأَهَا وَمِنْهُ مَا يُفَرِّقُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهِ وَمَا يُبْغِضُ إِحْدٰهُمَا إِلَى الْآخَرِ أَوْ يُحَبِّبُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، وَهٰذَا قَوْلُ الشَّافِعِيِّ......))

"جادو اُن تعویذ گنڈوں اور دم منتر والے کلمات کا نام ہے جنہیں پڑھا، یا لکھا جاتا ہے یا جادوگر اس کے ذریعے جادوئی عمل کرتا ہے جس کی وجہ سے کسی شخص کا جسم یا دل ودماغ چھوئے بغیر متاثر ہو جاتا ہے اور جادو ایک حقیقت ہے، بعض جادو اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان سے کسی شخص کو قتل یا بیمار بھی کیا جا سکتا ہے، نامرد بھی کیا جا سکتا ہے اور میاں بیوی کے درمیان جدائی بھی ڈالی جا سکتی ہے اور مرد وزن کے درمیان محبت یا نفرت بھی جادو کے زور سے ڈالی جا سکتی ہے۔ یہ امام شافعیؒ کا قول ہے۔ جب کہ ان کے بعض اصحاب کا قول ہے کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں یہ محض تخیل ہی ہوتا ہے......۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب کا کہنا ہے کہ اگر جادو میں انسان تک کوئی چیز مثلاً دھواں وغیرہ پہنچے تو پھر اس سے مذکورہ بالا احوال پیش آ سکتے ہیں۔ لیکن اگر انسان تک کوئی (جادوئی) چیز بھی نہ پہنچے اور وہ بیمار ہو جائے یا مر جائے تو یہ بات درست نہیں، اس لیے کہ اس طرح (یعنی بغیر ظاہری اسباب کے) یہ خرق عادت معاملہ ثابت ہوگا جس سے انبیاء کے معجزات کی حیثیت متاثر ہوگی کیونکہ معجزات خرق عادت امور میں سے ہوتے ہیں اور اگر خرق عادت امور کا اظہار انبیاء کے علاوہ کوئی اور بھی کر دکھائے تو پھر انبیاء کے معجزات اور ان کی نبوت کی نشانیاں معرض خطر میں جا پڑیں گی۔"[1]

۴)......امام رازیؒ جادو (سِحر) کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"جادو کا تعلق ہر اس کام کے ساتھ ہوتا ہے جس کا سبب مخفی ہو اور اسے اس کی حقیقت سے ہٹا کر پیش کیا جائے اور دھوکا دہی وغیرہ کا عنصر اس میں نمایاں ہو۔"[2]

۵)...... جادو (سِحر) کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے:

(۱) المغني، از ابن قدامه حنبلي، جلد ۱۲، ص ۲۹۹۔

(۲) تفسیر رازی (مفاتیح الغیب)، بذیل سورۃ البقرۃ، آیت ۱۰۲۔

''ہر وہ چیز جس کا ماخذ اور بنیاد انتہائی لطیف اور دقیق ہو، جادو کہلاتی ہے۔''[1]

٦)......اس کے علاوہ ایک تعریف یہ بھی کی جاتی ہے:

''مختلف الفاظ کا ایسا مجموعہ جس کے ذریعے غیر اللہ کی تعظیم کی جائے اور کائنات کی تقدیر غیر اللہ کی طرف منسوب کی جائے، جادو کہلاتا ہے''۔[2]

٧)...... امام راغب اصفہانیؒ کے نزدیک لفظ سِحر (جادو) کا اطلاق درج ذیل معانی پر ہوتا ہے:

١)......ایک تو اس کا اطلاق دھوکا دہی اور بے حقیقت تخیلات و توہمات پر ہوتا ہے جیسا کہ شعبدہ باز ہاتھ کی صفائی سے حقیقت کو نظروں سے پھیر دیتا ہے یا چغل خور ملمع سازی کر کے کانوں کو صحیح بات سننے سے روک دیتا ہے۔

٢) شیطانوں کا کسی بھی طرح تقرب حاصل کر کے اور ان سے مدد لے کر کیا جانے والا عمل بھی سِحر (جادو) کہلاتا ہے۔

٣)......سحر (جادو) کا تیسرا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جو عوام کے ہاں معروف ہے یعنی ایک ایسا علم جس کے ذریعے صورتوں اور طبیعتوں کو بدلا جا سکتا ہے مثلاً انسان کو گدھا بنا کر دکھایا جاتا ہے۔[ساتھ ہی موصوف فرماتے ہیں:] لیکن حقیقت شناس علماء کے نزدیک اس قسم کی کوئی حقیقت نہیں[3]۔

گزشتہ تعریفات سے معلوم ہوا کہ اہلِ عرب کے ہاں 'جادو' (یعنی لفظ سِحر) ایک وسیع مفہوم کے لئے استعمال ہوتا تھا جس میں ہر وہ چیز شامل تھی جس کے ذریعے دیکھنے والوں کو مسحور یا حیران یا دھوکے میں مبتلا کرنا ممکن ہوتا، حتی کہ شیطانوں (جنوں) اور جادوگروں کے ذریعے کسی کو متاثر کرنا بھی سِحر ہی میں شمار ہوتا تھا۔ آنحضرتؐ کا درج ذیل ارشاد بھی اسی وسیع مفہوم کی نمائندگی کرتا ہے:

((إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا))[4]

''بعض اسالیبِ کلام (گفتگو) بھی جادوئی اثر رکھتے ہیں۔''

---

(١) ایضاً، نیز دیکھیے: لسان العرب، المعجم الوسیط، المنجد، بذیل مادہ: سحر۔

(٢) احکام القرآن، از: قاضی ابن العربی المالکی، ج١ ص ٣١۔

(٣) تفصیل کے ملاحظہ ہو، مفردات القرآن، از: علامہ راغب اصفہانی، بذیل مادہ: سحر۔

(٤) صحیح البخاری، ج٦ : ١ج۔ سنن ابی داؤد، ج٧ ٠ ٠ ٥۔ جامع الترمذی، ج ٢٠٢٨۔ احمد، ج٢ ص ١٦۔

یعنی بعض لوگوں کو گفتگو کا ایسا فن حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ سامع کو حیران کن حد تک متاثر کر دیتے ہیں، اگر کسی اچھے مقصد کے لئے ایسا زورِ بیان یا احسن انداز اختیار کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر برے مقصد کے لیے ایسا کیا جائے تو پھر یہ قابل مذمت ہے۔

جادو (سحر) کی مذکورہ بالا تعریفات کے پیش نظر عرف عام میں اس کا جو مفہوم مراد لیا جاتا ہے، ''شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا'' میں اسے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

''جادو کے متعلق یہ بات سمجھنی چاہیے کہ اس میں دوسرے شخص پر اثر ڈالنے کے لیے شیاطین یا اَرواح خبیثہ یا ستاروں کی مدد مانگی جاتی ہے..... جادو دراصل ایک نفسیاتی اثر ہے جو نفس سے گزر کر جسم کو بھی اسی طرح متاثر کرسکتا ہے جس طرح جسمانی اَثرات جسم سے گزر کر نفس کو متاثر کرتے ہیں مثلاً خوف ایک نفسیاتی چیز ہے مگر اس کا اثر جسم پر یہ ہوتا ہے کہ رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور بدن میں کپکپاہٹ سی ہوجاتی ہے۔ دراصل جادو سے حقیقت تبدیل نہیں ہوتی مگر انسان کا نفس اور اس کے حواس اس سے متاثر ہوکر یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ حقیقت تبدیل ہوگئی ہے۔''(۱)

جادو کی اَقسام

عربی زبان میں لفظِ **سِحر** کے وسیع تر مفہوم کے پیش نظر بعض اہل علم نے جادو کی بہت سی اَقسام ذکر کی ہیں مثلاً امام رازیؒ نے جادو کی تقریباً آٹھ مختلف قسمیں بیان کی ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ انہیں بالترتیب ذکر کرنے کے بعد ان پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''امام رازیؒ نے ان میں بعض ایسی قسمیں داخل کردی ہیں جن کا دار و مدار محض باریک بینی پر ہے۔ (عرف عام میں انہیں جادو قرار نہیں دیا جاسکتا) کیونکہ سحر یعنی جادو لغوی طور پر ہر اس چیز کو شامل ہے جو نہایت لطیف اور مخفی سبب والی ہو''۔(۲) [جبکہ عرف عام میں ہر لطیف اور مخفی سبب والی چیز کو جادو نہیں کہا جاتا]

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بنیادی طور پر جادو کی دو ہی قسمیں ہیں، باقی سب اس کے ضمن میں خود بخود آجاتی ہیں اور وہ دو قسمیں یہ ہیں: (۱) حقیقی جادو اور (۲) مجازی جادو۔

(۱) شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا، مرتب: سید قاسم محمود، ص ۸۸۵۔

(۲) دیکھیے: تفسیر ابن کثیر، ج ۱ ص ۲۱۷ تا ۲۲۰۔

حقیقی جادو سے مراد جادو کی وہ قسم ہے جس کے ذریعے فی الواقع کسی انسان کو جسمانی طور پر تکلیف پہنچائی جاسکتی ہے حتی کہ اس جادو کے ذریعے متاثر شخص مریض بھی ہوسکتا ہے، مر بھی سکتا ہے، اسے خوفزدہ اور غمزدہ بھی کیا جاسکتا ہے، میاں بیوی میں محبت یا نفرت بھی پیدا کی جاسکتی ہے۔ رشتہ دار، اعزاء و اقرباء میں ناچاقی اور اختلاف بھی پیدا کیا جاسکتا ہے لیکن یہ سب اللہ تعالیٰ کے اذن و ارادے کے تابع ہوتا ہے کیونکہ دیگر اَسباب کی طرح جادو بھی ایک سبب ہے اور کوئی سبب بذاتِ خود مؤثر نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ مسبب الاسباب کے حکم کا پابند ہوتا ہے۔

مجازی جادو سے مراد جادو کی وہ قسمیں ہیں جن میں حقیقی طور پر کسی چیز کو متاثر نہیں کیا جاتا البتہ دیکھنے والوں کو یہ دھوکا دیا جاتا ہے کہ فلاں چیز کی حقیقت بدل گئی ہے یا کسی ساکن چیز کو متحرک یا متحرک کو ساکن کرکے دکھا دیا جاتا ہے۔ نظر بندی، ہاتھ کی صفائی اور شعبدہ بازی وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں۔

شعبدہ بازی!

شعبدہ بازی سے مراد مجازی جادو کی وہ صورتیں ہیں جن میں ہاتھ کی صفائی کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے۔ یعنی اس میں کچھ ایسے کرتب اور کرشمے دکھائے جاتے ہیں جن سے دیکھنے والے دھوکا کھا جاتے ہیں حالانکہ ان شعبدوں کی تکنیکی مہارت حاصل کرکے ہر شخص اس طرح کے کرتب، کرشمے اور شعبدے دکھا سکتا ہے۔ اب تو اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی جاچکی ہیں جن میں تکنیکی فارمولوں کی بنیاد پر شعبدہ بازی کے گر سکھائے جاتے ہیں اور کوئی بھی عقلمند آدمی انہیں سیکھ کر عجیب و غریب شعبدے دکھا سکتا ہے۔ بطورِ مثال راقم ایک دلچسپ واقعہ ذکر کیے دیتا ہے:

''میرے ایک دوست بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شعبدہ باز لوگوں کا مجمع باندھے اپنے کرتب دکھا رہا تھا۔ ہم بھی وہاں سے گذرتے ہوئے ذرا رک کر اسے دیکھنے لگے۔ اسی اثنا جادوگر نے اپنا ذاتی رومال زمین پر پھیلایا اور خالی ہاتھ لہرا کر عوام کو باور کرایا کہ میرے پاس کچھ نہیں مگر میں اس رومال کو اپنے 'کالے علم' کے ذریعہ جلا کر راکھ کردوں گا۔ لہٰذا کوئی شخص اس رومال کا جائزہ یا میری تلاشی لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔ وہ یہ کہتے ہوئے دائیں بائیں ٹہلتا رہا اور منہ ہلا کر یہ ظاہر کرتا رہا جیسے وہ کوئی وظیفہ (جادو، منتر) پڑھ رہا ہے۔ اسی اثنا ہمارا ایک دوست رومال کے قریب گیا اور کچھ جائزہ لینے کے بعد واپس آ گیا۔ کافی دیر گذر گئی مگر جادوگر اپنے دعوے کے مطابق رومال کو جلا نہ سکا بلکہ اب تو جادوگر کے چہرے

سے پریشانی کے آثار دکھائی دینے لگے اور لوگ بھی اس کا مذاق اڑانے لگے کہ لگاؤ آگ......، کرو جادو......، دکھاؤ کرتب......!!

لیکن جب رومال جوں کا توں پڑا رہا تو لوگوں کا ہجوم منتشر ہو گیا اور سب اسے گالیاں بکتے اور برا بھلا کہتے چل دیئے۔ بعض لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ جھوٹا ہے، کسی کا کہنا تھا کہ ابھی اسے جادو میں مہارت نہیں، تاہم جتنے منہ اتنی باتیں، لیکن بعد میں ہمارے دوست نے یہ راز فاش کیا کہ اس نام نہاد جادوگر کے پاس ایک جلنے والا کیمیکل تھا جسے اس نے رومال پر پھینک دیا تھا مگر جونہی میں نے یہ دیکھا تو چپکے سے اسے اٹھا لیا اور اسی کے ذریعے رومال کو آگ لگنی تھی لیکن جب یہ مادہ ہی نہ رہا تو جادوگر آگ کیسے لگاتا۔''

دراصل بعض جلنے والے کیمیکل ایسے ہوتے ہیں کہ جب تک انہیں گیلی جگہ میں رکھا جائے، انہیں آگ نہیں لگتی اور جب وہ خشک ہوں یا انہیں خشک جگہ پر رکھا جائے تو ان سے خود بخود آگ پیدا ہو جاتی ہے اور جس کپڑے یا کاغذ وغیرہ پر ایسا کیمیکل رکھا ہو وہ بھی جل جاتا ہے۔ شعبدہ باز اس کیمیکل کی ہلکی سی مقدار اپنے منہ میں رکھ لیتا ہے جہاں یہ تر رہنے کی وجہ سے حرارت نہیں پکڑتا لیکن جب رومال وغیرہ پھیلا کر لوگوں کے ہجوم میں جادوگر اپنا منتر پڑھتا ہے تو پھونکیں مارتے مارتے وہ کیمیکل بھی رومال پر گرا دیتا ہے اور اگر سورج کی روشنی ہو تو پلک جھپکتے ہی رومال سے دھواں اٹھنے لگتا ہے اور پھر آگ روشن ہو جاتی ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی بڑا جادوئی عمل ہے جبکہ اس کی حقیقت محض ایک شعبہ بازی کی سی ہے جسے کوئی بھی شخص آزما سکتا ہے۔

ہپناٹزم، مسمریزم

جادو کی مجازی قسموں میں سے بعض ایسی بھی ہیں جن میں ایک جادوگر یا عامل اپنے عملیات کے ذریعے دیکھنے والوں کی آنکھیں، سننے والوں کے کان، سوچنے اور سمجھنے والوں کے دل و دماغ کو اس حد تک متاثر کر سکتا ہے کہ پھر وہ اپنے مخاطب سے جو کہے، وہ بھی وہی کہتا ہے اور اسے جو دکھائے، اسے بھی وہی نظر آتا ہے۔ اسے ہپناٹزم اور مسمریزم کہا جاتا ہے۔

ہپناٹزم کو اگرچہ جادو کی مجازی اقسام میں ذکر کیا جاتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا تعلق نفسیات سے ہے کیونکہ ہپناٹزم میں نفسیاتی حربوں کے ذریعے معمول پر عمل کیا جاتا ہے مثلاً معمول پر غنودگی پیدا کی جاتی ہے، حتیٰ کہ

جب وہ نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں جا پہنچتا ہے تو پھر عامل اس پر عمل کرتا ہے یا ایسے سوالات کرتا ہے جن کے صغرے، کبرے ملا کر وہ اس مریض سے متعلقہ بہت سی معلومات حاصل کر لیتا ہے۔

اسی طرح بعض عامل ہپناٹزم کے ذریعے جادو جنات کا علاج کرتے ہیں مثلاً بعض عامل مریض کی آنکھوں میں تیز دوا ڈال کر اسے مسلسل ایک دو گھنٹے تک آنکھیں بند رکھنے کی تلقین کرتے ہیں اور اس دوران نفسیاتی طور پر اس کا علاج کیا جاتا ہے مثلاً اسے کہا جاتا ہے کہ تم تصور کرو کہ تمہیں وہ جن نظر آ رہا ہے جو تمہیں تنگ کرتا ہے۔ جب وہ یہ تصور کر لیتا ہے تو پھر مریض سے کہا جاتا ہے کہ تصور ہی میں اسے مار ڈالو یا آگ لگا دو اور خیال کرو کہ وہ جل کر بھسم ہو گیا ہے، اور اس کی راکھ ہوا میں اڑا دو...... وغیرہ وغیرہ اور جب مریض اس سارے تصوراتی عمل سے گزر جاتا ہے تو اسے نفسیاتی طور پر مطمئن کر دیا جاتا ہے کہ تمہارا جن مار دیا گیا ہے، اور تمہارا جادو بھی ختم کر دیا گیا ہے، لہٰذا اب تم بالکل ٹھیک ہو گئے ہو۔

اسی طرح ہپناٹزم/مسمریزم میں مہارت رکھنے والا، اپنے پاس آنے والے ہر شخص سے چند بنیادی سوال کرنے کے بعد اپنی طرف سے صغرے کبرے ملا کر بہت جلد اسے بتا دیتا ہے کہ تمہارا ذوق شوق کیا ہے، تمہاری عادات کیسی ہیں، تم کس طرح کی چیزوں کو پسند کرتے ہو اور کن کو ناپسند کرتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ اس سے زیادہ اس علم کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر اسے بنیاد بنا کر کوئی شخص دوسروں کو بے وقوف بنائے اور غیب دانی کا دعوی کر کے پیسہ بٹورے تو یہ انتہائی قبیح حرکت ہے۔

بعض لوگوں کے شیطانوں کے ساتھ تعلقات ہوتے ہیں جن کی مدد سے وہ اپنے پاس آنے والوں کے بارے میں پہلے ہی سے بعض باتیں معلوم کر لیتے ہیں اور جب انہیں بغیر پوچھے وہ باتیں بتاتے ہیں تو لوگ حیران و ششدر رہ جاتے ہیں کہ اسے ہمارے گھریلو اور نجی معاملات کی کیسے خبر ہوئی؟ چنانچہ وہ اسے نہ صرف یہ کہ بہت 'پہنچا ہوا' اور غیب دان سمجھ بیٹھتے ہیں بلکہ ان سے یہ امید بھی کرتے ہیں کہ یہ ہماری قسمت کا صحیح حال جانتے ہیں، چنانچہ مستقبل کے کاموں کے حوالے سے ان سے مشورے لینا ضروری سمجھ لیا جاتا ہے۔ میں نے خود دیکھا کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے اور بظاہر سمجھدار لوگ بھی اس طرح کے عاملوں کے دھوکے میں آ جاتے ہیں۔



[2].....جادو اور قرآنِ مجید

قرآنِ مجید کی مختلف آیات میں کم وبیش ساٹھ مرتبہ لفظ سِحر (جادو) استعمال ہوا ہے۔ان آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جادو سے فی الواقع کسی انسان کو متاثر کیا جا سکتا ہے، جسمانی طور پر اسے تکالیف پہنچائی جا سکتی ہے، اسے خوفزدہ اور پریشان بھی کیا جا سکتا ہے، میاں بیوی میں محبت یا نفرت بھی پیدا کی جا سکتی ہے، تاہم یہ سب اللہ تعالیٰ کے اذن کے تابع ہوتا ہے۔

بعض لوگ جادو کی حقیقت واثرات کو غلط سمجھتے ہیں اور اسے خلاف قرآن بھی کہتے ہیں حالانکہ یہ چیز خلاف قرآن نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کے مطالعہ سے تو اس کے وجود اور تاثیر کی تائید ہوتی ہے۔البتہ جادوئی عملیات کرنے کروانے کو قرآن مجید سخت ممنوع بلکہ کفریہ عمل قرار دیتا ہے۔

آئندہ سطور میں بعض اُن قرآنی آیات/مقامات کی وضاحت پیش کی جا رہی ہے جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید بھی جادو کو بطور ایک حقیقت تسلیم کرتا ہے۔

پہلا مقام

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہایت عالی شان حکومت اور عظیم الشان سلطنت سے نواز رکھا تھا حتی کہ آپ وہ واحد حکمران اور پیغمبر تھے جنہیں تمام انسانوں، جنوں، پرندوں، ہواؤں اور دیگر مخلوقات پر حکومت عطا کی گئی تھی اور یہ تمام چیزیں آپ کے تابع فرمان کر دی گئی تھیں لیکن آپ کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے یہ مشہور کر دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے اور جادو کے زور سے حکومت کیا کرتے تھے۔آنحضرت ﷺ کے دور میں بھی یہودیوں کا یہی خیال تھا جس کی تردید کے لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی درج ذیل آیات نازل فرمائیں:

﴿وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ

بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ﴾ [البقرة: ۱۰۱، ۱۰۲]

''اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین سلیمان (علیہ السلام) کی حکومت میں پڑھتے تھے، سلیمانؑ نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں☆ کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور بابل (شہر) میں ہاروت و ماروت، دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا، وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں، لہٰذا تم کفر نہ کرو!، پھر (بھی) لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ لوگ تو وہ چیز سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے۔''

آیاتِ مذکورہ کے حوالے سے چند اہم نکات

مذکورہ بالا آیات سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں جادو کا وجود تھا۔ اگر جادو کی کوئی تاثیر نہ ہوتی تو جادو کو مؤثر سمجھنے والے لوگوں (یہودیوں) کی اس غلط فہمی کو اللہ تعالیٰ ضرور واضح فرما دیتے، لیکن ان آیات میں ایسی کوئی بات نہیں کہی گئی جس سے جادو کی حقیقت کی نفی ہوتی ہو بلکہ الٹا اسے تسلیم کیا گیا ہے۔

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت و سلطنت جادو کے زور پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قائم ہوئی تھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ تو کہا ہے کہ سلیمانؑ جادوگر نہیں تھے مگر یہ نہیں کہا کہ جادو نام کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر جادو کوئی غیر حقیقی اور فرضی چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس حقیقت سے ضرور پردہ اٹھا دیتے، کیونکہ قرآن مجید تو لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کرتا ہے۔

۳۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جادوگر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ پیغمبر تھے۔

۴۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں جادو پھیلانے والوں کو شیطان کہا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ جادو سیکھنا، سکھانا اور کرنا کروانا شیطانی کام ہے۔

۵۔ جادو سیکھنا، یا جادوئی عمل کرنا کرانا اسی آیت میں کفریہ کام بھی قرار دیا گیا ہے۔

☆...... اس آیت میں لفظ ''شیطانوں'' سے مراد یا تو واقعی شیطان (جنات) ہیں جو انسانی روپ میں آ کر لوگوں کو جادوئی عملیات سکھاتے، یا پھر اس سے مراد وہ انسان ہیں جو شیطانی کاموں کے دلدادہ تھے اور ان کے شیطانی کاموں ہی کی وجہ سے انہیں شیطان کہہ دیا گیا۔

۶۔ ہاروت اور ماروت نامی دو فرشتوں کو بھی لوگوں کی آزمائش کے لئے یہ دے کر بھیجا گیا تھا۔

۷۔ جادو کے ذریعے لوگوں کو جسمانی، ذہنی یا معاشی طور پر اذیت پہنچائی جا سکتی ہے۔

۸۔ اگر اللہ کا حکم واذن ہو تو جادو نقصان دیتا ہے، ورنہ ہرگز نہیں۔

۹۔ جادو کا نتیجہ ہمیشہ بُرا ہی ہوتا ہے، خواہ یہ اچھے مقصد کے لئے کیا جائے۔

۱۰۔ میاں بیوی میں جدائی ڈالنا شیطانوں اور جادوگروں کے نزدیک پسندیدہ عمل ہے۔

آیاتِ مذکورہ کے حوالے سے چند شبہات اور ان کا ازالہ

سورۃ البقرۃ کی مذکورہ بالا آیات اس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ جادو ایک حقیقت ہے اور اس کے ذریعے کسی انسان کو جسمانی ونفسیاتی طور پر جو نقصان پہنچتا ہے، وہ کوئی غیر ممکن بات نہیں۔ لیکن منکرین جادو ان آیات کی تفسیر وتاویل میں مختلف شبہات اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ جادو کی حقیقت سے انکار ممکن ہو۔ آئندہ سطور میں ان شبہات کی حقیقت پیش کی جارہی ہے:

پہلا شبہ

۱۔ اکثر وبیشتر مفسرین نے مذکورہ بالا آیت میں لفظ مَـا سے مائے موصولہ مراد لیا ہے، مائے نافیہ نہیں اور لفظ مَـلَـكَـيْـنِ سے مراد دو فرشتے لیا ہے جن کا نام اس آیت ہی میں ہاروت وماروت مذکور ہے۔ قرآن مجید کے ظاہری الفاظ اور مَـلَـكَـيْـنِ کی قرأت متواترہ بھی چونکہ اسی کی تائید کرتی ہے، اس لیے ہمیں بھی اس سے اتفاق ہے مگر بعض لوگ لفظ مَـا کو نافیہ مراد لیتے ہیں اور مـلـكـيـن سے یا تو فرشتے مراد لیتے ہی نہیں یا پھر فرشتے مراد لیں بھی تو مائے نافیہ کی وجہ سے اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ ''ملکین پر بھی (جادو) نہیں اتارا گیا۔'' اس بنیاد پر وہ جادو کی حقیقت کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ اگر زیر نظر آیت کے سیاق وسباق پر غور کیا جائے تو ان کے اس موقف کی کمزوری واضح ہو جاتی ہے اور وہ اس طرح کہ اگر مَـلَـكَـيْـن پر جادو نہیں اتارا گیا تھا تو پھر وہ کون سی چیز تھی جو وہ لوگوں کو سکھایا کرتے تھے اور اس کا سیکھنا سکھانا واضح طور پر کفر تھا......!!

پھر اگر آیت کا یہ حصہ اختلاف کے پیش نظر الگ کر کے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسی آیت میں جادو کا ذکر پھر بھی ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، بطورِ مثال آیت کے اس حصے پر ذرا غور کریں:

﴿ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾

''بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔''

اگر جادو کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو پھر یہاں شیاطین (جنات یا شیطان نما انسانوں) کے اس جادوئی عمل کو کفر قرار نہ دیا جاتا بلکہ ان کی بے وقوفی اور حماقت قرار دیا جاتا اور ان کی اس بے وقوفی کی یہ کہہ کر وضاحت بھی ضرور کر دی جاتی کہ جسے تم جادو سمجھتے ہو وہ تو محض توہماتی اور خیالی چیز ہے، مگر ایسا نہیں کیا گیا بلکہ جادو کو ایک حقیقت تسلیم کرتے ہوئے اس عمل کے کرنے کرانے کو کفریہ کام کہا گیا ہے۔

اب لامحالہ یا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جادو ایک حقیقت ہے، کوئی افسانہ یا توہماتی چیز نہیں۔ یا پھر یہ ماننا پڑے گا کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ سے کوئی غلطی یا بھول ہوگئی کہ یہ تو قرآن مجید میں ذکر کر دیا کہ ''وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔'' مگر اس کے بعد جادو کو حقیقت سمجھنے والوں کی نفی یا تردید کرنا اللہ تعالیٰ کو یاد نہ رہا۔ نعوذ بالله من ذلك!

اگر کوئی یہ کہے کہ اس آیت: ﴿ يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ میں سِحر سے مراد جادو نہیں بلکہ اس سے مراد فریب اور دھوکا وغیرہ ہے تو پھر اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ چیز کفر کیسے ہوگئی کیونکہ اس سے متصل پہلے اس چیز کو کفر قرار دیا جا رہا ہے۔ اور کیا محض اس بنیاد پر ایک دھوکا باز اور فریبی شخص کافر قرار دیا جا سکتا ہے جب کہ اس میں کفر و شرک وارتداد جیسا کوئی اور عنصر نہیں ہے......؟!

دوسرا شبہ

۲)......ہاروت و ماروت کو کون سا علم دے کر بھیجا گیا تھا کہ جس کا سیکھنا کفر تھا؟ جمہور مفسرین کے بقول وہ جادو ہی کا علم تھا مگر بعض کے بقول وہ جادو کا علم نہیں تھا، چنانچہ وہ اس سلسلہ میں مختلف تاویلیں کرتے ہیں جیسا کہ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب رقم طراز ہیں کہ

''اس سے مراد اشیاء اور کلمات کے روحانی خواص و تاثیرات کا وہ علم ہے جس کا رواج یہود کے صوفیوں اور پیروں میں ہوا، جس کو انہوں نے گنڈوں، تعویذوں اور مختلف قسم کے عملیات کی شکل میں مختلف اَغراض کے لیے استعمال کیا مثلاً بعض امراض یا تکالیف کے ازالہ کے لیے یا نظر بد اور جادو وغیرہ کے اثرات دور کرنے کے لیے یا شعبدہ بازوں وغیرہ کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے یا محبت

اور نفرت کے اثرات ڈالنے کے لیے۔ یہ علم اس اعتبار سے جادو اور نجوم وغیرہ کے علم سے بالکل مختلف تھا کہ اس میں نہ تو شرک کی کوئی ملاوٹ تھی اور نہ اس میں شیطان اور جنات کا کوئی دخل تھا لیکن اپنے اثرات ونتائج کے پیدا کرنے میں یہ جادو ہی کی طرح زوراثر تھا۔''[۱]

مولانا موصوف کو فرشتوں پر جادو کا علم اتارے جانے کو تسلیم کرنے پر کیوں تردد ہے؟ اس کا اظہار خود موصوف نے اس طرح فرمایا ہے:

''فرشتوں کے متعلق یہ بات مسلم ہے کہ شرک وکفر کی ہر آلائش سے ان کے دامن پاک ہیں۔ ان کے مزاج اللہ تعالیٰ نے ایسے بنائے ہیں کہ اس طرح کی گندگی کی ان کو کبھی چھوت بھی نہیں لگتی۔ فرشتے ہمیشہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق وعدل کے قیام اور خیر وفلاح کی دعوت وتعلیم کا ذریعہ بنے ہیں اور یہی چیزیں ان کے شایانِ شان ہیں۔ اس وجہ سے جادو کے علم کا ان پر اترنا اور ان کا اس کی اشاعت کرنا (اگرچہ کتنی ہی احتیاط کے ساتھ کیوں نہ ہو) عقل سے بعید بات ہے۔ اگر فرشتے اس طرح کے کام کرنے لگ جائیں تو پھر شیاطین کے لیے کیا کام باقی رہ جائے گا۔''[۲]

مولانا اصلاحی صاحب کے مندرجہ بالا دونوں اقتباسات سے دو باتیں معلوم ہو رہی ہیں: ایک تو یہ کہ مولانا جادو کا وجود تسلیم کرتے ہیں اور یہی علمائے اہل السنہ کا موقف ہے جس میں شک وشبہ اور اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ دوسری یہ کہ وہ اس کے شیطانی علم ہونے کی وجہ سے فرشتوں پر اس کے نزول کو نہیں مانتے بلکہ ان کے بقول فرشتوں پر جو کچھ نازل ہوا، وہ دم درود وغیرہ جیسا علم تھا، جادو نہیں تھا۔ لیکن ہمیں مولانا موصوف کی اس رائے سے اختلاف ہے، اس لیے کہ

۱)...... آیت کے سیاق وسباق میں سحر (جادو) کا بیان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فرشتوں کو بھی جادو ہی کا علم دے کر بھیجا گیا تھا۔

۲)...... دوسری بات یہ ہے کہ فرشتوں کا کام حکم الٰہی کی تعمیل ہے۔ انہیں اس بات سے سروکار نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ غیر اللہ کو سجدہ ہے! بلکہ وہ تو یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے جس کی نافرمانی گناہ ہے۔ اسی طرح اگر ہاروت وماروت کو جادو کا علم دے کر بھیجا گیا تو یہ ان کے خالق ومالک کی

(۱) تدبر قرآن، از: مولانا امین احسن اصلاحی، ج ۱ ص ۲۸۵۔

(۲) ایضاً، ص ۲۸۵۔

حکمت ومنشا کے مطابق تھا، لہٰذا اسے بعید از عقل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۳)......تیسری بات یہ کہ اگر یہ جادو کا علم نہیں تھا تو ہاروت و ماروت اپنے پاس جادو کا علم سیکھنے کے لیے آنے والوں کو فَلَا تَكْفُرْ (کفر نہ کرو) نہ کہتے۔ کیونکہ جادو بہرصورت کفریہ کام ہے مگر دیگر وظائف و اَوراد کی ہرصورت تو کفریہ نہیں ہے جیسا کہ خود مولانا نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے۔ ان کے پہلے اقتباس کے اس جملہ کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں:

''یہ علم اس اعتبار سے جادو اور نجوم وغیرہ کے علم سے بالکل مختلف تھا کہ اس میں نہ تو شرک کی کوئی ملاوٹ تھی اور نہ اس میں شیطان اور جنات کا کوئی دخل تھا لیکن اپنے اثرات ونتائج کے پیدا کرنے میں یہ جادو ہی کی طرح زوراثر تھا۔''(۱)

اگرچہ مولانا اصلاحی صاحب نے ان الفاظ: فَلَا تَكْفُرْ (کفر نہ کرو) کی بھی ایک تاویل کی ہے چنانچہ وہ آیت کے اس حصے: ﴿وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُولَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

''مدعا یہ ہے کہ اپنے اس علم کا اگر کسی پر انکشاف کرتے تو ساتھ ہی اس کو یہ تنبیہ بھی ضرور کر دیتے کہ دیکھو ہمارا یہ علم ایک فتنہ ہے تو تم اس کو برے مقاصد میں استعمال کر کے کفر میں نہ پڑ جانا بلکہ اس کو صرف اچھے مقاصد میں استعمال کرنا۔''

حالانکہ ﴿نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ کا معنی تو یہ ہے کہ ''ہم آزمائش (کے لیے) ہیں لہٰذا تم کفر نہ کرو''۔ اور سیاق وسباق کی روشنی میں اس سے مراد یہی ہوسکتا ہے کہ ہمیں تو جادو کا علم دے کر اس لیے بھیجا گیا کہ تمہارا امتحان لیں لہٰذا تم اسے سیکھنے آ کر کفر کا ارتکاب نہ کرو۔ گویا فرشتوں کا آنا برائے آزمائش ہے نہ کہ ان کا علم۔ اسی طرح جو علم وہ لائے ہیں اس کا سیکھنا ہی کفر ہے خواہ وہ اچھے مقصد کے لیے سیکھا جائے یا برے کے لیے کیونکہ اس سے مراد جادو ہی ہے کچھ اور نہیں۔ اور جادو سیکھنا سکھانا اور اسے کام میں لانا کفر ہے۔ پھر آیت کا سیاق وسباق اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اس سے یہ مفہوم اخذ کیا جائے کہ......''بلکہ اس کو صرف اچھے مقاصد ہی میں استعمال کرنا''......آخر یہ اضافہ آیت کے کن الفاظ سے ماخوذ ہے؟

(۱) ایضاً، ص ۲۸۶۔

یہاں جو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جادو جو بذات خود کفریہ کام ہے، وہ آخر فرشتوں کے ذریعے لوگوں کو کیوں سکھایا جانے لگا تھا؟ اس کا جواب مولانا مودودیؒ نے بہت اچھا دیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

”رہا فرشتوں کا ایک ایسی چیز سکھانا جو بجائے خود بری تھی تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے پولیس کے بے وردی سپاہی رشوت خوار حاکم کو نشان زدہ سکے اور نوٹ لے جا کر رشوت کے طور پر دیتے ہیں تاکہ اسے عین حالتِ ارتکابِ جرم میں پکڑیں اور اس کے لیے بے گناہی کے عذر کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں۔“[1]

تیسرا شبہ

۳)......بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہاروت و ماروت کو جادو کا علم دے کر بھیجا گیا تھا تو پھر آج وہ علم کہاں گیا؟ اگر آج وہ علم موجود نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ انہیں جو علم دیا گیا تھا، وہ جادو تھا ہی نہیں......!!

حالانکہ یہ اعتراض سرے سے غلط ہے، اس لیے کہ اگر اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہر اس چیز کا انکار کر دیا جائے جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نازل یا ظاہر تو کیا مگر آج وہ ہمارے سامنے موجود نہیں یا موجود ہے تو اس کی صحت کے بارے یقین نہیں مثلاً حضرت نوحؑ کی کشتی، حضرت صالح کی اونٹنی، حضرت موسیٰؑ کا عصا اور وہ تابوت جس میں تورات کے صحائف وغیرہ تھے، تو کیا ان سب مسلمہ چیزوں کا محض اس لیے انکار کر دینا درست ہے کہ یہ دنیا میں موجود نہیں ہیں؟ کیا کسی چیز کے وجود کے ختم یا غائب ہونے کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ وہ چیز کبھی دنیا میں تھی ہی نہیں......!

پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ جادو کا وجود حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے بھی تھا اور بعد میں بھی یہ سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں باقی رہا۔ اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ...... ”جادو کی کوئی حقیقت نہیں اور اگر کبھی دنیا میں جادو نام کی کوئی چیز تھی بھی تو بعد میں اس کا کوئی وجود باقی نہیں رہا“...... تو اس سے نبی کریم ﷺ کی ان تمام صحیح احادیث کا انکار لازم آتا ہے جن میں جادو اور جادوگر کی مذمت و شنیعت کے بارے کئی احکام ملتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ جادو کی حقیقت سے انکاری ہیں، وہ ان تمام صحیح و مستند احادیث کا بھی صاف انکار کر دیتے ہیں جن میں جادو کی تاثیر کے حوالے سے کوئی نہ کوئی بات مذکور ہے، یا ان کی عجیب و غریب تاویلات کرنے لگتے ہیں۔ اللہ ہی انہیں ہدایت دے، آمین!

(۱) تفہیم القرآن، ج ۱، ص ۹۸۔

دوسرا مقام

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے مختلف مقامات پر جادو کا ذکر ملتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جادو ایک حقیقت ہے۔ صورتِ واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے دور میں جادو، زوروں پر تھا اور ہر طرف بڑے بڑے جادوگر پائے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کو اس دور کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے ایسے معجزات عطا فرمائے جن کے ذریعے بڑے بڑے جادوگروں کو شکست دینا ممکن تھا مثلاً آپ کی لاٹھی اللہ کے حکم سے اژدھا بن جاتی تھی۔ اسی طرح آپ اپنا ہاتھ بغل میں دبانے کے بعد باہر نکالتے تو وہ سورج کی طرح روشن اور چمکدار ہو جاتا تھا اور کوئی جادوگر ان چیزوں میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ کو عطا کردہ معجزات تھے مگر آپ کے دور کے فرعون اور اس کے حواریوں نے یہ سمجھا کہ آپ بھی جادوگروں کی طرح ایک جادوگر ہیں، چنانچہ وہ آپ پر ایمان نہ لائے بلکہ آپ کو جادوگر سمجھتے ہوئے ملک کے نامی گرامی جادوگروں کو آپ کا مقابلہ کرنے کے لیے جمع کرلائے اور اس مقابلہ میں بھی وہ بری طرح ناکام ہوئے۔ عجیب بات یہ ہے کہ مقابلہ کے لیے آنے والے جادوگر جب شکست کھا گئے تو وہ سب بیک وقت حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے مگر فرعون اور اس کے حواری پھر بھی اپنی ضد پر اَڑے رہے۔ اب اس واقعہ سے متعلقہ آیات ملاحظہ فرمایئے:

جب حضرت موسیٰؑ فرعون کے دربار میں دعوتِ حق لے کر پہنچے تو فرعون نے آپؑ سے کہا:

﴿ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴾ [سورة الاعراف : ۱۰۶ تا ۱۱۰]

"''اس (فرعون) نے کہا: اگر آپ کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اس کو پیش کیجئے، اگر آپ سچے ہیں!''، آپ (موسیٰؑ) نے اپنا عصا ڈال دیا تو اچانک وہ ایک صاف اژدھا بن گیا اور آپ (موسیٰؑ) نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ یکا یک سب دیکھنے والوں کے لیے بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا۔ قوم فرعون میں جو سردار تھے، انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے، یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے باہر نکال دے، تو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو۔"

کسی جادوگر کا توڑ بالعموم اس سے بڑا جادوگر ہی کرتا ہے اور فرعونیوں نے چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بگر جادوگروں کی طرح ایک زبردست جادوگر خیال کیا تھا، اس لیے انہوں نے دوسرے جادوگروں کے ذریعہ آپ کا جادو توڑنے کے لیے فرعون اکبر کو یہ مشورہ دیا کہ

﴿قَالُوْا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حٰشِرِيْنَ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾[سورة الاعراف:۱۱۱تا۱۱۴]

''انہوں (فرعون کے مشیروں) نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی کو مہلت دیجیے اور شہروں میں ہرکارے (جمع کرنے والے سرکاری نمائندے) بھیج دیجیے تاکہ وہ ہر ماہر جادوگر کو آپ کے پاس لا کر حاضر کر دیں۔ (پھر جس وقت) وہ جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا؟ فرعون نے کہا: ہاں اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔''

اس کے بعد حضرت موسیٰ اور جادوگروں کے درمیان کھلے میدان میں ایک مقابلہ ہوا، قرآن مجید نے اسے اس انداز میں بیان کیا ہے:

﴿قَالُوْا يٰمُوْسٰىٓ اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰىٓ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ﴾[سورة الاعراف ۱۱۵تا۱۲۶]

''ان جادوگروں نے کہا: ''اے موسیٰ! خواہ آپ (کچھ) پیش کریں یا پھر ہم (کچھ) پیش کریں؟'' (حضرت موسیٰ) نے جواب دیا: ''تم ہی (کچھ) پیش کرو۔'' جب انہوں نے پیش کیا، تو لوگوں کی نظر بندی کر دی اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھلایا اور ہم نے موسیٰ کو اشارہ کیا

کہ اپنا عصا (لاٹھی) پھینک۔عصا کا پھینکنا تھا کہ اس نے ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کر دیا۔ پس حق ظاہر ہو گیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا تھا سب جاتا رہا، پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہوئے اور وہ جو جادوگر تھے، سب سجدہ میں گر گئے اور کہنے لگے: "ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے"۔ فرعون کہنے لگا: "تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو بغیر اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں؟ بے شک یہ سازش تھی جو تم نے اس شہر میں کی ہے، تاکہ کہ تم سب اس شہر سے یہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو۔ سو اب تم کو حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ میں تمہارے لیے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا۔ پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا"۔ انہوں (یعنی ایمان لے آنے والے جادوگروں) نے جواب دیا کہ "ہم (مرنے کے بعد) اپنے مالک ہی کے پاس پلٹ کر جائیں گے اور تو جس بات پر ہم سے انتقام لینا چاہتا ہے وہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہمارے رب کی نشانیاں جب ہمارے سامنے آ گئیں تو ہم نے انہیں مان لیا۔ اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہمیں دنیا سے اٹھا تو اس حالت میں کہ ہم تیرے فرماں بردار ہوں۔"

مذکورہ بالا آیات میں جادو کے حوالے سے سب سے اہم بات یہ ہے کہ جادوگروں نے لوگوں کی آنکھوں اور خیالات پر جادو کر دیا تھا جس کی وجہ سے جادوگروں کی پھینکی ہوئی رسیاں اور لاٹھیاں جو فی الواقع ساکن و جامد پڑی تھیں، جادو کی وجہ سے ایسے محسوس ہونے لگیں کہ شاید یہ حرکت کرنے والے سانپ بن گئی ہیں جبکہ فی الواقع وہ سانپ نہیں بنی تھیں بلکہ جادو کے زور سے سانپ محسوس ہونے لگی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جادو انسان کے خیالات اور بصارت وغیرہ پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ جادو کا یہ اثر صرف عام لوگوں کی حد تک نہیں تھا بلکہ حضرت موسیٰ بھی اس سے متاثر ہوئے جیسا کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے:

﴿ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ الْأَعْلَىٰ ﴾[سورۃ طٰہٰ:٦٦تا٦٨]

"پھر ان کے جادو کے اثر سے (حضرت موسیٰ) کو ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں یکدم دوڑنے لگی ہیں۔ یہ دیکھ کر موسیٰ اپنے دل میں ڈر گئے۔ ہم نے (وحی کے ذریعے) انہیں کہا: "ڈرو مت! تم ہی غالب رہو گے۔"

اس آیت میں یہ الفاظ قابل غور ہیں: ﴿ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ﴾ [''ان کے جادو کے اثر سے (حضرت موسیٰ) کو ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں یکدم دوڑنے لگی ہیں''۔]

اس سے پوری صراحت کے ساتھ معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت موسیٰ کی نہ صرف آنکھوں پر بلکہ خیالات پر بھی جادوگروں کا جادو چل گیا تھا اور اگر ایک نبی پر جادو چل سکتا ہے، خواہ وہ کتنی ہی معمولی شکل میں کیوں نہ ہو، تو دوسرے انسانوں پر بالاولیٰ چل سکتا ہے۔ لیکن نبی پر جادو چلنے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ چیز نبی کی شانِ نبوت کے منافی ہے، اور اس سے اس کے منصبِ نبوت میں خلل آتا ہے، بلکہ یہ دیگر جسمانی عوارض کی طرح ایک عارضہ ہے۔ اگر کسی پیغمبر کو کوئی بیماری لگ سکتی ہے، بینائی زائل ہو سکتی ہے، بخار کی شکایت ہو سکتی ہے، جنگ وغیرہ میں زخم لگ سکتے ہیں تو پھر جادوئی اثر ہونے میں کیا مانع ہو سکتا ہے؟!

اسی طرح اس آیت کے یہ الفاظ بھی قابل توجہ ہیں: ﴿ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ قُلْنَا لَا تَخَفْ ﴾ [یہ دیکھ کر موسیٰ اپنے دل میں ڈر گئے۔ ہم نے (وحی کے ذریعے) انہیں کہا: ''ڈرو مت!''] اس سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت موسیٰ کو ڈر لاحق ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا: ''ڈرو نہیں''۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نبی کو ڈر لاحق نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان کی یہ بات قرآن مجید کی اس صریح آیت کے خلاف ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس چیز سے ڈر پیدا ہوا تھا؟ تو اس بارے دو جواب ممکن ہیں۔ ایک تو یہ کہ انہیں اپنے بارے ڈر لاحق ہوا اور وہ اس طرح کہ جب انہوں نے جادوگروں سے کہا کہ تم اپنا جادو پیش کرو تو بہت بڑی تعداد میں آئے ہوئے جادوگروں نے یکبارگی اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینک دیں جو سانپ دکھائی دینے لگیں اور حضرت موسیٰ کو محسوس ہوا کہ یہ بے شمار سانپ میری طرف بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ اس غیر متوقع چیز سے انہیں بشری تقاضوں کے پیش نظر کچھ خوف محسوس ہوا لیکن فوراً ہی اللہ کی طرف سے وحی آ گئی کہ ''اے موسیٰ! ڈرو نہیں تم ہی غالب آؤ گے''۔

دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو اپنی ذات کے لیے ڈر محسوس نہیں ہوا بلکہ دوسرے لوگوں کے حوالے سے یہ ڈر لاحق ہوا کہ جس طرح میری لاٹھی سانپ بن جاتی ہے، اسی طرح ان جادوگروں کی لاٹھیاں جو جادو کے زور سے سانپ محسوس ہو رہی ہیں، کہیں میرے اس معجزے سے اس قدر مشابہ جادو دیکھ کر یہ لوگ میرے بارے بھی جادوگر ہونے کی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں۔ اور یہ بات واضح ہے کہ حضرت

موسیٰ اور جادوگروں کا کھلے میدان میں یہ مقابلہ اس بنیاد پر نہ تھا کہ دونوں طرف سے کون بڑا جادو یا کرتب دکھاتا ہے بلکہ اس بنیاد پر تھا کہ حضرت موسیٰ بھی جادوگر ہیں یا واقعی اللہ کے پیغمبر ہیں اور اگر وہ جادوگر ثابت ہو جاتے تو جادو ہی کے ذریعے ان کا توڑ ہو جاتا یا اگر وہ جادو ہی کے زور پر جیت بھی جاتے تو پھر بھی لوگوں کو ان پر ایمان لانے اور انہیں اللہ کا پیغمبر تسلیم کرنے کی ضرورت نہ تھی اور اگر یہ ثابت ہو جاتا کہ آپ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں، جادوگر نہیں ہیں تو پھر لوگوں کے لیے ایمان لانا آسان ہو جاتا یا کم از کم ان پر حجت قائم ہو جاتی۔ اور یہ اسی صورت ممکن تھا جب لوگ آپ کو جادوگر کی بجائے پیغمبر سمجھتے، اور آپ کو یہی ڈر لاحق ہوا کہ کہیں یہ لوگ میرے معجزے ہی سے ملتا جلتا ایک جادوئی عمل دیکھ کر مجھے بھی جادوگر نہ سمجھ بیٹھیں اور یوں مزید کسی فتنے کا شکار نہ ہو جائیں۔

مذکورہ بالا دونوں جوابات اس آیت کے مفہوم میں شمار کیے جا سکتے ہیں، تاہم ہمارے نزدیک ان میں سے پہلا جواب قرآنی سیاق وسباق سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے، جبکہ دوسرے جواب کو تسلیم کر لینے کا بھی یہ مطلب نہیں کہ حضرت موسیٰ پر جادو کا اثر نہ ہوا یا انہیں دوسرے لوگوں کے بارے ڈر لاحق نہ ہوا، بلکہ یہ دونوں صورتیں ہی پیش آئی تھیں اور ایک پیغمبر کے ساتھ ان چیزوں کا پیش آنا کسی بھی طرح منصب نبوت کے منافی نہیں ہے۔

تیسرا مقام

جادوگروں کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ جس شخص پر جادو کرنا ہو، اس کے بال یا کپڑا یا دھاگا یا اسی طرح کی کوئی اور چیز لے کر اس میں جادوئی منتر پڑھ کر پھونکیں ماری جاتی اور گرہیں لگائی جاتی ہیں۔ قرآن مجید نے جادوگروں کی ان پھونکوں اور گرہوں سے کیے جانے والے جادو سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الفلق میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾[سورۃ الفلق: ۱ تا ۵]

''(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے، اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے اور گرہ لگا کر

پھونکنے والیوں (یا پھونکنے والوں) کے شر سے (بھی) اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی کہ جب وہ حسد کرے۔''

اس سورت میں یہ آیت قابل توجہ ہے: ﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ﴾ [اور گرہ لگا کر پھونکنے والیوں (یا پھونکنے والوں) کے شر سے (بھی تیری پناہ میں آتا ہوں)] اگر اس طرح کے جادوئی عملیات سے کسی کو کوئی نقصان اور تکلیف نہیں پہنچ سکتی اور یہ بالکل لغو اور غیر حقیقی چیز تھی تو پھر قرآن مجید اس سے بچاؤ کے لیے اللہ کے حضور پناہ مانگنے کا کبھی حکم نہ دیتا۔ لیکن آپ دیکھ لیجیے کہ اس آیت میں صاف طور پر اس چیز کا حکم دیا جا رہا ہے جس کا مطلب ہی یہ ہے کہ جادو بھی نقصان اور تکلیف کا ایک سبب ہے اور اگر اللہ کی پناہ شاملِ حال ہو تو مسلمان اس سے تحفظ میں رہتا ہے۔ ان آیات کے شان نزول کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ ان آیات کے شان نزول سے متعلقہ تفصیل آگے ''احادیث اور جادو'' کے تحت آرہی ہے۔ ان شاءاللہ!

جادو کا انکار کرنے والے بعض لوگوں نے اس آیت کا معنی و مفہوم بدلنے کی کوشش کی ہے مثلاً ایک صاحب لکھتے ہیں:

''(اکثر مترجمین اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں: 'گانٹھوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والوں یا والیوں کے شر سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں')''۔ پھر آگے لکھتے ہیں: ''اصل تشریح''، اور پھر اس سرخی کے تحت فرماتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں دو الفاظ قابل غور ہیں: ایک اَلنَّفّٰثٰتِ دوسرا عقد۔ نَفّٰثٰتِ کا مطلب ایسی پھونکیں ہیں جن میں تھوک بھی شامل ہو یعنی حقارت بھری پھونکیں مارنا اور عقد کا مطلب ہے معاہدہ یا عہد و پیمان (Contract, Agreement, Treaty, Promise) نیز عربی زبان میں نکاح کو بھی عقد کہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہر شخص کے علم میں ہے اور وقتاً فوقتاً اس کا مشاہدہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ معاہدہ ہو جانے کے بعد ایک فریق کی نیت میں فتور آنے لگتا ہے اور وہ معاہدے کی مختلف شقوں کی الگ الگ توجیہات کرنے لگ جاتا ہے؛ محاورے کی زبان میں انہیں خوشدلی سے تسلیم کر لینے کی بجائے ان پر حقارت سے پھونکیں مارنے لگ جاتا ہے۔ اس عمل سے شر پیدا ہوتا ہے۔''

ان صاحب کے نزدیک اس آیت کا ''اصل ترجمہ'' کیا ہے، وہ بھی ملاحظہ فرمالیں، موصوف اس آیت

کا یہ ترجمہ کرتے ہیں:

''اور ان لوگوں کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو معاہدے کرنے کے بعد ان کی شقوں کی وضاحت نفرت وغرور سے کرتے ہیں (تا کہ ان کے نفاذ میں رخنے ڈالے جائیں۔)''[1]

گویا موصوف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اکثر مترجمین نے جو اس آیت کا ترجمہ: گانٹھوں، گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والوں (یعنی جادوکرنے والوں) کے شر سے پناہ مانگنے کے ساتھ کیا ہے، وہ سب غلطی پر ہیں اور اصل ترجمہ وتشریح وہ ہے جو میں کر رہا ہوں۔ اور ان کے بقول اس آیت میں: ''عقد کا مطلب ہے معاہدہ یا عہد و پیمان'' حالانکہ عہد و پیمان کے لیے قرآن مجید میں عُقُوْد کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کی واحد ہے: عُقْد اور اس کا مطلب ہے: عہد و پیمان۔ اور یہی لفظ نکاح کے لیے بھی بولا جاتا ہے مگر اس سورت (الفلق) میں یہ لفظ استعمال نہیں ہوا (نہ واحد کے صیغہ سے اور نہ ہی جمع سے) بلکہ اس کی بجائے عُقَد کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس کی واحد ہے عُقْدَۃ۔ جس کا مطلب عہد و پیمان نہیں بلکہ گرہ ہے۔ سورۃ الفلق میں اسی لفظ کی جمع استعمال کی گئی ہے یعنی عُقَد، اور یہ لفظ نکاح کے لیے ہرگز استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ وہ دوسرا لفظ (یعنی عُقْد) ہے۔

اب جس شخص کو اتنے معمولی فرق کا علم نہ ہو اور وہ تمام مفسرین ومترجمین کے تراجم کو بیک قلم غلط قرار دے رہا ہو اور ان کے مقابلہ میں اپنی تفسیر ہی کو حرفِ آخر قرار دے رہا ہو جو کہ صریح طور پر غلط بھی ہے، اس کی اس جرأت پر داد ہی دی جاسکتی ہے......! (اللہ اس کی اصلاح فرمائے اور اسے ہدایت دے، آمین!)



(۱) جنات اور جادو ٹونہ کی حقیقت، آئینہ قرآن میں، ص ۳۲۔ از: خواجہ محمد اسلم، امیر تحریک رحمت، ۱۵۳۔ پی گلبرگ ۲، لاہور۔ یہ دراصل ایک غیر مطبوعہ مگر کتابت شدہ مسودہ ہے جو خود ان صاحب نے ۲۰۰۵ یا ۲۰۰۶ میں اس موقع پر مجھے دیا جب میں ان کے ہاں 'جنات وشیاطین' کے سلسلہ میں ایک لیکچر کے لیے بلایا گیا۔ ان صاحب کی گفتگو سے مجھے اندازہ ہوا کہ انہیں قرآن کی کوئی آیت صحیح پڑھنی بھی نہیں آتی جب کہ ان کے مبلغ علم کا اندازہ اسی ایک مثال سے بخوبی ہو جاتا ہے جس پر متن میں ہم تبصرہ کر رہے ہیں۔

[3].....جادو اور اَحادیثِ صحیحہ

بعض صحیح احادیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ جادو ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی شخص ذہنی یا جسمانی طور پر متاثر ہوسکتا ہے۔ کسی شخص کا جادو کے ذریعے متاثر ہونا بڑی بات نہیں، خود نبی کریم ﷺ پر بھی جادو ہوگیا تھا اور یہ بات صحیح روایات میں بیان ہوئی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی تفصیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں:

''بنی زریق کے ایک یہودی شخص لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کردیا تھا اور اس جادو کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کسی کام کے متعلق خیال کرتے کہ آپؐ نے وہ کرلیا ہے حالانکہ آپؐ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔ ایک دن یا ایک رات آنحضرت ﷺ مسلسل دعا کرتے رہے، پھر (دعا کے بعد) آپؐ نے فرمایا: عائشہ! تمہیں معلوم ہے اللہ سے جو بات میں پوچھ رہا تھا، اللہ نے اس کا جواب مجھے دے دیا ہے، چنانچہ میرے پاس دو فرشتے (یعنی حضرت جبریل اور حضرت میکائیل) آئے، ایک میرے سر کی طرف کھڑا ہوگیا اور دوسرا میرے پاؤں کی طرف۔ ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا: ان صاحب کی بیماری کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: ان پر جادو ہوا ہے۔ پہلے نے پوچھا: کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: لبید بن اعصم نے۔ پہلے نے پوچھا: کس چیز میں؟ دوسرے نے جواب دیا: کنگھی اور کنگھی سے ٹوٹے ہوئے بالوں میں، جو ایک نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں ہے۔ پہلے نے سوال کیا: یہ جادو ہے کہاں؟ دوسرے نے جواب دیا: ذرْوان کے کنویں میں۔

پھر آنحضرت ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو مجھ سے فرمایا: عائشہ! اس کا پانی ایسا (سرخ) تھا جیسے مہندی کا نچوڑ ہوتا ہے اور اس کے کھجور کے درختوں کے سر (اوپر کا حصہ) شیطان کے سروں کی طرح تھے۔ (یعنی پرانا اور ویران کنواں ہونے کی وجہ سے اس کی یہ حالت تھی) حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپؐ نے اس جادو کو باہر کیوں نہیں کردیا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے شفا دے دی، اس لئے میں نے

مناسب نہیں سمجھا کہ اب میں خواہ مخواہ لوگوں میں اس شر کو پھیلاؤں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اس جادو کا سامان (کنگھی بال وغیرہ) اسی میں دفن کرا دیا''۔ (۱)

یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے، دیگر کتب احادیث میں بھی الفاظ کے جزوی فرق کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔ اس کی صحت کے بارے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی محدثین وفقہاء میں سے کسی نے اس حدیث کی صحت کو کبھی چیلنج کیا۔ آج بھی اس کی صحت کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح یہ حدیث اپنی صحت واستناد میں ہر شک وشبہ سے بالا ہے، اسی طرح یہ اپنے معنی ومفہوم میں بھی پوری طرح واضح ہے اور اس بارے کسی تاویل کی محتاج نہیں کہ واقعتاً اللہ کے رسولؐ پر جادو ہوا تھا اور جسمانی طور پر آپؐ اس جادو سے تھوڑا بہت متاثر بھی ہوئے تھے۔

دیگر روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے علاج کے لیے معوذتین سورتیں نازل ہوئیں اور پھر قرآن مجید کا حصہ بن گئیں، چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اسی واقعہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ

''ایک یہودی کا نبی کریم ﷺ کے پاس آنا جانا تھا، اس نے آپ ﷺ کے ہاں اپنا بڑا اعتماد پیدا کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس نے آپؐ کے لیے گرہیں لگوائیں (یعنی جادو کروایا) اور اسے ایک انصاری کے کنویں میں ڈال دیا۔ اس جادو کے اثر سے آپ ﷺ کو کئی روز تکلیف رہی۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت کے مطابق چھ ماہ تک تکلیف رہی) پھر آپ ﷺ کی عیادت کے لیے دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک آپؐ کے سر کے پاس اور دوسرا پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ فلاں آدمی جو آنحضرت ﷺ کے پاس آتا جاتا تھا، اس نے آپؐ پر گرہیں باندھ کر جادو کیا ہے اور فلاں انصاری کے کنویں میں وہ جادوئی چیزیں ڈال رکھی ہیں۔ اگر آپ ﷺ کسی شخص کو اس کنویں کی طرف بھیجیں جو اس میں سے وہ گرہیں (جادو) نکالے تو وہ دیکھے گا کہ جادو کے اثر سے اس کنویں کا پانی بھی

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الطب، باب السحر، ح ۵۷۶۳۔ نیز دیکھیے: مسند احمد، ج ۶ ص ۵۷، ۶۳، ۹۶۔ ج ۴ ص ۳۶۷۔ مستدرک حاکم، ج ۴ ص ۳۶۰۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۸ ص ۲۔ المعجم الکبیر، ح ۵۰۱۶۔ طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۱۹۹۔ مجمع الزوائد، ج ۶ ص ۲۸۹۔ شرح مشکل الآثار، ح ۵۹۳۵۔

زرد ہو چکا ہوگا۔ پھر حضرت جبریلؑ معوذتین سورتوں کا حکم لے کر آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ سے کہا کہ فلاں یہودی آدمی نے آپؐ پر جادو کیا ہے جو فلاں کنویں میں ہے، آپ ﷺ نے ایک آدمی (یعنی حضرت علیؓ) کو بھیجا تو انہوں نے دیکھا کہ واقعی اس کنویں کا پانی زرد ہو چکا ہے، چنانچہ انہوں نے وہ جادوئی اشیاء وہاں سے نکالیں اور اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے آئے۔ (حضرت جبریلؑ نے آنحضرت ﷺ کو وہ جادوئی گرہیں کھولنے اور ایک ایک آیت پڑھنے کی ہدایت کی) چنانچہ آپ (معوذتین کی) ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور گرہ کھولتے جاتے۔ اور جیسے جیسے گرہیں کھلتی گئیں، ویسے ویسے آپؐ فرق محسوس کرتے گئے حتیٰ کہ آپ بالکل ٹھیک ہو گئے۔ (ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ایسے ہو گئے جیسے آپ بندھی ہوئی رسیوں سے آزاد ہو گئے ہیں) اس واقعہ کے بعد بھی وہ شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آتا جاتا رہا مگر آپ ﷺ نے اس سے اس جادو کا کبھی ذکر نہ کیا اور نہ ہی مرتے دم تک آپؐ نے اس سے اس کا بدلہ لیا۔'' (۱)

صحیح بخاری کی مذکورہ بالا حدیث کے بارے میں علماء کی آراء:

۱)......امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ

جب آنحضرت ﷺ سے جادو، دور ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ

((إِنَّ اللّٰهَ شَفَانِيْ)) ''اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا فرما دی ہے'' ۔ اور شفا اسی وقت ہوتی ہے جب کوئی مرض اور بیماری موجود ہو، پھر وہ ختم ہو جائے تو اسے شفا کہا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فی الواقع آپ پر جادو کا اثر ہوا تھا اور قرآن وحدیث سے واضح طور پر جادو کے ثبوت پر قطعی دلائل موجود ہیں اور اسی پر اہل علم کا اجماع ہے۔ البتہ معتزلہ وغیرہ کا، جادو کی حقیقت سے انکار کرنا، ناقابلِ اعتبار ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ میں سے کسی نے بھی جادو سے انکار نہیں کیا اور یہ جادو ان کے دور میں بلکہ اس سے بھی بہت پہلے سے موجود اور معروف تھا''۔ (۲)

۲)......حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں امام رازیؒ کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ

---

(۱) دیکھیے: سلسلة الاحاديث الصحيحة، للالبانی، ح ۲۷۶۱، بحوالہ: المعجم الكبير، للطبرانی، ج۵، ص ۲۰۱۔ المستدرك، للحاكم، ج۴، ص ۳۶۰۔

(۲) تفسير قرطبی، ج۲ ص ۴۶۔

"بعض اہل بدعت نے اس حدیث کو اس خیال کی بنا پر رد کر دیا کہ آنحضرت ﷺ پر جادو کا اثر ہونا منصب نبوت کے منافی ہے۔ ان کے زعم باطل میں ایسی تمام احادیث مردود ہیں جن میں آپ ﷺ کا جادو سے متاثر (مریض) ہونا مذکور ہے کیونکہ اہل بدعت یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ان روایات کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر کئی شرعی مسائل پر اثر پڑتا ہے مثلاً اس بنیاد پر ممکن ہے کہ آپؐ نے یہ خیال کیا ہو کہ آپؐ جبریل علیہ السلام کو دیکھ رہے ہیں جبکہ فی الواقع آپؐ جبریل کو نہ دیکھ رہے ہوں یا آپ سمجھ رہے ہوں کہ وحی نازل ہو رہی ہے اور فی الواقع اس وقت آپؐ پر کوئی وحی نازل نہ ہو رہی ہو۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تمام اعتراضات مردود ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے آسمانی پیغام کی تبلیغ میں آنحضرت ﷺ منجانب اللہ معصوم عن الخطاء ہیں اور آپ نے پوری سچائی کے ساتھ اللہ کا پیغام پہنچا دیا جیسا کہ بے شمار معجزات آپ کی صداقت پر دال ہیں، لہٰذا ان دلائل کے خلاف کسی چیز (اعتراض) کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ آنحضرتؐ اپنے بعض دنیوی معاملات میں جادو کی وجہ سے متاثر ہوئے جن کا آپؐ کے منصب رسالت سے کوئی تعلق نہ تھا اور جسمانی طور پر جادو سے متاثر ہونا ایسے ہی ہے جیسے دیگر امراض سے آپ متاثر ہوتے تھے۔ لہٰذا دنیوی امور کے حوالے سے تو یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ آپ کو کوئی خیال پیدا ہوتا ہو کہ ایسا ہوا ہے جبکہ فی الواقع ویسا نہ ہوا ہوتا لیکن دینی معاملات میں آپ کے معصوم عن الخطاء ہونے کی وجہ سے یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ آپؐ دینی معاملات میں بھی جادو سے متاثر ہوئے ہوں۔"(1)

۳)......حافظ ابن قیمؒ آنحضرتؐ پر ہونے والے جادو اور اس کے علاج کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ "بعض لوگوں نے جادو کا انکار کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ آنحضرتؐ پر جادو نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ عیب اور نقص ہے۔ لیکن ان کا یہ دعویٰ قطعی غلط ہے، اس لیے کہ آپؐ پر جادو ہوا تھا۔ اس کی مثال اس طرح ہے جیسے آنحضرتؐ دیگر جسمانی امراض میں مبتلا ہوا کرتے تھے اور یہ جادو بھی ایک مرض ہے (جس کا آپ کو سامنا کرنا پڑا)۔ نیز جس طرح آپ ﷺ کو زہر کی تکلیف پہنچی تھی، اسی طرح جادو سے بھی آپ کو جسمانی تکلیف پہنچی جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ پر جادو ہوا اور آپ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ آپؐ اپنی بیویوں کے پاس گئے ہیں مگر فی الواقع ایسا نہیں ہوتا تھا

(1) فتح الباری، از: حافظ ابن حجر، ج ۱۰ ص ۲۲۶۔

اور یہ جادو کی سب سے سخت اور شدید صورت ہے۔"[1]

اس حدیث پر اعتراضات

دور حاضر میں بھی بعض لوگوں نے ایسی روایات سے انکار کرنے کی کوشش کی ہے جن میں آنحضرتؐ پر جادو ہو جانے کا بیان ملتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا مسحور (جادو سے متاثر) ہونا محال اور شانِ نبوت کے منافی ہے لیکن ان کی یہ بات قطعی غلط ہے جس کی بنیاد پر وہ بے دریغ صحیح احادیث کی تکذیب اور تردید کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ کا مسحور ہونا بھی مذکور ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَى فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسَى قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَى﴾[سورة طه:٦٦تا٦٨]

"پھر ان کے جادو کے اثر سے اسے (یعنی حضرت موسیٰؑ) کو ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں یکدم دوڑنے لگی ہیں۔ یہ دیکھ کر موسیٰ اپنے دل میں ڈر گئے۔ ہم نے (وحی کے ذریعے) انہیں کہا: ڈرو مت! تم ہی غالب رہو گے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ واقعی حضرت موسیٰ جادوگروں کے جادو سے متاثر ہو گئے تھے۔ لہٰذا جب یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر بھی مسحور ہو گئے تھے تو حضور اکرمؐ کے مسحور ہو جانے کو تسلیم کرنے میں کیا مانع ہے؟ علاوہ ازیں ایسے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر وہ احادیث کا محض اس بنیاد پر انکار کر دیں کہ نبی اکرمؐ پر جادو نہیں ہو سکتا تھا تو کیا پھر مذکورہ قرآنی آیات کا بھی انکار کر دیں گے کیونکہ ان میں بھی تو حضرت موسیٰ جیسے جلیل القدر پیغمبرؑ پر جادو چل جانے کا ذکر ہے؟!

اسی طرح ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ....."اگر نبیؐ کا مسحور ہونا تسلیم کیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ آپؐ سے اس حالت میں وحی سننے اور پہنچانے میں بھول چوک ہو سکتی تھی جبکہ آپؐ نے من وعن وحی ہم تک پہنچا دی ہے لہٰذا آپؐ پر جادو نہیں ہوا ہے۔"

اس اعتراض میں بھی کوئی وزن نہیں، کیونکہ جادو سے آنحضرت ﷺ کی بشری حیثیت بعض پہلوؤں سے

(۱) زاد المعاد، ج۴، ص ۱۱۳، ۱۱۴۔

ضرور متاثر ہوئی تھی مگر آپ ﷺ کی نبوی حیثیت پر کوئی اثر واقع نہیں ہوا تھا۔ مولانا مودودیؒ اس بات کی توضیح اس طرح فرماتے ہیں کہ

''اس جادو کا اثر نبیؐ پر ہوتے ہوتے پورا ایک سال لگا، دوسری ششماہی میں کچھ تغیر مزاج محسوس ہونا شروع ہوا، آخری چالیس دن سخت اور آخری تین دن زیادہ سخت گزرے۔ مگر اس کا زیادہ سے زیادہ جو اثر حضورؐ پر ہوا وہ بس یہ تھا کہ آپؐ گھلتے چلے جا رہے تھے۔ کسی کام کے متعلق خیال فرماتے کہ وہ کر لیا ہے مگر نہیں کیا ہوتا تھا۔ اپنی اَزواج کے متعلق خیال فرماتے کہ آپؐ ان کے پاس گئے ہیں مگر نہیں گئے ہوتے تھے۔ اور بعض اوقات آپ کو اپنی نظر پر بھی شبہ ہوتا تھا کہ کسی چیز کو دیکھا ہے مگر نہیں دیکھا ہوتا تھا۔ یہ تمام اثرات آپؐ کی ذات تک محدود رہے حتیٰ کہ دوسرے لوگوں کو یہ معلوم تک نہ ہو سکا کہ آپؐ پر کیا گزر رہی ہے۔ رہی آپؐ کے نبیؐ ہونے کی حیثیت تو اس میں آپؐ کے فرائض کے اندر کوئی خلل واقع نہ ہونے پایا۔ کسی روایت میں یہ نہیں کہ اس زمانے میں آپ قرآن کی کوئی آیت بھول گئے ہوں یا کوئی آیت آپؐ نے غلط پڑھ ڈالی ہو یا اپنی صحبتوں میں اور اپنے وعظوں اور خطبوں میں آپؐ کی تعلیمات کے اندر کوئی فرق واقع ہو گیا ہو یا کوئی ایسا کلام آپؐ نے وحی کی حیثیت سے پیش کر دیا ہو جو فی الواقع آپؐ پر نازل نہ ہوا ہو یا آپؐ سے نماز چھوٹ گئی ہو اور اس کے متعلق بھی کبھی آپؐ نے سمجھ لیا ہو کہ پڑھ لی ہے مگر پڑھی نہ ہو۔ ایسی کوئی بات معاذ اللہ پیش آ جاتی تو دھوم مچ جاتی اور پورا ملک عرب اس سے واقف ہو جاتا کہ جس نبیؐ کو کوئی طاقت چت نہ کر سکتی تھی اسے ایک جادوگر کے جادو نے چت کر دیا لیکن آپ کی حیثیتِ نبوت اس سے بالکل غیر متاثر رہی اور صرف اپنی ذاتی زندگی میں آپؐ اپنی جگہ اسے محسوس کر کے پریشان ہوتے رہے...... اس میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو آپؐ کے منصب نبوت میں قادح ہو۔ ذاتی حیثیت سے اگر آپ کو زخمی کیا جا سکتا تھا جیسا کہ جنگِ اُحد میں ہوا، اگر آپؐ گھوڑے سے گر کر چوٹ کھا سکتے تھے، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، اگر آپ کو بچھو کاٹ سکتا تھا، جیسا کہ کچھ اور احادیث میں وارد ہوا ہے، اور ان میں سے کوئی چیز بھی اس تحفظ کے منافی نہیں ہے جس کا نبی ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے وعدہ کیا تھا، تو آپؐ اپنی ذاتی حیثیت میں جادو کے اثر سے بیمار بھی ہو سکتے تھے۔''[1]

(۱) دیکھیے: تفہیم القرآن، از: مولانا مودودی، ج۶ ص ۵۵۴ تا ۵۵۶۔

کیا یہ اَحادیث قرآن مجید کے خلاف ہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ روایات قرآن مجید کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہوسکتیں، اس لیے کہ اگر ان روایات کی بنیاد پر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ نبی کریم ﷺ پر جادو ہوا تھا تو اس سے کفار کی اس بات کی تصدیق ہوجاتی ہے جوانہوں نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کہی تھی کہ یہ شخص نبی نہیں بلکہ دیوانہ ہے، اور جادو اور آسیب کے ذریعے اس کا دماغ چل گیا ہے، اس لیے یہ بہکی بہکی باتیں اور عجیب وغریب دعوے کرتا ہے۔ نبوت کا دعویٰ بھی اس نے اسی بنیاد پر کیا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذٰلک)

یہ اعتراض دو طرح کے لوگ کرتے ہیں؛ ایک تو وہ جو جادو کے قائل ہیں۔ ان کے بقول عام انسانوں پر جادو ہوسکتا ہے مگر انبیاء ورسل چونکہ اللہ کی خصوصی حفاظت میں رہتے ہیں، اس لیے ان پر ایک لمحہ کے لیے بھی ایسا کوئی حملہ نہیں ہوسکتا۔ [ان کا جواب ہم بعد میں دیں گے]

اور دوسرے وہ جو سرے سے جادو، آسیب وغیرہ کے قائل نہیں ہیں۔ ان میں زیادہ تر منکرین حدیث شامل ہیں۔ ان لوگوں کو اس سلسلہ میں کم از کم ان تمام آیات کا لغت عربی اور اس سے استدلال کے مسلمہ اصولوں کی روشنی میں مطالعہ کرلینا چاہیے جن میں کسی نہ کسی پہلو سے جادو (سحر) کا ذکر ہے۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان آیات کے سیاق وسباق میں کہیں بھی جادو (سحر) کو فرضی اور خیالی چیز نہیں کہا گیا بلکہ اس سلسلہ میں جو بات بھی کہی گئی ہے، جادو کو ایک حقیقت تسلیم کرتے ہوئے ہی کہی گئی ہے مثلاً انبیاء کے حوالے سے قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کے دور کے کفار ان کے معجزات وغیرہ کی طرف دیکھتے تو انہیں ساحر (جادوگر) کہتے اور اگر ان کے دعوائے نبوت، آخرت اور جزا وسزا سے متعلقہ ان کی باتیں اور دعوت وتبلیغ کے لیے ان کی دن رات کی انتھک محنت وکوشش کی طرف دیکھتے تو انہیں مسحور ومجنون کہنا شروع کردیتے۔ اب قرآن مجید نے اپنے مخصوص اسلوبِ بیان کے ساتھ انبیاء ورسل کے حوالے سے لوگوں کے ایسے اعتراض کی تو ضرور نفی کی کہ وہ جادوگر یا جادوزدہ اور دیوانے نہیں مگر یہ کہیں نہیں کہا کہ انبیاء ورسل کے حوالے سے جس جادو کا تم الزام لگاتے ہو وہ تو سراسر فرضی اور غیر حقیقی چیز ہے، لہٰذا پہلے اپنی یہ جہالت دور کرو اور پھر کوئی اور بات کرنا!

قرآن مجید کے بیان کے مطابق کفار نے ساحر یا مسحور یا مجنون کا اعتراض قریب قریب تبھی انبیاء ورسل کے بارے میں کیا، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ [سورة الذٰريات:٥٢]

''اسی طرح ان (کفار) کے پاس جو بھی رسول آیا، انہوں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے یا مجنون۔''

اسی طرح فرعون اور اس کے حواری حضرت موسیٰ کو کبھی جادوگر (ساحر) کہتے اور کبھی جادوزدہ (مسحور)۔ بطور دلیل درج ذیل دو آیات ملاحظہ فرمائیے:

١...... ﴿فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا﴾ [سورة الاسراء:١٠١]

''تو فرعون نے اس سے کہا: اے موسیٰ! میں تو تمہیں سمجھتا ہوں کہ تم پر جادو ہو گیا ہے۔''

٢...... ﴿فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ [سورة الذرايات:٣٩]

''پس اس نے اپنے بل بوتے پر منہ موڑا اور کہنے لگا: یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے''۔

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کے بارے کفار کہا کرتے تھے:

﴿قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾ [سورة الشعرآء: ١٥٣]

''انہوں نے کہا: بے شک تو تو آسیب زدہ (جادوزدہ) ہے۔''

اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے کفار کہا کرتے تھے:

﴿قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ وَمَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ [سورة الشعرآء: ١٨٥، ١٨٦]

''انہوں نے کہا: بے شک تو تو آسیب زدہ (جادوزدہ) ہے، اور تو ہماری ہی طرح کا ایک انسان ہے اور ہم تو یقیناً تجھے جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں۔''

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کفار مکہ یہ کہا کرتے تھے:

﴿اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾ [سورة الاسراء:٤٧]

''جبکہ یہ ظالم (ایمان والوں کے لیے) کہتے ہیں کہ تم اس شخص کی تابعداری میں لگے ہوئے ہو جو جادوزدہ ہے۔''

اب اگر آپ نیک نیتی کے ساتھ قرآن مجید پکڑ کر مذکورہ بالا ان تمام آیات کا سیاق وسباق ملاحظہ کریں تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ قرآن مجید نے کفار کے اعتراضات کا ذکر کرتے ہوئے یہ تو ضرور اشارہ کیا کہ یہ لوگ انبیاء ورسل ہیں، جادوگر یا دیوانے اور مخبوط الحواس (مجنون) نہیں ہیں مگر کہیں ادنیٰ سا اشارہ بھی اس طرف نہیں کیا کہ جادو نام کی دنیا میں کوئی حقیقت نہیں۔ اگر یہ کوئی فرضی اور افسانوی چیز ہوتی تو قرآن مجید اس کا تذکرہ کرتے ہوئے سیاق وسباق میں لازماً اس کی وضاحت کر دیتا ورنہ اسے اس انداز میں ہرگز ذکر نہ کرتا جس سے اسے ایک حقیقت سمجھنے کی تائید ہوتی ہے۔

اب آیئے ان لوگوں کی طرف جو جادو کے تو قائل ہیں مگر ان کے بقول عام انسانوں پر جادو ہو سکتا ہے، انبیاء ورسل پر ایسا کوئی حملہ نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں کے نزدیک ایسی تمام روایات ناقابل حجت ہیں جن میں نبی کریم ﷺ پر جادو کیے جانے کا ذکر ہے۔ ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ قرآن مجید میں کفار مکہ کے حوالے سے یہ بات ملتی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ آپؐ جادو زدہ ہیں لہٰذا اگر یہ روایات تسلیم کر لی جائیں تو اس سے کفار مکہ کے اس اعتراض کی تائید ہوتی ہے اور قرآن مجید کی تردید لازم آتی ہے کیونکہ قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کے بارے کفار مکہ کے اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ

﴿مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ﴾[سورة القلم: ٢]

''(اے نبیؐ!) تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے۔''

اس بنیاد پر یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر جادو کیے جانے کے حوالے سے مروی تمام احادیث قرآن کے خلاف ہیں اور قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اصل بات کیا ہے، اسے سمجھنے کی کوشش کیجیے:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کفار مکہ نبی کریم ﷺ کی نبوت پر اعتراض کرتے ہوئے آپ کو مجنون (یعنی جادو سے پاگل ہو جانے والا) کہا کرتے تھے، مگر ان کے اس اعتراض کو اسی طرح نظر انداز کیا گیا جس طرح ان کے اس اعتراض کو فضول سمجھا گیا جو وہ آپ کے جادوگر ہونے کے بارے میں کیا کرتے تھے۔ [دیکھیے: سورۃ ص، آیت ۴] یہی نہیں بلکہ ان کے اس اعتراض کی نفی بھی کی گئی ہے۔

اور دوسری طرف صحیح احادیث میں یہ تسلیم بھی کیا گیا کہ آپؐ جادو سے متاثر ہوئے تھے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جب یہ بات تسلیم کی گئی اس وقت کفار نے اس بات پر کوئی شور نہ مچایا اور نہ ہی یہ کہا کہ لو دیکھو!

ہمارا اعتراض درست ثابت ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کفار نے مکہ مکرمہ میں اس وقت یہ اعتراض کیا جب آپ کی نبوت کا ابتدائی دور تھا اور جب آپ پر جادو ہوا، اس وقت آپ مدینہ ہجرت فرما چکے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے اعتراض سے متعلقہ مکی سورتوں کی آیات اور آپ ﷺ پر جادو کیے جانے سے متعلقہ احادیث دونوں کا سیاق وسباق اور موقع ومحل الگ الگ ہے اور جس طرح ان دونوں کا سیاق اور موقع ومحل جدا ہے، اسی طرح ان دونوں کا موضوع ومدعا بھی جدا ہے۔ اس لیے ان دونوں چیزوں (یعنی قرآن اور حدیث) میں کوئی اختلاف نہیں۔ اب ہم اس بات کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔

جادو کے حوالے سے نبی کریمؐ پر کفار مکہ کا اصل اعتراض

جادو کے حوالے سے نبی کریم ﷺ پر کفار مکہ کا الزام وہی تھا جو آپؐ سے پہلے دیگر انبیاء ورسل پر ان کی کافر قومیں لگاتی رہی ہیں اور قرآن کریم کی روشنی میں ہم یہ بتا آئے ہیں کہ جب کفار ومشرکین اپنی طرف آنے والے انبیاء ورسل کے معجزات وغیرہ کی طرف دیکھتے تو انہیں ساحر (جادوگر) کہنا شروع کر دیتے اور جب ان کے دعوائے نبوت، آخرت اور جزاوسزا سے متعلقہ ان کی باتیں اور دعوت وتبلیغ کے لیے ان کی دن رات کی انتھک محنت وکوشش کی طرف دیکھتے تو انہیں دیوانہ اور پاگل سمجھتے ہوئے مسحور ومجنون کہنا شروع کر دیتے۔ جب نبی کریم ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو یہی اعتراض مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ پر بھی کیا گیا کہ یا تو یہ ساحر ہے، یا پھر مجنون[1]۔ (معاذ اللہ!) بلکہ اس کے علاوہ یہ بھی کہا گیا کہ یا پھر یہ کاہن ہے، یا شاعر[2]۔

گویا وہ کسی ایک بات پر متفق نہ تھے، اس لیے کہ انہیں یقین تھا کہ جو الزام وہ لگا رہے ہیں، آپ ﷺ اس سے بری ہیں۔ چنانچہ وہ ایک الزام لگاتے اور جب دیکھتے کہ بات نہیں بنی تو پھر خود ہی اس کی جگہ کوئی اور الزام بنا لاتے۔ جہاں تک کفار کی طرف سے آپؐ پر پاگل پن کے الزام کا تعلق ہے تو اس الزام کی ایک وجہ

---

(۱) ساحر کے اعتراض کے لیے دیکھیے: سورۃ صٓ، آیت ٤۔ اور مجنون کے اعتراض کے لیے دیکھیے: سورۃ الحجر: آیت ٦، سورۃ الشعراء: آیت ٢٧، سورۃ الصفت: آیت ٣٦، اور سورۃ الدخان: آیت ١٤۔ اور یاد رہے کہ یہ تمام سورتیں مکی ہیں اور اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ اعتراض مکی دور ہی میں کیے گئے۔

(۲) کاہن کے اعتراض کے لیے دیکھیے: سورۃ الحاقۃ: آیت ٤٢۔ اور شاعر کے اعتراض کے لیے دیکھیے: سورۃ الحاقۃ: آیت ٤١، اور سورۃ الطور: آیت ٣٠۔

تو یہ تھی کہ آپ کے دعوائے نبوت اور آخرت پر ایمان اور عذاب خداوندی سے متعلقہ باتیں کفار کے لیے نہایت عجیب ثابت ہوئیں اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ یہ شخص جسے ہم صادق وامین جانتے ہیں، شاید اسے پاگل پن کا مرض لاحق ہو گیا ہے کہ یہ اچانک اس طرح کی عجیب وغریب باتیں کرنے لگا ہے اور جنت وجہنم اور حیات بعد الممات کے افسانے سنانے لگا ہے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ آنحضرت ﷺ کی دعوت سے متاثر ہوتے چلے جارہے ہیں تو وہ لوگوں کو آپؐ سے متنفر کرنے کے لیے آپؐ کے بارے یہ پروپیگنڈا کرنے لگے کہ یہ شخص پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہے، اس لیے اس کی بات نہ سنو ورنہ تم بھی گمراہ یا اپنے عقائد کے بارے شکوک وشبہات کا شکار ہو جاؤ گے۔

یہ سارے الزامات کفار مکہ کی طرف سے تھے اور ظاہر ہے مکہ ہی میں انہوں نے آپؐ پر ان الزامات کی بوچھاڑ کی تھی، چنانچہ مکہ مکرمہ ہی میں اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کے ان تمام الزامات کو جھوٹا ثابت کرتے ہوئے واضح کردیا کہ نہ تو یہ پیغمبر کوئی دیوانہ اور مجنوں ہے، نہ شاعر، اور نہ ہی کاہن وساحر وغیرہ[1]۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ اہل عرب کے ہاں مجنون اس شخص کو کہا جاتا تھا جو پاگل اور دیوانہ ہو جاتا تھا۔ میڈیکل سائنس کی جدید تحقیقات کے مطابق پاگل پن کا مرض بعض طبی اسباب کی بنیاد پر لاحق ہوتا ہے مگر جب تک یہ تحقیقات سامنے نہیں آئی تھیں، لوگ اس مرض کو جادو جنات کا اثر سمجھتے تھے اور اسی مناسبت سے اہل عرب بھی ایسے شخص کے لیے مسحور اور مجنون کا لفظ استعمال کرتے کیونکہ جادو جنات کے زوردار اثرات جب کسی شخص پر پوری طرح غالب آجائیں، تو وہ رفتہ رفتہ پاگلوں اور دیوانوں کی طرح ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس لیے بے خوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ کفار مکہ آپ کو مجنون یا مسحور کہہ کر پاگل قرار دینا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید کی مکی سورتوں میں ان کے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے یہ کہا کہ جسے تم پاگل اور دیوانہ کہہ رہے ہو، وہ پاگل نہیں بلکہ ہمارا سچا پیغمبر ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنی بات پر اڑے رہے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا یہ اعتراض اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتا اور نہ ہی غیر جانبدار لوگ اس اعتراض کو کوئی اہمیت دینے کو تیار ہیں بلکہ وہ تو آپ کی طرف کھنچے چلے جارہے ہیں اور آپ کی دعوت روز بروز بڑھتی ہی چلی جارہی ہے تو وہ خود ہی اس الزام سے باز آگئے حتیٰ کہ جب مدینہ منورہ میں یہودیوں

(۱) دیکھیے: سورۃ الطور: آیت ۲۹، سورۃ القلم: آیت ۲، آیت ۵۱، سورۃ التکویر: آیت ۲۲۔ یہ تمام سورتیں بھی مکی ہیں۔

کی سازش سے آپ پر جادو کیا گیا تو اس وقت بھی کفارِ مکہ نے اپنا یہ الزام دہرانے کی کوشش نہ کی، اس لیے کہ وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ پیغمبری کا دعویٰ کرنے والے پر جادو نہیں ہوسکتا بلکہ ان کا اعتراض یہ تھا کہ آپ معاذ اللہ پاگل ہو گئے ہیں، اس لیے رسالت و نبوت اور آخرت وغیرہ کی باتیں کرنے لگے ہیں، لیکن جب انہوں نے دیکھ لیا کہ آپ ﷺ کئی جنگوں میں واضح طور پر فتوحات حاصل کر چکے ہیں اور ہمارے اس الزام کو اب کوئی ماننے کے لیے تیار نہیں تو وہ خود ہی اس الزام سے بھی باز آ گئے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ جادو ہو جانے کے بعد بھی آپ ﷺ پر جادو کا کوئی ایسا اثر نہیں ہوا کہ کفارِ مکہ کے لیے یہ الزام پھر سے دہرانے کی نوبت آتی کیونکہ جادو کا جو تھوڑا بہت اثر ہوا، وہ آپ کی ذات تک محدود رہا جبکہ آپ ﷺ کی نبوت اس سے بالکل غیر متاثر رہی۔

جادو کے بارے میں دیگر احادیث

جادو کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں گزشتہ صفحات میں جو بحث کی گئی ہے، اس کی تائید میں اور بھی احادیث پیش کی جاسکتی تھیں مگر ازراہ اختصار اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے، البتہ بعض احادیث آئندہ صفحات میں ''جادو کرنا، کروانا اور سیکھنا حرام ہے'' کے تحت ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔



[4].....جادو کیسے کیا جاتا ہے؟

جادو کے حوالے سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اس کی بعض صورتیں تو وہ ہیں جن کا دارومدار تخیلات پر یا شعبدہ بازی اور ہاتھ کی صفائی پر ہوتا ہے، انہیں 'سحر مجازی' بھی کہا جاتا ہے۔ البتہ جادو کی وہ صورت جسے 'سحر حقیقی' کہا جاتا ہے اور جس میں مطلوبہ شخص کو جسمانی اور ذہنی اذیت سے دوچار کرنا مقصود ہوتا ہے، یہ اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ جادوگر شخص جنوں اور شیطانوں کی ہر بات تسلیم کر کے انہیں راضی نہ کر لے۔ کیونکہ سحر حقیقی میں زیادہ تر یہ ہوتا ہے کہ جادوگر شیطانوں کے بتائے ہوئے کفریہ وشرکیہ منتر پڑھتا ہے اور ان کے سکھائے ہوئے عجیب وغریب عمل کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ جنات اور شیاطین اس جادوگر کی مدد کرتے ہوئے مطلوبہ شخص کو تکلیف پہنچانے کے لئے حرکت میں آجاتے ہیں، کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ جادوگر کی مدد کرنے والا جن متعلقہ شخص کے جسم میں داخل ہو کر اسے تکلیف پہنچاتا ہے یا اس کے گھر، دکان اور جائے رہائش پر آ کر مختلف طریقوں سے اسے تنگ کرتا ہے۔ کبھی گھر کی چیزیں توڑ کر نقصان کرتا ہے اور کبھی براہِ راست اسے تکلیف پہنچاتا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ جادوئی عملیات کے ذریعے مذکورہ بالا مقاصد کا حصول جہاں انسان کو کفریہ وشرکیہ اعمال کا مرتکب بناتا ہے، وہاں یہ کوئی آسان کام نہیں کہ ہر شخص چند ٹوٹکے اور منتر سیکھ کر جادوگر بن جائے بلکہ اپنے آپ کو جادوگر کہلانے والے اکثر و بیشتر حضرات برائے نام جادوگر ہوتے ہیں لیکن وہ اپنی دوکانداری چلانے کے لئے کوئی نہ کوئی بظاہر مؤثر حربہ اختیار کر لیتے ہیں مثلاً بعض جادوگر کسی کاغذ کے تعویذ کے ساتھ زہر کا سپرے کر کے اپنے گاہک کے حوالے کرتے ہیں اور گاہک اپنے مطلوبہ شخص کو وہ تعویذ کسی نہ کسی طرح پلا دیتا ہے جس سے وہ شخص مر جاتا ہے یا سخت مریض ہو جاتا ہے۔ اب گاہک سمجھتا ہے کہ یہ جادوگر کے جادوئی تعویذ کا اثر ہے جبکہ اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس جادوگر نے اس پر زہر کی پان چڑھائی تھی، ورنہ یہی کام تو وہ (گاہک) خود بھی کر سکتا تھا.....!

اسی طرح شیاطین (جنات) اور جادوگر کے درمیان بعض ایسے عہد و پیمان ہوتے ہیں کہ جادوگر ان پر عمل

کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور صاف سی بات ہے کہ شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے اور اسے کسی نہ کسی طرح جہنم میں پہنچانے کے لئے کوششیں کرتا رہتا ہے، وہ یقیناً جادوگر کو خود یا اپنے چیلوں چانٹوں کے ذریعے ایسے ہی عمل بتائے گا جن کے ارتکاب سے وہ جہنم کا مستحق بن سکے۔ یہی وجہ ہے کہ جادوگر جنات وشیاطین کو راضی کرنے کے لیے ان کے کہنے پر انتہائی قبیح قسم کی حرکتیں کرتے ہیں، مثلاً:

۱۔ بعض اوقات جنات اس جادوگر کو کھلم کھلا کفر وشرک کا حکم دیتے ہیں مثلاً سورج، چاند، ستاروں وغیرہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیتے ہیں، یا اپنے اور دیگر شیطانوں کے نام پر جانور ذبح کرنے اور ان سے مدد مانگنے کے لئے انہیں پکارنے کا حکم دیتے ہیں اور جادوگر ان کے حکم کی تعمیل میں یہ سب کر گزرتے ہیں۔

۲۔ بعض اوقات جادوگر کی مدد کرنے والا جن اپنے جادوگر سے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرواتا ہے مثلاً محرمات (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) سے زنا کرواتا ہے، یا حرام اور ممنوعہ چیزوں کے کھانے کا حکم دیتا ہے، اور جادوگر اسے راضی کرنے اور اس سے مدد حاصل کرنے کے لیے اس کے یہ سارے تقاضے پورے کرتا ہے۔

۳۔ بعض اوقات جادوگر سے قرآن مجید کی توہین کروائی جاتی ہے مثلاً کبھی (معاذ اللہ) قرآن مجید پر بیٹھ کر نہانے کا اسے حکم دیا جاتا ہے، کبھی حیض کے گندے خون سے قرآنی آیات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، کبھی قرآن مجید کو گندگی میں پھینکنے اور پاؤں تلے روندنے کا حکم دیا جاتا ہے اور جادوگر اپنے ایمان سے ہاتھ دھو کر ان سارے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ (استغفر اللہ من ذلک!)

۴۔ اسی طرح جادوگر کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نجس، ناپاک اور گندا رہے۔ کئی کئی مہینے بلکہ سال با سال غسل نہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات شیطانوں کو راضی کرنے کے لئے گندگی بھی کھانا پڑتی ہے اور حیض کا خون جسم پر ملنا پڑتا ہے۔ (استغفر اللہ من ذلک!)☆

یاد رہے کہ مذکورہ بالا تمام کام ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کو بھڑکاتے اور اس کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں اور شیطان کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کو غلط کاموں میں مبتلا کر کے انہیں گمراہ کر دے۔ چنانچہ اس نے انسان کی تخلیق ہی کے موقع پر اللہ کے حضور یہ کہہ دیا تھا:

☆......شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی جادوگروں اور شیاطین کے حوالے سے ان صورتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: مجموعۃ الفتاوی: ج ۱ ص ۲۵۰۔

﴿ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴾[سورة ص:٨٢]

''اس (شیطان) نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا''۔

جو جادوگر کفر و شرک اور گناہوں کی نجاست سے جس قدر لتھڑا ہوگا، اسی قدر شیاطین اس کی زیادہ مدد کریں گے جبکہ یہی جادوگر کفریہ وشرکیہ کاموں سے بچنے کی اگر کوشش کرنے لگے، تو شیاطین اس کے بھی دشمن بن جاتے ہیں۔ اس لئے جو جادوگر، جادو وغیرہ سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا، اسے شیطانوں سے اپنے مقاصد پورے کروانے کے لئے مجبوراً ان تمام گناہوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے، تب جا کر شیاطین اس کے پاس اپنی 'آمد و رفت' شروع کرتے ہیں۔ اسی صورتحال کی طرف قرآن مجید نے اس طرح اشارہ کیا ہے:

﴿ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴾ [سورة الشعراء:٢٢١،٢٢٣]

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ وہ ہر ایک کذاب گنہگار پر اترتے ہیں اور (انہیں اچٹتی ہوئی) سنی سنائی پہنچا دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹ بولتے ہیں''۔

حضور نبی کریم ﷺ کی مختلف صحیح احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ شیاطین قطار بنا کر آسمان کی طرف جاتے ہیں اور وہاں سے اللہ تعالیٰ کی باتیں چرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کوشش میں کبھی تو وہ کامیاب ہو جاتے ہیں اور کبھی دہکتے ہوئے انگاروں رشعلوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور جب کبھی یہ کسی بات کو چرانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو زمین پر موجود اپنے کاہن (عامل، جادوگر نجومی وغیرہ) دوستوں کو آکر اس سے مطلع کر دیتے ہیں''۔ [1]

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ جادوئی عملیات کے لیے شیاطین و جنات کا سہارا لیا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں شیاطین و جنات کی تمام کفریہ و شرکیہ باتوں پر عمل بھی کرنا پڑتا ہے تب جا کر وہ عامل و جادوگر کی مدد کرتے ہیں ورنہ ان جنات و شیاطین کو راضی کیے بغیر جادوگر اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں کی بات غلط ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شیاطین و جنات کو قابو کیا جا سکتا ہے بلکہ الٹا خود یہ جادوگر اور عامل لوگ جنات و شیاطین کے قابو میں آ جاتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل آگے آئے گی۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: حتی اذا فزعت عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربکم، ح ٤٨٠٠۔

ایک سابق جادوگر کی سچی عبرتناک داستان

مختلف اخباروں، رسالوں اور ماہناموں میں بسا اوقات ایسے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں جن میں جادوگروں کے 'شرکیہ اعمال' اور کفر پر مبنی اقدامات منظرِ عام پر آ جاتے ہیں۔ اسی نوعیت کا ایک واقعہ خود ایک جادوگر نے تائب ہونے کے بعد قلمبند کروایا۔ یہ سن ۲۰۰۰ کی بات ہے، تائب ہونے والے جادوگر کا نام استاد بشیر احمد ہے۔

''اس نے اپنی آپ بیتی میں اعتراف کیا کہ میں نے جن نکالنے اور جنوں سے کام لینے کے لئے شیطانی اور کالا علم سیکھنے کے شوق میں اپنی زندگی کے 15 سے زائد قیمتی سال ضائع کئے ہیں۔ اس میدان میں آ کر مجھ پر منکشف ہوا کہ شیطانی علوم سیکھنے کی پہلی شرط ہی شرک ہے۔ مجھ سے جو پہلا عمل کرایا گیا، اسے ایک مرتبہ پڑھنے پر دس منٹ صرف ہوئے اور اسے 101 مرتبہ روزانہ پڑھنا ہوتا تھا۔ یوں اندازہ لگائیں کہ اس عمل میں مسلسل 16، 17 گھنٹے صرف ہوتے۔ اس دوران نماز وغیرہ تو دور کی بات ہے، حقوق العباد بھی ادا نہیں کئے جا سکتے جبکہ یہ عمل 71 دن مسلسل کرنا تھے۔ اتنے طویل عمل کے بعد ایسا انسان کسی کو نارمل بھی نظر نہیں آ سکتا اور نہ وہ نارمل زندگی گزار سکتا ہے۔

اس کے بعد جو اگلا عمل اسے بتایا اس میں صرف مردوں کو پکارنا تھا۔ یہ بھی ایک شیطانی عمل تھا لیکن اتنے سخت عمل کرنے کے بعد اسے وہ کچھ حاصل نہ ہو سکا جو وہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ زیادہ تر عامل پیسہ ہی لوٹتے رہے۔ آخر اس نے اپنے خراد کے استاد عبدالقیوم سے بات کی تو اس نے پہلے تو صاف طور پر کہا: دورنگی چھوڑ دے، یک رنگ ہو جا۔ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلواتے ہو اور یہ علم بھی مانگتے ہو!

یعنی اس کالے علم کے بڑے بڑے استادوں نے بھی اعتراف کیا کہ یہ سراسر شیطانی اور شرکیہ علم ہے اور جب تک شرک نہ کیا جائے یہ علم سیکھا نہیں جا سکتا لیکن بشیر پر شیطان سوار تھا، وہ جادو سیکھنے کے لئے ہر جائز و ناجائز کام کرنے پر تیار ہو گیا۔

بشیر احمد توحید پرست تھا لیکن شیطان نے اسے پوری طرح اپنا مرید کر لیا۔ بہت سے خطرناک اور شرکیہ عمل کرنے کے بعد وہ جنوں سے اپنی مرضی کے کئی کام کرانے کے قابل ہو گیا لیکن دراصل جب انسان شرک کی راہ پر چل پڑتا ہے تو شیطان اسے یہ راہ کامیاب دکھانے کے لئے بعض معاملات میں اس کی

مدد بھی کرتا رہتا ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ میں اپنے اور لوگوں کے بڑے بڑے کام کرنے کے قابل ہو گیا ہوں۔ ان شیطانی علوم کو حاصل کرنے والے دونوں کا انجام خراب ہوتا ہے۔ عمل کرنے والوں کو عمل الٹے پڑ جاتے ہیں۔ اکثر پر اسرار طریقے سے مر جاتے ہیں یا بالآخر وہ نفسیاتی مریض اور پاگل بن کر کپڑوں سے بے نیاز سڑکوں پر لوگوں سے پتھر کھاتے پھرتے ہیں۔

استاد بشیر احمد کے بقول یہ شیطانی علم حاصل کرنے کے بعد میرے ہاں جو اولاد پیدا ہوتی، فوت ہو جاتی۔ بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اس کے جسم کی رنگت نیلی ہو جاتی۔ علاج معالجہ سے بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ اس دوران میرے چار بچے فوت ہو گئے۔ اس طرح بشیر احمد کے استاد عبدالقیوم کی داستان بھی عبرتناک رہی۔ وہ جنگلوں اور بیابانوں میں انتہائی خطرناک عمل کر کے بہت بڑا عامل بنا لیکن اس کے ہاں بھی کوئی اولاد نہ ہو سکی۔ اس کی بیوی نے بھی بالآخر اس سے ڈر کر اسے چھوڑ دیا اور وہ ساری عمر اولاد کی حسرت لئے دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کے استاد کہتے تھے کہ مجھے ان عملیات کی بدولت بہت شہرت اور عزت نصیب ہوئی۔ دوست احباب کا بھی وسیع حلقہ قائم ہوا لیکن یہ سب کچھ میرے کس کام کا؟ نہ ہی میری بیوی میرے پاس رہی اور نہ ہی اللہ کی خاص نعمت اولاد مجھے ملی۔ اب میرے بعد میرا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ وہ کہا کرتے تھے: ''میں نے اپنی زندگی اپنے ہاتھوں سے تباہ کر لی''!![1]



(۱) دیکھیے: ماہنامہ: مجلۃ الدعوۃ، شمارہ: جولائی ۲۰۰۰ء، ص ۸، بحوالہ انصاف سنڈے سپیشل۔

[5]..... جادو کرنا، کروانا اور سیکھنا حرام ہے

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جادو اور جادوئی عملیات انسان کو کفر و شرک کی طرف لے جاتے ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید نے جادو کو کفریہ کام قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾[سورة البقرة:١٠١]

''سلیمانؑ نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔''

یاد رہے کہ یہودی حضرت سلیمان علیہ السلام کو نعوذ باللہ کافر نہیں کہتے تھے بلکہ وہ جادو کی نسبت آپ کی طرف کرتے تھے اور جادو کی اکثر و بیشتر صورتیں چونکہ کفر پر مبنی ہوتی ہیں اور لامحالہ جادوگر پر کفر کی نسبت صادق آتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے جادو کی جگہ لفظ کفر استعمال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ﴾ ''حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا۔''

یعنی انہوں نے جادو وہ عمل کبھی نہیں لیا اور شیاطین جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، کفر کا کام تو وہ کرتے تھے۔ امام قرطبیؒ اور بعض دیگر مفسرین نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ نیز امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ

((فَأَثْبَتَ كُفْرَهُمْ بِتَعْلِيمِ السِّحْرِ))[1]

''یعنی اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو کافر اس لئے قرار دیا کہ وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے۔''

اسی طرح قرآن مجید کی اسی آیت میں یہ بھی ہے کہ ہاروت اور ماروت کے پاس جب لوگ جادو سیکھنے کے لئے جاتے تو ہاروت و ماروت ان سے کہتے ﴿إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾[البقرة:١٠٢]

''ہم تو آزمائش کے لئے ہیں لہٰذا تم (یہ جادو کا علم سیکھنے کی وجہ سے) کفر کے مرتکب نہ بنو۔''

اس آیت میں بھی جادو سیکھنے کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

((فعرفوا ان السحر من الکفر))[2]

(١) تفسیر قرطبی، ج٢ص٤٣۔

(٢) تفسیر ابن کثیر، ج١ص٢١٤۔

''ہاروت اور ماروت نے بتادیا کہ جادو کفر کی ایک قسم ہے''۔

حافظ ابن حجرؒ اس آیت کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ

''اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جادو کا علم سیکھنا کفر اور اسے سیکھنے والا کافر ہے، چنانچہ جادو کی بعض صورتوں سے خود بخود یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان میں جنات وشیاطین اور ستاروں کی پرستش کی جاتی ہے، البتہ جادو کی وہ صورتیں جو شعبدہ بازی کی قبیل سے ہوں، انہیں سیکھنے سے اصلاً کفر لازم نہیں آتا''۔ (۱)

امام شوکانیؒ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں جادو سیکھنے یا کرنے کروانے کے عمل کو کفر قرار دیا ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ

''اس آیت: ﴿ وَلٰـكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ [سورۃ البقرۃ:۱۰۱] میں اللہ تعالیٰ نے جادو کو کفر قرار دیا ہے''۔ (۲)

جادو کی حرمت کے حوالے سے بعض صحیح روایات:

آئندہ سطور میں ہم ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جن میں صاف طور پر جادو کو یا تو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے یا پھر اسے شیطانی اور کفریہ عمل کہا گیا ہے۔

(۱): ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ)) (۳)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے اجتناب کرو، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! وہ کون سی چیزیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

۱- اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا

(۱) فتح الباری، ج ۱۰ ص ۲۲۴۔

(۲) المحلی، از: ابن حزم، ج ۲ ص ۲۲۴۔

(۳) صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب رمی المحصنات، ح ۶۸۵۷۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، ح ۲۵۸۔ سنن ابی داؤد، ح ۲۸۷۴۔ سنن نسائی، ح ۳۶۷۳۔ المعجم الکبیر، ج ۱۷ ص ۱۰۲۔

۲- جادو کرنا کروانا یا سیکھنا سکھانا
۳- کسی کو ناحق قتل کرنا
۴- سود کھانا
۵- یتیم کا مال ناحق ہڑپ کرنا
۶- میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنا
۷- معصوم پاکدامن مومنہ عورتوں پر برائی کی تہمت لگانا''۔

(۲) : ((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ وَ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ وَمَنْ عَقَدَ عُقْدَةً وَمَنْ أَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ))[1]۔

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو بدفالی لے یا اس کے لئے بدفالی لی جائے یا جو کاہن بنے یا جس کے لئے کہانت کا عمل کیا جائے یا جو جادو کرے یا جادو کروائے۔ اور جو شخص گرہ لگائے یا کسی عامل کے پاس آئے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو گویا اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے''۔

جادو کرنے کروانے والے کے پاس جانا جب اتنا شدید گناہ ہے تو اس شخص کے بارے میں خود ہی فیصلہ کر لیجیے جو خود یہ عمل کرتا ہے۔ ہمارے ہاں خواتین میں یہ بیماری زیادہ ہے وہ دوسروں پر جادو ٹونہ کرنے کے لیے جادوگروں اور عاملوں کے گرد چکر کاٹتی ہیں۔ ایمان بھی ضائع کرتی ہیں اور عصمت و دولت بھی۔

(۳) : ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً ثُمَّ نَفَثَ فِيهَا فَقَدْ سَحَرَ وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ أَشْرَكَ))[2]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے گرہ لگائی پھر اس میں پھونکا تو گویا اس نے جادو کا عمل کیا اور جس نے جادو کیا اس نے درحقیقت شرک کیا''۔

---

(۱) مسند بزار، ح ۳۰۴۳۔ المعجم الکبیر، ج۱۸ ص ۳۵۵۔ مجمع الزوائد، ج۵ ص ۱۱۷۔ حاکم، ج۱ ص۸۔ الترغیب والترھیب، ح ۴۴۶۷۔ صحیح الجامع الصغیر، ح ۵۴۳۵۔

(۲) سنن نسائی، کتاب التحریم، باب الحکم فی السحرۃ، ح ۴۰۸۴، حسن بشواھدہ۔

یعنی جو جادوئی عملیات میں پڑ گیا تو پھر سمجھو وہ کفر وشرک کی دلدل میں جا گرا۔

(٤) : ((عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَایَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ ؛ مُدْمِنُ خَمْرٍ وَ قَاطِعُ رَحِمٍ وَ مُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ))[1]

''حضرت ابوموسیٰ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''تین شخص جنت میں نہیں جائیں گے:

١- دائمی شراب خور

٢- رشتہ داری توڑنے والا

٣- اور جادو کو جائز سمجھنے والا''۔

ایک صاحب جو جادوٹونے کے مؤثر ہونے کے منکر تھے، نے اس حدیث کے آخری جملہ یعنی مُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ کا بڑا غلط مفہوم لیا، ان کے بقول اس کا معنی ہے کہ جادو کو پرتاثیر اور حقیقت سمجھنے والا جنت میں نہیں جائے گا، حالانکہ یہ بات صریح غلط ہے، اس لیے کہ جادو کا ایک حقیقت اور پرتاثیر ہونا خود قرآن اور دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ بالتفصیل پیچھے گزر چکا ہے۔ باقی رہا اس حدیث کے آخری جملہ کا مطلب تو وہ یہ ہے کہ اسے جائز سمجھنے والا جنت میں نہیں جائے گا، اس لیے کہ وہ ایک حرام چیز کو حلال سمجھ رہا ہے اور اس کی سزا اسے ملے گی۔

(٥) : ((عَنْ صَفِيَّةَ عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَاَلَهُ عَنْ شَیْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً))[2]

''حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ایک زوجہ مطہرہؓ [یعنی خود حضرت صفیہؓ ہی] فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی عراف (کاہن رعامل رجادوگر وغیرہ) کے پاس آیا اور اس سے کسی (غیبی) چیز کے متعلق سوال کیا، تو اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوگی''۔

(١) مسند احمد، ج٤ ص٣٩٩۔ ابن حبان، ح٦١٣٧۔ مسند ابی یعلیٰ، ح٧٢٤٨۔ مستدرک حاکم، ج٤، ص١٤٦۔ مجمع الزوائد، ج٥ ص٧٤۔ امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو امام احمد، ابویعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور احمد اور ابویعلیٰ کی روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(٢) صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة واتیان الکهان...... ح٢٢٣٠۔ مسند احمد، ج٤، ص٦٨۔ حلیة الاولیاء، ج١٠، ص٤٠٦۔ سنن بیهقی، ج٨، ص١٣٨۔ المعجم الاوسط، ح١٤٢٤۔ مجمع الزوائد، ج٥، ص١١٨۔ مسند بزار، ح٣٠٤٥۔ صحیح الجامع الصغیر، ح٥٩٤٠۔

(٦) : ((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِی ﷺ قَالَ: مَنْ اَتٰی کَاهِناً اَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ))

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کاہن یا عراف (عامل/جادوگر وغیرہ) کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو گویا اس نے اس چیز (دین) کا کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔''[1]

گزشتہ آیات واحادیث سے ثابت ہوا کہ جادو کا سیکھنا سکھانا اور کرنا کروانا کفریہ کام ہے۔



(۱) مسند احمد، ج۲ ص ٤٢٩۔ مستدرك حاکم، ج۱ ص۸۔ امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ارواء الغلیل، ج۵ ص ٦٩۔ صحیح الجامع الصغیر، ح۵۹۳۹۔ شیخ البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

[6].....جادو کا توڑ جادو کے ذریعے؟

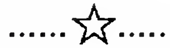
جادو کا علاج جادو کے ذریعے بھی کیا جاتا ہے مگر شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جادو کا توڑ جادو کے ذریعے کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هی من عمل الشيطان))[1]

''یہ شیطانی طریقہ ہے''۔

البتہ قرآن وسنت کے وظائف واوراد پر مشتمل دم وغیرہ کے ذریعے جادو کا علاج کرنا جائز اور مسنون ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب جادو کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معوذتین کے ساتھ علاج کیا گیا۔ اس لئے تمام اہل علم نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ جادو کا علاج دم وغیرہ کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔

آئندہ صفحات میں جادو اور جنات وغیرہ کا صحیح اور مشروع روحانی علاج معالجہ کا مکمل طریقہ ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ!



(۱) مسند احمد، ج۳، ص۲۹۴۔ سنن ابی داؤد، ح۳۸۶۸۔ مصنف عبدالرزاق، ح۱۹۷۶۲۔ حاکم، ج۴، ص۴۱۸۔ السنن الکبریٰ، للبیهقی، ج۹، ص۳۵۱۔ ابن ابی شیبہ، ج۷، ص۳۸۷۔ حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیے: فتح الباری، ج۱۰، ص۲۳۳۔

[7]....جادوگر کی سزا

جمہور فقہاء وعلماء اسلام کا جادوگر کے بارے میں بالعموم یہ نقطہ نظر رہا ہے کہ جادوگر کی سزا قتل ہے، یا تو اس لیے کہ وہ جادوئی عملیات کے ذریعے کفر کرتا ہے اور کفر کی وجہ سے مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد ہونے کی بنیاد پر اس کی سزا قتل ہے۔ یا یہ سزا اسے اس بنیاد پر دی جائے گی کہ اس کے جادو سے لوگ تکلیفیں اور اذیتیں اٹھا کر ہلاکت سے دوچار ہوتے ہیں یا یہ سزا اس لیے ہے کہ لوگوں کو اس کے شر سے بچانے کے لیے اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں جن دلائل کو پیش کیا جاتا ہے، ان میں ایک تو یہ حدیثِ نبویؐ ہے:

((عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ))(۱)

''حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جادوگر کی سزا قتل ہے''۔

اس روایت کی صحت پر کلام ہے۔ امام ترمذی نے اپنی جامع میں اسے روایت کیا ہے اور روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

''صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے موقوفاً (یعنی خود صحابی کا قول نہ کہ حدیث نبیؐ) مروی ہے۔ لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کا اس حدیث (مذکور مسئلہ) پر عمل رہا ہے اور امام مالکؒ کا بھی یہی موقف ہے (کہ جادوگر کو بہرصورت قتل کیا جائے گا) جبکہ امام شافعیؒ کا موقف یہ ہے کہ جادوگر کو اس وقت قتل کیا جائے گا جب اس کا جادو کفر کی حد تک پہنچ چکا ہو لیکن اگر اس کا جادو کفر تک نہ پہنچا تو ہو تو پھر اسے قتل نہیں کیا جائے گا''۔(۲)

صحابہ کرام کے حوالے سے مروی ہے کہ انہوں نے جادوگروں کو قتل کیا تھا مثلاً:

ا)......حافظ ابن کثیرؒ امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

(۱) جامع الترمذی، ابو اب الحدود، باب ماجاء فی حد الساحر، ح۱۴۶۰۔ مستدرك حاکم، ج٤ص ٣٦٠۔ دارقطنی، ج٣ص ١١٤۔ السنن الکبریٰ للبیهقی، ج٨ص ١٣٦۔

(۲) جامع الترمذی ایضاً۔

((صح عن ثلاثة من اصحاب النبی فی قتل الساحر))(۱)

''تین صحابہ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے جادوگروں کو (جادو کی پاداش میں) قتل کیا تھا۔''

۲)......اسی طرح حضرت بجالہؒ فرماتے ہیں کہ

''ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک (حکم نامہ بذریعہ) خط پہنچا کہ

((اقتلوا کل ساحر فقتلنا ثلاث سواحر))(۲)

''ہر جادوگر کو قتل کی سزا دو''۔ چنانچہ ہم نے ایک ہی دن میں تین جادوگر قتل کیے۔''

۳)......اسی طرح ایک روایت میں ہے:

''حضرت حفصہؓ کی ایک لونڈی نے ان پر جادو کروایا تو حضرت حفصہؓ نے اسے قتل کی سزا دلوائی''۔(۳)

۴)......امام بخاریؒ نے اپنی کتاب التاریخ الکبیر میں اور بعض اور اہل علم نے بھی اپنی تصنیفات میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ابوعثمان نہدیؒ فرماتے ہیں:

''ولید بن عقبہ کے پاس ایک شخص جادوئی عملیات دکھا رہا تھا، اس نے جادو کے ذریعے یہ دکھایا کہ اس نے ایک شخص کو ذبح کر کے اس کا سر تن سے جدا کر دیا ہے، ہمیں یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا مگر اس نے پھر اس کا سر واپس جوڑ دیا۔ پھر ایک صحابی حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے اس جادوگر کو قتل کر دیا۔''(٤)

بعض روایات میں ہے کہ ولید بن عقبہ کے حکم سے اس جادوگر کو پہلے قید میں ڈالا گیا اور بعد میں اسے قتل کیا گیا۔(٥)

---

(۱) تفسیر ابن کثیر، ج۱ ص ۲۱۵۔

(۲) مصنف عبدالرزاق، کتاب اللقطہ، باب قتل الساحر، ج۱۰ ص۱۷۹، ۱۸۱۔ دارمی، ج۱ ۲۵۰۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحدود، ج۱۰ ص۱۳٦۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۸ ص۱۳٦۔ سنن سعید بن منصور، ج۲ ص۹۰۔ مسند بزار، ح۱۰٦۰۔ ابو یعلیٰ، ح۸٦۰۔ بغوی، ح۲۷۵۰۔

(۳) مصنف عبدالرزاق، ایضاً۔ نیز دیکھیے: ابن ابی شیبہ، ج۹ ص٤۱٦۔ السنن الکبریٰ، ج۸ ص۱۳٦۔ تفسیر ابن کثیر، ج۱ ص۲۱۵۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اس روایت پر صحت کا حکم لگایا ہے۔

(٤) التاریخ الکبیر، للبخاریؒ، ج۲ ص۲۲۲۔ تاریخ الاسلام، للذہبیؒ، ج۳ ص۳۔

(٥) دیکھیے: دلائل النبوۃ، والسنن الکبریٰ، للبیہقی، ج۸، ص۱۳٦۔

محتاط رائے

بعض علماء احتیاط کے پیش نظر یہ رائے رکھتے ہیں کہ جادوگر کو قتل کی سزا صرف اس صورت میں دی جائے گی جب اس کے جادو کے ذریعے کوئی شخص ہلاک ہوا ہو کیونکہ قصاص کے طور پر جادوگر کی سزا بھی قتل قرار پاتی ہے۔ یا قتل کی سزا جادوگر کو اس وقت دی جائے گی جب اس کا جادو اسے کفر وشرک کا مرتکب بنا چکا ہو اور اس نے اس سے سچی توبہ بھی نہ کی ہو۔ اور اگر وہ توبہ کر لے یا اس کا جادو کفر وشرک تک نہ پہنچا ہو اور نہ ہی اس کے جادو سے کوئی شخص قتل ہوا ہو تو پھر اسے قتل کے علاوہ حسبِ حال کوئی اور سزا دی جائے گی۔ اور یہی رائے زیادہ قوی اور محتاط ہے۔

[8]....جادوگر کی توبہ

کیا جادوگر کو سزا دینے سے پہلے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا یا بغیر مطالبہ کیے اسے قتل کر دیا جائے گا؟

اس مسئلہ میں بھی اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک جادوگر سے توبہ کی اپیل کئے بغیر ہی اسے اس کے جادو کی وجہ سے قتل کی سزا دی جائے گی جبکہ بعض اہل علم کے نزدیک اگر جادوگر نے اپنے جادو کے ذریعے کسی کو قتل نہیں کیا تو پھر اسے سزا دینے سے پہلے توبہ کا حکم دیا جائے گا اور اگر وہ توبہ کر لے تو اسے قتل کی سزا نہیں دی جائے گی۔[1]

یہی آخری رائے قوی ہے، اس لیے کہ سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور قرآن وسنت کے مستند دلائل سے ثابت ہے کہ مشرک بھی اپنے شرک سے سچی توبہ کر لے تو اس کا گناہ معاف کر دیا جاتا ہے، لہٰذا جب سچی توبہ کے ذریعے شرک جیسا گناہ معاف ہو سکتا ہے تو جادو کا گناہ تو بالاولیٰ معاف ہو سکتا ہے بشرطیکہ حقوق العباد کے ضمن میں اس پر کوئی ایسا حق اور دعویٰ نہ ہو جو اسے قتل کا مجرم ثابت کرتا ہو۔



(۱) فتح الباری، ج ۱ص ۲۲٤۔ شرح مسلم للنووی، ج ۱ص ۳٦٦۔

باب۲

منکرین جادو اور ان کے اعتراضات کا بیان

گزشتہ صفحات میں قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ جادو ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ جو لوگ قرآن وحدیث کے ان دلائل کو سمجھنے میں مختلف شبہات کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہوئے، ان کی تشفی کے لیے ان شبہات کا ازالہ بھی ساتھ ساتھ کر دیا گیا ہے، لہٰذا اس تفصیل کا یہاں اعادہ نہیں کیا جائے گا، البتہ اس سلسلہ میں منکرین جادو کے چند مزید اعتراضات اور ان کے جوابات یہاں پیش کیے جا رہے ہیں تا کہ یہ بحث ممکنہ حد تک مکمل ہو جائے۔

۱)...... جادو کو تسلیم کرنا شرک ہے؟

جادو کی حقیقت کا انکار کرنے والے اس سلسلہ میں ایک اعتراض یہ کرتے ہیں کہ ''اگر یہ مان لیا جائے کہ جادو ایک حقیقت ہے اور جادو کے ذریعے کسی کو بیمار کرنا، یا اذیت پہنچانا، یا قتل کر دینا، یا بچوں کی پیدائش روک دینا ممکن ہے تو پھر اس میں اور شرک میں کیا فرق باقی رہا کیونکہ غیر اللہ سے نفع ونقصان کا ایسا ہر عقیدہ شرک ہی تو ہے۔''

اسی طرح بعض لوگ جادو کو اس لیے نہیں مانتے کہ ''جادو کے ذریعے جتنے دعوے کیے جاتے ہیں وہ سب مافوق الاسباب امور سے تعلق رکھتے ہیں اور اگر کوئی شخص خواہ وہ جادوگر ہو یا کوئی اور، یہ دعویٰ کرے کہ میں مافوق الاسباب کام کر سکتا ہوں تو یہ بھی شرک ہے اور جو کام بذات خود شرک ہو، اسے کیسے مانا جا سکتا ہے!''

جواب:

یہ دونوں اعتراض تقریباً ایک جیسے ہیں، اب ذیل میں ان دونوں کا جواب ملاحظہ فرمائیے:

اگر تو کوئی یہ سمجھے کہ جادو بذات خود مؤثر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ واختیار کو اس میں کوئی عمل دخل حاصل نہیں تو پھر یقیناً یہ چیز شرک کے زمرے میں آئے گی خواہ یہ سوچ کسی کلمہ گو مسلمان ہی کی کیوں نہ ہو مگر یہ اچھی طرح یاد رکھیے کہ جادو کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر یہ نہیں ہے، بلکہ یہ ہے کہ جادو بھی دیگر اسباب کی

طرح ایک سبب ہے اور یہ سبب بھی اللہ کے اذن واختیار کے بغیر مؤثر نہیں ہوسکتا۔ اسے سمجھنے کے لیے ایک مثال ملاحظہ فرمایئے:

زہر ایک موذی چیز ہونے کی وجہ سے ہلاکت کا سبب بنتی ہے، لہٰذا جو جاندار بھی زہر کھائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا کیونکہ زہر میں ہلاکت کی یہ تاثیر قدرتی طور پر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے مگر اللہ چاہے تو کوئی جاندار انتہائی زہریلی چیز کھانے کے باوجود بچ بھی سکتا ہے۔ اور اگر زہر کی طبی تحقیق کر کے دیکھا جائے کہ یہ ہلاکت کا سبب کیوں بنتا ہے تو اس کی کئی وجوہات واَسباب سامنے آتے ہیں اور یہ اَسباب روزِ اول سے انسان کو معلوم نہیں تھے بلکہ صدیوں کی تحقیقات ومشاہدات کے ساتھ رفتہ رفتہ معلوم ہوئے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص زہر کی ہلاکت خیزی کی وجہ سے اسے بذات خود ایک مؤثر حقیقت مان لے اور اسے اللہ تعالیٰ کے ارادہ واختیار کے تابع نہ سمجھے تو وہ صریح غلطی پر ہے اور اس کی اس غلطی کی نشاندہی مذہبی نقطہ نظر ہی سے کی جائے گی۔ اسی طرح جو شخص اس کی ہلاکت خیز تاثیر کے بارے میں سن کر اسے اللہ کا شریک اور مدمقابل چیز سمجھتے ہوئے سرے سے اس کا انکار ہی کر دے تو وہ بھی غلطی پر ہے اور اس کی اس غلطی کی نشاندہی بلا تفریق مذہب ہر صاحب علم کرے گا کیونکہ وہ ایسی چیز کا انکار کر رہا ہے جو ہزار ہا لوگوں کے تجربہ ومشاہدہ سے گزر چکی ہے۔

اسی طرح جادو بھی نقصان پہنچانے والی ایک سببی چیز ہے اور اس کی تائید اول تو مذہبی نقطہ نظر سے ہوتی ہے اور دوم اس بات سے ہوتی ہے کہ ہزار ہا لوگوں نے مشاہدہ وتجربہ سے بھی اسے معلوم کیا ہے۔ ان میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جن کی سچائی، اخلاص اور تقویٰ پر شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔

علاوہ ازیں جادوگر کے بارے میں یہ سمجھنا کہ وہ مافوق الاسباب امور میں عمل دخل کی طاقت رکھتا ہے، فی الواقع ایسا نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جادو کا عمل بالعموم جنات کی مدد سے ہوتا ہے۔ جنات وشیاطین ماہر جادوگروں کے پاس آتے جاتے ہیں، ان کے کئی کام انجام دیتے ہیں، انہیں مختلف خبریں پہنچاتے ہیں، ضرورت پڑنے پر ان کے سامنے کسی محسوس شکل میں بھی آجاتے ہیں مگر ایک پوشیدہ مخلوق ہونے کی وجہ سے جنات چونکہ ہمیں نظر نہیں آتے، یا مختلف علامتوں کے ذریعے اپنے وجود کا ہمیں احساس نہیں دلاتے، اس لیے ہم سمجھتے ہیں شاید جادوگر جو ہماری ہی طرح ایک عام سا انسان ہے، وہ مافوق الاسباب قسم کے کام کر رہا ہے، حالانکہ وہ اس طرح کا کوئی کام نہیں کرتا اور نہ اس کے لیے ایسا کرنا ممکن ہے بلکہ جنات وشیاطین اس

کے لیے عجیب وغریب کام انجام دیتے ہیں۔ اور جنات وشیاطین کا بھی ہر کام مختلف اسباب ہی کے ساتھ معلق ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انہیں انسانوں کی نسبت کچھ زیادہ طاقت اور اختیارات دیے گئے ہیں اور دوسرا یہ کہ ان کے کام کی نوعیت ہمارے سامنے واضح نہیں ہوتی۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ شاید ان کے ذریعے انجام پانے والا عمل ظاہری اسباب کا محتاج نہیں ہے۔

اب یہی بات ذرا واقعاتی ومعروضی حقائق کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں:

آپ سنتے ہیں کہ جادو کے ذریعے صحت مند کو بیمار یا قتل کیا جا سکتا ہے۔ محبت ومودت کو بغض وعداوت، خوشحالی کو بدحالی اور کامیابی کو ناکامی میں بدلا جا سکتا ہے۔ چلتے کاروبار کو بند کیا جا سکتا ہے۔ شادی اور بچوں کی پیدائش میں رکاوٹ ڈالی جا سکتی ہے، تو بظاہر یہ عجیب سا محسوس ہوتا ہے مگر اس کی وجوہات اگر سمجھ آ جائیں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے تو پھر یہ عجیب محسوس نہیں ہوگا۔ اور ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ جنات وشیاطین ان کاموں میں جادوگر کی مدد کر رہے ہوتے ہیں مثلاً جادوگر کا جادو اگر کامیاب ہو جائے اور جنات وشیاطین اس کی مدد کے لیے تیار ہو جائیں تو ہوتا یہ ہے کہ جنات وشیاطین متعلقہ شخص کو تنگ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے فکر واحساس، قلب ونظر اور قویٰ پر قبضہ جما کر اسے اپنے تابع کر لیتے ہیں۔ انسان کی قوت متخیلہ متاثر ہو تو قوائے جسمانی خود بخود متاثر ہونے لگتے ہیں، چنانچہ جسم کے مختلف حصوں میں ناقابل تشخیص درد اٹھنے لگتی ہے۔ نظام انہضام متاثر ہوتا ہے تو صحت روبہ زوال ہونے لگتی ہے، قوت متخیلہ متاثر ہوتی ہے تو دیگر مسائل کے علاوہ میاں بیوی کے باہمی تعلقات میں ناقابل فہم بندش واقع ہونے لگتی ہے۔ اب ایک شخص اس طرح کی عجیب وغریب بیماری میں مبتلا ہو جائے تو صاف ظاہر ہے نہ وہ صحیح طور پر کاروبار میں محنت کر سکے گا، نہ گھر بار اور دوست احباب کے تقاضے پورے کر سکے گا، نہ ازدواجی وخانگی ذمہ داریاں پوری کر سکے گا اور نہ ہی اپنے لیے سکون اور اطمینان محسوس کرے گا۔ اب اس کا نتیجہ ظاہر ہے، یہی ہوگا کہ اس کے تمام شعبہ ہائے زندگی متاثر ہوں گے اور اگر بروقت اور مناسب طریقے سے ان جادوئی اثرات کا علاج نہ کیا جائے یا جادوئی عملیات کا مسلسل حملہ ہوتا رہے تو یہی پریشانیاں اور بیماریاں انسان کی موت کا سبب بن جاتی ہیں۔

اسی طرح جنات وشیاطین جسم کے اندر نفوذ کر جائیں تو اور مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں مثلاً عورت کے نظام تولید پر اگر یہ اثر انداز ہونے میں کامیاب ہو جائیں تو اس سے بچوں کی پیدائش میں رکاوٹ یا ماں کے

پیٹ میں بچوں کی موت جیسے مسائل بھی واقع ہونے لگتے ہیں۔اب ان حقائق کو سمجھنے والا ان چیزوں کو ہرگز مافوق الاسباب امور نہیں سمجھتا اور جسے ان حقائق سے آگاہی نہ ہو وہ کم علمی کی بنیاد پر اس بارے اس طرح کی باتیں کرسکتا ہے یا ان چیزوں کا انکار بھی کرسکتا ہے کیونکہ یہ اس کے علم ومشاہدہ میں نہیں آئیں۔

میں بذات خود ایسے کئی مریضوں کو جانتا ہوں جنہیں ان مسائل کا سامنا رہا اور مدتوں رہا طبی دنیا میں ان کا مسئلہ ڈاکٹروں اور حکیموں کی سمجھ میں نہیں آیا اور ایسے مسائل چونکہ ایک غیبی مخلوق (جنات وشیاطین) کی مدد سے انجام پارہے ہوتے ہیں،اس لیے سائنسی تحقیقات سے یہ ہمیشہ بالا رہتے ہیں۔ایسے ہی ایک جوڑے کا میں نے علاج بھی کیا اور اللہ کے حکم سے انہیں شفا ملی۔اب ان کے گھر اولاد کی رونق بھی ہے۔

میں یہاں ایک اور حقیقت بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں،وہ یہ کہ بعض اوقات جنات وشیاطین کی مدد کے بغیر بھی جادو اپنا کام دکھاتا ہے۔اگرچہ زیادہ تر اہل علم اس بارے یہی رائے رکھتے ہیں کہ جادو ہمیشہ جنات وشیاطین کی مدد سے اثر کرتا ہے مگر میرا علم ومشاہدہ اس بارے یہ کہتا ہے کہ بعض اوقات جادوئی عملیات جنات وشیاطین کی مدد کے بغیر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔لیکن ایسا کس طرح ہوتا ہے کہ جادوگر کے منہ سے نکلے ہوئے جادوئی منتر اور تعویذ گنڈے بلاواسطہ کسی شخص کو متاثر کر دیں،تو اس کی توجیہ ابھی تک کوئی پیش نہیں کر سکا۔یقیناً اس کے پیچھے بھی کوئی نہ کوئی اسباب ضرور ہوں گے اور ہوسکتا ہے وہ جنات وشیاطین ہی کی مدد کی کوئی صورت ہو مگر اس کے واضح نہ ہونے کا بھی یہ مطلب نہیں کہ ہم اس بنیاد پر جادو کی حقیقت کا انکار کر دیں۔ورنہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ آپ کائنات کے ان تمام حقائق کا انکار شروع کر دیں جن کی توجیہات آپ کے لیے پوشیدہ ہیں اور یہ صریح حماقت ہوگی!

۲)......جادو کوئی سائنٹفک حقیقت نہیں ہے

بعض لوگ جادو کے وجود کا محض اس لیے انکار کر دیتے ہیں کہ اس کا کوئی ایسا سائنٹفک پروف نہیں ہے کہ جسے دو اور دو چار کی طرح تسلیم کرنا ممکن ہو۔

جواب

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جادو کے بارے میں ابھی تک کوئی سائنٹفک پروف سامنے نہیں آیا لیکن سوال یہ ہے کیا کسی چیز کو ماننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی کوئی سائنٹفک حقیقت ہو یا سائنسی بنیادوں پر اس

کا ثبوت فراہم کیا جا سکتا ہو۔ ایک دہریہ، مادہ پرست اور خدا کا منکر تو یہ بات کر سکتا ہے مگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص اس دلیل سے اتفاق نہیں کر سکتا کیونکہ ایک مومن کا عقیدہ شروع ہی غیبیات پر ایمان سے ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان، روز آخرت پر ایمان، حیات بعد الممات اور سزا و جزا پر ایمان، فرشتوں پر ایمان وغیرہ۔ یہ چیزیں ایسی ہیں جن کی سائنسی بنیادوں پر معقول توجیہ اور دلیل پیش کرنا مشکل ہے بلکہ بعض کی توجیہ تو پیش ہی نہیں کی جا سکتی۔

اسی طرح انبیاء و رسل کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جو معجزات ظاہر فرمائے، وہ بھی سائنسی پیمانوں اور مادی اصولوں پر پورا نہیں اتر سکتے کیونکہ معجزہ تو کہتے ہی اسے ہیں جو سائنسی و مادی (طبعی) اصولوں سے ہٹ کر خالصتاً اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہوں۔ اب مسلمانوں میں سے بھی جو لوگ ہر چیز کو سائنسی پیمانوں پر جانچتے ہیں، وہ جادو ہی نہیں معجزات وغیرہ کے بھی صاف منکر ہیں۔

پھر یہ حقیقت بھی سامنے رہنی چاہیے کہ ہر چیز کو سائنسی پیمانوں پر ماپنے والے بھی بہت سی ایسی چیزوں کو ماننے پر مجبور ہیں جن کی ابھی تک کوئی سائنٹفک توجیہ نہیں کی جا سکی۔ انسان کے غور و فکر کا منبع کیا ہے اور وہ کس طرح غور و فکر کا کام انجام دیتا ہے؟ انسان کی روح کیا ہے، کہاں سے آئی اور نکل کر کہاں چلی جاتی ہے، اس روح کو کیسے پکڑا اور قابو کیا جا سکتا ہے یہ سب باتیں ابھی تک سائنسی تحقیقات سے بالا ہیں اور ایک معمہ ہونے کے باوجود انہیں مادہ پرستوں میں بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔

۳)...... جادو صرف ہندو پاک میں ہے، کہیں اور کیوں نہیں؟

بعض لوگ جادو کا انکار کرتے ہوئے ایک اعتراض یہ بھی کرتے ہیں کہ جادو اگر اتنی خطرناک چیز ہے تو پھر ہندو پاک کے علاوہ باقی دنیا میں اسے کام میں کیوں نہیں لایا جاتا۔

جواب

یہ اعتراض دراصل کم علمی پر مبنی ہے کیونکہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہندو پاک کے علاوہ باقی دنیا میں بھی جادو کو کام میں لایا جاتا رہا ہے اور اب بھی دنیا کے ہر خطے میں ایسے لوگ موجود ہیں جو جادو کو ایک حقیقت سمجھتے ہیں۔ مغربی دنیا میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی موجودہ ترقی کے باوجود ایسے لوگ موجود ہیں جو جادوئی عملیات کی تاثیر کے قائل ہیں۔ زیادہ تر عقل پرست ہی ایسی چیزوں کا انکار کرتے ہیں وہ خواہ مغربی

ممالک کے عقل پرست ہوں یا مشرقی ممالک کے۔لیکن اس کے باوجود یہود ونصاریٰ میں سے مذہبی سوچ رکھنے والے لوگ جادو کے قائل ہیں،اس لیے کہ ان کی مذہبی کتابوں میں اسے بطور ایک حقیقت کے پیش کیا گیا ہے لیکن جادو کرنے کروانے کو انتہائی ناپسند کیا گیا ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ ان کے بہت سے مذہبی سکالر نہ صرف جادو جنات کی تاثیر کے قائل ہیں بلکہ وہ ان چیزوں کے توڑ کے لیے روحانی علاج معالجہ کا کام بھی کرتے ہیں۔

منکرین جادو اگر اس سلسلہ میں مزید تشفی چاہتے ہوں تو وہ شکاگو(امریکہ) سے شائع ہونے والا مشہور و معروف مخزن علوم یعنی 'انسائی کلوپیڈیا بری ٹے نیکا'(Encyclopedia Britannica) کا جادو سے متعلقہ حصہ ملاحظہ کرلیں،یقیناً انہیں اس تاریخی حقیقت سے متعلقہ ایسے بیانات مل جائیں گے کہ ہر دور، مذہب اور ہر خطے میں جادو کے قائلین موجود رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔مزید تفصیل کے لیے درج ذیل کتب بھی دیکھی جاسکتی ہیں:

1- Encyclopedia of Religion and Ethics.

2- Encyclopedia of Religion.

3- Unclean Spirits:Possession and Exorcism in France and England,(Author: D.P.Walker) Scholor press, London.

4- The Christian Healing Ministry (Author:Maddocks,Morris) London: SPCK,1981.

5- Diabolical Possession and Exorcism.



باب ۳

جنّات وشیاطین کا بیان

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جادوگر اور جنات میں باہمی تعلق یا رابطہ ہوتا ہے حتیٰ کہ جادو کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانے کے لیے جنات وشیاطین ہی بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی جادوگر اس وقت تک صحیح معنوں میں اپنے کالے علم (جادو) میں کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ جنات کے ساتھ گہرا تعلق نہ استوار کر لے۔ لہٰذا جس جادوگر نے کسی شیطان کے ساتھ دوستی کر لی ہو یا کسی نہ کسی طرح اسے راضی کر رکھا ہو، اسے اپنے میدان میں بہت جلد عروج مل جاتا ہے اور اس کا شیطان جن، جس قدر مضبوط اور طاقتور ہوتا ہے اسی قدر اس کا جادو زور آور ثابت ہوتا ہے۔ جادوگروں کی اصطلاح میں انہی شیطانوں کا مؤکل کہا جاتا ہے۔

لوگوں کو تکلیف پہنچانے کے لیے جادوگروں کا چونکہ ان جنوں اور شیطانوں کے ساتھ گہرا اور براہِ راست تعلق ہوتا ہے اور جادو جنات کے علاج کے طریقے بھی قریب قریب ملتے جلتے ہیں، اس لیے جنوں کے حوالے سے کچھ بنیادی معلومات پہلے پیش کی جا رہی ہیں۔ اس کے بعد جادو اور جنات کے توڑ کا قرآنی و روحانی علاج معالجہ پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ!

جنوں کا وجود:

بعض لوگ محض اس بنیاد پر جنوں کے وجود سے انکار کرتے ہیں کہ..... ''اگر جن موجود ہیں تو ہمیں دکھائی کیوں نہیں دیتے......!''

یہ فضول اعتراض ہے، اول تو اس لیے کہ اگرچہ جنات عام طور پر انسانوں کو دکھائی نہیں دیتے بلکہ جنات کو جن کہا بھی اسی لئے جاتا ہے کہ وہ نظروں سے مخفی اور پوشیدہ رہتے ہیں[1] لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست

(۱) دیکھیے: لسان العرب و کتب لغات بذیل مادہ 'جن'۔ اور قرآن مجید میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ﴿إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾ (سورۃ الاعراف، ۲۷) ''وہ (شیطان) اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے''۔

نہیں کہ "یہ چونکہ دکھائی نہیں دیتے، اس لیے ان کا وجود ہی نہیں"۔ کیونکہ یہ بات حقائق کے خلاف ہے۔ بے شمار چیزیں ہمیں دکھائی نہیں دیتیں مگر اس کے باوجود ہم ان کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیں اس وقت دنیا میں دکھائی نہیں دیتی مگر اس کے باوجود ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسی طرح فرشتے، جنت، جہنم، روح وغیرہ بے شمار ایسی چیزوں کو ہم تسلیم کرتے ہیں جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

قرآن مجید میں واضح طور پر جنوں کے وجود کی تصدیق کی گئی ہے۔ چند آیات اور احادیث ہم ذیل میں ذکر کر رہے ہیں، جبکہ اس باب میں اس کے علاوہ بے شمار آیات اور احادیث اپنی جگہ پر آئیں گی۔

(۱) : ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾[سورة الذاريات:٥٦]

"میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔"

(۲) : ﴿ قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ﴾[الجن:١]

"(اے نبیؐ!) آپ فرما دیجیے کہ مجھے یہ وحی آئی ہے کہ جنوں میں سے بعض نے (مجھ سے قرآن) سنا پھر وہ (اپنی قوم کے پاس جا کر) کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے"۔

(۳) : ﴿ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ﴾[سورة الرحمٰن:٣٣]

"اے جن وانس کی جماعت! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکلنے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ لیکن تم بغیر قوت کے نہیں نکل سکتے۔"

(۴) : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھے کہ اچانک آپؐ ہم سے جدا ہو گئے۔ ہم نے مختلف وادیوں اور گھاٹیوں میں آپ ﷺ کو تلاش کیا مگر آپؐ نہ ملے، ہم نے سمجھا شاید آپ کو اغوا کر لیا گیا ہے یا آپؐ راستہ بھول گئے ہیں۔ ہم نے وہ رات بڑی تکلیف سے نکالی اور جب صبح ہوئی تو آپؐ غارِ حرا کی طرف سے تشریف لا رہے تھے۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو گم پا کر ہم تو ساری رات بڑا پریشان رہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جنوں کا قاصد آیا تھا اور میں اس کے ساتھ چلا گیا اور جنوں کو جا کر قرآن سنایا۔ پھر آنحضرت ﷺ ہمیں وہاں لے گئے اور جنوں کے پاؤں اور ان کی آگ کے نشانات ہم کو دکھائے"۔[1]

(۱) مسلم، كتاب الصلاة، باب الجهر بالقراءة في الصبح والقراءة على الجن، ح: [illegible]۔

(۵) : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤذن کی اذان کی آواز جو کوئی جن، انسان یا ذی روح چیز سنتی ہے، وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گی۔''[۱]

انسانوں کے علاوہ دیگر مخلوقات جنات وشیاطین کو دیکھتی ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيْكَةِ فَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ، فَإِنَّها رَأَتْ مَلَكًا، وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيْقَ الْحِمَارِ، فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ ، فَإِنَّهُ رَآىٰ شَيْطَانًا))

''جب تم مرغ کو بانگ دیتے سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو، کیونکہ اس نے [بانگ دیتے وقت] فرشتے کو دیکھا ہے۔ اور جب تم گدھے کو آواز نکالتے (ہینکتے) سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ اس نے (آواز نکالتے وقت) شیطان کو دیکھا ہے۔''[۲]

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم کتوں کو بھونکتے اور گدھوں کو ہینکتے ہوئے سنو تو اللہ کی پناہ طلب کرو کیونکہ یہ ان چیزوں (جنات وشیاطین) کو دیکھتے ہیں جن کو تم نہیں دیکھ پاتے۔''[۳]

جنات کو کب پیدا کیا گیا؟

جنات کو آج سے کتنی صدیاں پہلے پیدا کیا گیا، اس بارے ہمارے پاس کوئی مستند جواب نہیں، البتہ قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جنوں کو انسانوں کی تخلیق سے پہلے پیدا کیا گیا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴾ [سورۃ الحجر:۲۶،۲۷]

''یقیناً ہم نے انسان کو خشک مٹی سے، جو کہ سڑے ہوئے گارے کی تھی، سے پیدا کیا اور اس سے پہلے

(۱) صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الجن، ح۳۲۹۶۔

(۲) ایضاً، کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم غنم یتبع بھا شغف الجبال، ح۳۳۰۳۔ مسلم، ح۲۷۲۹۔

(۳) صحیح سنن ابی داؤد، للألبانی، ح۴۲۵۶۔

جنوں کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا تھا۔''

جنات کو کیوں پیدا کیا گیا؟

اللہ تعالیٰ نے جنوں کو بھی انسانوں ہی کی طرح اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور انسانوں کی طرح انہیں بھی یہ اختیار دیا ہے کہ چاہے تو وہ اللہ کی عبادت واطاعت کی راہ اختیار کریں اور چاہے تو سرکشی اور نافرمانی کی راہ اختیار کر لیں، لیکن جس طرح انسانوں میں سے بعض اس اختیار کو صحیح استعمال کرتے ہیں اور اللہ کی عبادت واطاعت کی راہ اپنا لیتے ہیں اور بعض کفر وفسق اور معصیتِ خداوندی کی راہ اختیار کر لیتے ہیں، اسی طرح جنوں میں سے بھی بعض جن اپنے ارادہ واختیار کی طاقت کو درست سمت میں استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے مطیعِ فرمان (یعنی مسلمان) بن جاتے ہیں جبکہ بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو سرکشی اور بغاوت کی راہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ خود قرآن مجید میں جنوں کا یہ قول مذکور ہے کہ

﴿ وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴾ [سورة الجن : ١٤، ١٥]

''ہاں، ہم میں بعض تو فرمانبردار (یعنی مومن) ہیں اور بعض ظالم ہیں، پس جو فرماں بردار ہو گئے، انہوں نے تو راہِ راست کا قصد کیا اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔''

جنات کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟

قرآن وسنت کے حوالے سے یہ بات ثابت ہے کہ جنوں کو آگ سے پیدا کیا گیا۔ اس کے چند دلائل درج ذیل ہیں:

(١) : ﴿ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ ﴾ [سورة الرحمٰن: ١٥]

''اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا ہے۔''

(٢) : ﴿ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ ﴾ [سورة الحجر: ٢٧]

''اور جنوں کو ہم نے اس (انسان) سے پہلے خالص آگ سے پیدا کیا۔''

(٣) : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے نور سے اور

جنات آگ سے پیدا کئے گئے ہیں اور آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تمہارے لیے بیان کر دی گئی ہے۔(یعنی مٹی سے)"[1]

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اگر جنوں کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے تو پھر انہیں جہنم کی آگ کا عذاب تو کچھ تکلیف نہیں دے گا کیونکہ یہ تو خود آگ ہیں۔ اس اشکال کو حل کرنے کے لیے اگرچہ بہت سے جواب پیش کیے گئے ہیں مگر ہمارے نزدیک اس کا مناسب جواب یہ ہے کہ جو گنہگار جن جہنم میں جائیں گے، انہیں عذاب دینا اللہ کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید نہیں۔ البتہ اس عذاب کی کنہ و حقیقت ہم نہیں جانتے!

جن اور شیطان میں فرق:

بعض اوقات جنوں کی جگہ شیطانوں کا اور شیطانوں کی جگہ جنوں کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جس سے یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک مخلوق ہیں یا دو الگ الگ مخلوقیں؟

بنیادی طور پر جن اور شیطان دونوں آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔ جنوں کے آگ سے پیدا ہونے کے دلائل گذر چکے ہیں جب کہ شیطان کے آگ سے پیدا کیے جانے کی دلیل خود شیطان کا یہ قول ہے جو قرآن مجید میں اس طرح مذکور ہے:

﴿ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴾ [سورة الاعراف: ١٢]

"شیطان نے کہا کہ میں اس (آدمؑ) سے بہتر ہوں کیونکہ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے"۔

شیطان نے یہ بات اس وقت کہی جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سمیت اسے بھی یہ حکم دیا تھا کہ سب آدمؑ کو سجدہ کرو، تو شیطان نے ازراہِ تکبر آگے سے یہ جواب دیا: 'مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے!'۔ یہ کہہ کر اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے بارے میں فرمایا:

﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ﴾ [سورة الكهف: ٥٠]

"وہ جنوں میں سے تھا پس اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی"۔

معلوم ہوا کہ جنات اور ابلیس کی جنس ایک ہی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اس بات کی

(١) مسلم، کتاب الزهد، باب فی احادیث متفرقة: ـ ٢٩٩٦ـ

صراحت ہے کہ ابلیس جنات میں سے ایک جن تھا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ﴾

[سورة الکهف : ۵۰]

''اور جس وقت ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ آدم کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ، پس سب سجدے میں گر پڑے، سوائے ابلیس کے۔ وہ جنات میں سے تھا، سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔''

اس آیت سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ شیطان جنوں میں سے تھا اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ فرشتہ ہرگز نہیں تھا۔لیکن بعض اہل علم کا خیال ہے کہ ''شیطان فرشتوں میں سے ایک نیک فرشتہ تھا پھر عبادت وریاضت کی بدولت بڑے عالی مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد متکبر بن چکا تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے آدم کے لیے سجدہ کرنے کا اسے حکم دیا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔''

لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شیطان کو فرشتوں میں شامل کرنا درج ذیل وجوہات کی بنا پر درست نہیں ہے:

۱۔ قرآن مجید میں شیطان کو جنوں کی جنس قرار دیا گیا ہے۔لہٰذا اسے فرشتہ قرار دینا قرآن مجید کے ان صریح نصوص سے مطابقت نہیں رکھتا۔

۲۔ قرآن وسنت میں کوئی ایک بھی ایسی واضح دلیل موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ شیطان جنوں میں سے نہیں بلکہ فرشتوں میں سے تھا۔

۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ کی عمومی رائے یہی تھی کہ شیطان جنوں میں سے تھا، البتہ ان میں سے بعض کی طرف بعض ایسی روایات منسوب ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان ابلیس فرشتوں کی جنس سے ہے لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر کی اسناد محل نظر ہیں۔ [۱]

۴۔ فرشتے نہ مذکر ہیں نہ مؤنث۔ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے۔ نہ نکاح کرتے ہیں اور نہ ہی ان میں توالد وتناسل کا کوئی سلسلہ ہے جبکہ جنات میں یہ ساری باتیں پائی جاتی ہیں۔اس پہلو سے جب ہم ابلیس شیطان کے بارے میں غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شیطان ابلیس کی اولاد بھی ہے، اس لیے یہ فرشتوں میں سے نہیں ہوسکتا۔شیطان کی اولاد کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا ہے:

﴿ أَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ ﴾ [سورة الکهف: ۵۰]

(۱) حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ان روایات پر کلام کیا ہے۔ دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ج۳، ص ۱۴۵۔۱۴۶۔

''کیا تم مجھے چھوڑ کر اس (شیطان) کو اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں''۔

گذشتہ بحث سے ثابت ہوا کہ جن اور شیطان دونوں بنیادی طور پر ایک ہی جنس (یعنی جنوں کی جنس) سے ہیں اور دونوں آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے جنات اور شیاطین میں کوئی فرق نہیں البتہ ایک دوسرے لحاظ سے ان دونوں میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ جنوں میں نیک و بد، مسلم و غیر مسلم ہر طرح کے جن پائے جاتے ہیں جبکہ شیاطین عام طور پر ان جنوں کو کہا جاتا ہے جو انتہائی بد، شریر، غیر مسلم اور کافر ہیں۔ گویا ہر وہ جن جو انتہائی سرکش، نافرمان اور اللہ تعالیٰ کا باغی ہو، اسے شیطان کہا جاتا ہے کیونکہ شیطان کا لغوی مطلب ہے: 'سرکش'۔ یہی وجہ ہے کہ انسانوں، جنوں اور جانوروں میں سے جو کوئی سرکشی کرے، اسے عربی لغت کی رو سے 'شیطان' کہہ دیا جاتا ہے۔[1]

چنانچہ سرکش اور باغی انسانوں کو شیطان قرار دیتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ [سورة الانعام: ١١٢]

''ہم نے شیطان صفت انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنایا۔ یہ دھوکا دہی کے لیے آپس میں ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی باتیں ڈالتے رہتے ہیں''۔

علاوہ ازیں صحیح مسلم کی اس روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''مدینہ کے کچھ جن مسلمان ہو گئے ہیں، تم میں سے جو شخص کوئی سانپ دیکھے تو اسے تین مرتبہ یہ کہے کہ وہ گھر سے نکل جائے اور اس کے باوجود اگر وہ نہ جائے تو اسے قتل کر دو کیونکہ وہ 'شیطان' ہے۔''[2]

گویا اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے سرکش جنوں کو 'شیطان' قرار دیا ہے۔

جنات کی اقسام:

جس طرح قوت و طاقت، عادات و صفات، رنگ و مذہب اور وطن و نسل کے لحاظ سے انسانوں کی مختلف اقسام ہیں، اسی طرح جنات کی بھی مختلف اقسام ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(١) ملاحظہ ہو: لسان العرب، بذیل مادہ 'شطن'۔

(٢) صحیح مسلم، کتاب السلام، ح ١٤١۔

”جنات تین قسم کے ہیں: (۱) ہوا میں اڑنے والے (۲) سانپوں اور کتوں کی شکل اختیار کر لینے والے، (۳) مختلف جگہ پڑاؤ اور کوچ کرنے والے۔“[1]

بعض اہل علم نے اپنے علم و تجربے کی بنیاد پر جنات کو مختلف اقسام و درجات میں تقسیم کیا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ ”جب جنات کا عمومی انداز میں تذکرہ ہو تو ان کے لیے جِنِّیٌ یا جِنٌّ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جب انسانوں کی آبادیوں میں بسنے والے جنات کا ذکر ہو تو ان کے لیے عَامِرٌ اور عَمَّارٌ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جب ان جنات کا بیان مقصود ہو جو بچوں کو تنگ کرتے ہیں تو ان کے لیے اَرْوَاحٌ (یعنی بدروحیں) کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جب خبیث اور ہٹ دھرم قسم کے جنات کا ذکر کیا جائے تو ان کے لیے شَیْطَانٌ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جب ان جنات کی خباثت اور سرکشی حد سے بڑھ جائے تو انہیں مَارِدٌ (سرکش) کا نام دیا جاتا ہے اور جو جنات قوت و طاقت اور طغیانی و سرکشی میں ان سے بھی بڑھ کر ہوں، انہیں عِفْرِیْتٌ کہا جاتا ہے۔“[2]

جنات کی خوراک

صحیح اَحادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جن بھی انسانوں کی طرح کھانے پینے والی مخلوق ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ جنات اپنی خوراک دو طرح سے حاصل کرتے ہیں:

(۱)...... ایک تو وہ خوراک جو انسان کھاتے ہیں اور یہ جنات بھی چوری چھپے ان کے ساتھ شامل ہو کر اسے کھا لیتے ہیں جیسا کہ درج ذیل اَحادیث سے یہ بات ثابت ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کھانا کھاؤ تو دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور جب پانی پیو تو دائیں ہاتھ سے پیو کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہی سے پیتا ہے۔[3]

۲۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کھانے میں حاضر ہوتے تو اس وقت تک کھانے کے لیے اپنا ہاتھ آگے نہ بڑھاتے جب تک کہ آپ شروع نہ فرما لیتے۔

---

(۱) صحیح الجامع الصغیر، للألبانی، ج ٤ ـ ٣١١٤ ـ مستدرك حاكم، ج ٢ ص ٤٥٦ ـ الاسماء و الصفات، للبیهقی، ص ٣٨٨ ـ

(۲) دیکھیے: آکام المرجان، ص ۸ ـ

(۳) صحیح مسلم: کتاب الاشربة : باب آداب الطعام ...... ح ٢٠٢٠ ـ

ایک مرتبہ ہم آپ کے ساتھ کھانے کے لیے حاضر تھے کہ ایک لڑکی اس طرح بھاگ کر آئی کہ گویا اسے کوئی دھکیل کر لایا ہے، وہ اپنا ہاتھ کھانے کے لیے بڑھانا چاہتی تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اسی طرح ایک دیہاتی آیا گویا کوئی اسے بھی دھکیل کر لایا ہو۔ آپؐ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ شیطان اس کھانے کو اپنے لیے حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ اور اس لیے شیطان اس لڑکی کو دھکیل کر لایا تا کہ اس کے ساتھ وہ کھانا حلال کر سکے۔ مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا پھر شیطان اس کو دھکیل کر لایا تا کہ اس کے ذریعے کھانا اپنے لیے حلال کر سکے مگر میں نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ قسم اس ذات کی! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بلاشبہ شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں سمیت میرے ہاتھ میں ہے......![1]

(۲)......اس کے علاوہ جنات کی الگ اور مستقل خوراک کا تذکرہ احادیث میں ملتا ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنوں نے مجھ سے اپنی خوراک کے بارے میں سوال کیا تو میں نے کہا:

((لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ فِيْ أَيْدِيْكُمْ أَوْفَرَ مَا يَكُوْنُ لَحْمًا وَكُلُّ بَعْرَةٍ عَلَفٌ لِدَ وَابِكُمْ ......فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَنْجُوْا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامُ إِخْوَانِكُمْ))

''ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام لیا جائے، وہ تمہاری خوراک ہے اور اللہ کا نام لینے کی برکت سے وہ تمہارے ہاتھوں میں گوشت سے بھرپور ہو جائے گی اور مینگنیاں تمہارے جانوروں کا چارہ ہیں......پھر اللہ کے رسول ﷺ نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ ان دونوں چیزوں سے استنجا نہ کرو کیونکہ یہ ہمارے ان بھائیوں (یعنی مسلمان جنوں) کی خوراک ہے۔''[2]

جنات کی رہائش:

تجربہ کی بنیاد پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ جنات عموماً ویران مقامات مثلاً کھنڈرات، قبرستانوں، جنگلوں، پہاڑوں، صحراؤں، دریاؤں، جزیروں اور غاروں وغیرہ میں رہائش رکھتے ہیں۔ جن گھروں میں رہائش نہ ہو یا وہاں اللہ کا نام نہ لیا جاتا ہو وہاں بھی جنات بسیرا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح ایک حدیث میں بازار کو بھی

(۱) مسلم، ایضاً، ح۲۰۱۷۔

(۲) ایضاً، کتاب الصلاۃ، باب الجہر بالقراءۃ فی الصبح، ح۴۵۰۔

جنات وشیاطین کا میدانِ جنگ کہا گیا ہے۔ [۱]

بعض اہل علم کے بقول مسلمان اور متقی جنات خاص طور پر بیت اللہ کا قرب و جوار، اور مکہ و مدینہ جیسے معزز وافضل شہروں اور مسجدوں وغیرہ جیسی پاک جگہ کو اپنی رہائش کے لیے منتخب کرتے ہیں اور ان کے برعکس شریر اور غیر مسلم جن، گندی جگہوں مثلاً بیت الخلاء، کوڑا کرکٹ کے ڈھیر اور معنوی یا حسّی طور پر نجاست سے لبریز جگہوں اور کفر و شرک اور برائی کے اڈوں کو اپنی رہائش کے لیے پسند کرتے ہیں۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم بیت الخلاء میں داخل ہونے لگو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ))

''یا اللہ! میں جنوں اور جنیوں (چڑیلوں) سے بچاؤ کے لیے تیری پناہ میں آتا ہوں۔'' [۲]

ایک روایت میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ

''ان گندی جگہوں پر شیطان رہتے ہیں لہٰذا جب کوئی بیت الخلاء میں جائے تو یہ دعا (درج بالا) پڑھ لیا کرے۔'' [۳]

جنات وشیاطین کی شکل وصورت:

جنات وشیاطین کی اپنی اصل شکل وصورت کیسی ہے، اس کے بارے یقین وقطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے، اس لیے کہ قرآن وحدیث میں اس بارے صراحت کے ساتھ کچھ نہیں بتایا گیا۔ علاوہ ازیں جنات چونکہ انسانوں کو نظر نہ آنے والی مخلوق ہے، اس لیے مشاہدہ کی بنیاد پر بھی اس بارے کوئی رائے نہیں دی جاسکتی۔ جنات یا تو کسی فرضی شکل میں انسانوں کے پاس آتے ہیں جو خوبصورت بھی ہوسکتی ہے اور بدصورت بھی۔ یا پھر ایسے ہیولیٰ اور دھواں نما حالت میں کہ اسے الفاظ سے بیان کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

کیا جن اپنی شکل تبدیل کرسکتا ہے؟

قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ جن اپنی شکل تبدیل کرسکتے ہیں چند دلائل ملاحظہ ہوں:

۱: قرآن مجید میں سورۃ الانفال میں جنگ بدر کے حوالے سے درج ذیل چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) دیکھیے: صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ام سلمة، ح۲٤٥١، ٢٣٤٥١۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب مایقول عندالخلاء۔

(۳) مستدرك حاكم، ج۱ص ۱۸۷۔ امام حاکمؒ اور ذہبیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ [سورة الانفال: ٤٧،٤٨]

''ان لوگوں جیسے نہ بنو جو اِتراتے ہوئے اور لوگوں میں خودنمائی کرتے ہوئے اپنے گھروں سے چلے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اسے گھیر لینے والا ہے جبکہ ان کے اعمال، شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا کہ میں تو تم سے بری ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔''

ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جب مشرکینِ مکہ جنگ بدر کے لیے روانہ ہوئے تو شیطان سراقہ بن مالک نامی ایک مشرک سردار کا روپ دھار کر آیا تھا اور انہیں اپنے اور اپنے قبیلے بنوبکر بن کنانہ کے تعاون کا بھرپور وعدہ دلایا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اس نے بنوبکر قبیلے کے تعاون کا یہ وعدہ اس لیے دلایا کیونکہ یہ قبیلہ قریش مکہ کا حریف تھا[1]۔ اور قریش مکہ کو اس طرح اس قبیلے کی طرف سے کسی بھی طرح کی کارروائی سے بے خوف کیا جا سکتا تھا۔

۲: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ میں کچھ جنوں نے اسلام قبول کر لیا ہے لہٰذا اگر تم کوئی سانپ دیکھو تو اسے تین مرتبہ اذن (حکم) دو کہ وہ چلا جائے اور اگر وہ اس کے بعد بھی نہ جائے تو اسے قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔''[2]

۳: حضرت ابوسائب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گیا تو وہ نماز میں مشغول تھے چنانچہ میں ان کے انتظار میں بیٹھ گیا، دریں اثناء ان کے گھر کے ایک طرف ان کے بستر کے نیچے سے مجھے سانپ کی حرکت محسوس ہوئی اور میں نے دیکھا تو واقعی سانپ تھا، چنانچہ میں اسے

(۱) دیکھیے: تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، تفسیر فتح القدیر بذیل آیت مذکورہ۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الاجتناب لمسه أوم ونحوه، ح۲۲۳۶، ۱۴۱۔

مارنے کے لیے آگے بڑھا تو ابو سعید رضی اللہ عنہ نے مجھے اشارہ کیا کہ بیٹھے رہو۔ میں بیٹھ گیا اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھے ایک گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں ایک نو بیاہتا جوڑا رہتا تھا۔ جب ہم جنگ خندق میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو اس شخص نے دوپہر کے وقت آپؐ سے اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپؐ نے اسے فرمایا کہ مجھے بنوقریظہ کے یہودیوں سے خطرہ ہے، لہٰذا تم اپنا ہتھیار بھی ساتھ لے جاؤ۔

جب وہ صحابی رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے قریب پہنچا تو اس کی بیوی گھر کی دہلیز پر کھڑی تھی۔ اس صحابی کی غیرت نے جوش مارا اور اس نے اس پر حملہ کرنے کے لیے اپنا نیزہ تان لیا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ اپنا نیزہ دور رکھو اور پہلے گھر میں داخل ہو کر دیکھو کہ کس چیز نے مجھے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ گھر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ بستر پر ایک بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہے، اس نے فوراً سانپ کو اپنا نیزہ چبھویا اور اسے نیزہ میں پرو کر نیزہ صحن میں گاڑ دیا۔ وہ سانپ نیزے پر تڑپنے لگا اور پھر یہ معلوم نہیں کہ سانپ پہلے مرا، یا اسے مارنے والا صحابی؟ پھر حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور فرمائش کی کہ آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے ساتھی کے لیے استغفار کرو پھر فرمایا کہ مدینہ میں کچھ جنوں نے اسلام قبول کر لیا ہے لہٰذا جب تم کوئی جن (سانپ وغیرہ کی شکل میں) دیکھو تو اسے تین دن تک (اور بعض روایات میں ہے: تین مرتبہ) نکل جانے کی وارننگ دو۔ پھر اس کے باوجود اگر وہ نہ جائے تو اسے قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔''[1]

معلوم ہوا کہ وہ سانپ اصل میں جن تھا جس نے اپنا روپ بدلا ہوا تھا۔

٤: اسی طرح حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا ایک معروف واقعہ ہے کہ وہ صدقہ کی کھجوروں کی حفاظت پر مامور تھے کہ شیطان ایک آدمی کی شکل میں آ کر چوری کرنے لگا۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا اور اس کی منت سماجت کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا۔ تین دن مسلسل ایسا ہوتا رہا کہ وہ شیطان انسانی روپ میں آتا مگر ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اسے ہر مرتبہ پکڑ لیتے۔ پھر تیسرے دن اس نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسا وظیفہ بتاتا ہوں کہ اگر تم سوتے وقت اسے پڑھ لو تو صبح تک شیطان

---

١) صحیح مسلم: کتاب السلام، باب قتل الحیات و غیرها، ح ١٣٩، ٢٢٣٦۔

تمہارے قریب نہیں آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ تمہارے لیے مقرر کر دیا جائے گا پھر اس نے کہا تم آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا...... خود تو جھوٹا تھا مگر تمہیں سچی بات بتا گیا ہے۔ (۱)

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ شیاطین و جنات اپنی شکلیں تبدیل کر سکتے ہیں لیکن یہ شکلوں کی تبدیلی کیسے اور کیونکر ہوتی ہے اس کی کنہ و حقیقت اور حالت و کیفیت ہم نہیں جانتے۔

جنات حضور نبی کریمؐ کی شکل اختیار نہیں کر سکتے!

اَحادیث ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنات و شیاطین حضور نبی کریمؐ کی شکل اختیار نہیں کر سکتے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ)) (۲)

''جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا''

شیطان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت تو ہرگز اختیار نہیں کر سکتا مگر وہ یہ ضرور کر سکتا ہے کہ کسی اور خوب صورت شکل میں آ کر کہے کہ میں تمہارا نبی ہوں اور اس طرح لوگوں کو دھوکا دے۔ اس دھوکا سے بچاؤ کی اہلِ علم ایک تدبیر تو یہ بتاتے ہیں کہ ہم نے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ حیات میں دیکھا نہیں اس لیے ہم آپ کو پہچان ہی نہیں سکتے لہٰذا ایسا کوئی معاملہ ہو تو فوراً سمجھ لینا چاہئے کہ لامحالہ ایسی تصویر شیطان ہی کی ہو گی۔

دوسری تدبیر یہ بتائی جاتی ہے کہ خواب میں جو صورت دکھائی گئی ہو، اگر وہ غیر شرعی حالت میں نہ ہو اور نہ ہی وہ کوئی خلافِ شرع حکم دے تو پھر ممکن ہے کہ وہ نبی کریمؐ کی تصویر ہو، اور شیطان نہ ہو۔ واللہ اعلم!

جنات کی شادیاں اور اولاد:

قرآن و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات میں مذکر و مؤنث کا تصور موجود ہے اور ان میں بھی آپس میں شادی بیاہ، عشق و محبت اور زنا کاری و فحاشی وغیرہ جیسے تمام کام اسی طرح پائے جاتے ہیں جس طرح یہ انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ جنات کی اولاد کے بارے میں قرآن مجید میں ہے کہ

(۱) صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ البقرۃ، ح ۵۰۱۰۔

(۲) ایضاً کتاب التعبیر، باب من رأی النبیؐ فی المنام، ح ۶۹۹۴۔ صحیح مسلم، ح ۲۲۶۶، ح ۲۲۶۸۔

﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾[سورۃالکھف ۵۰]

''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، جو جنوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔ کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کے دشمن ہیں۔ ایسے ظالموں کا کیا ہی برا بدل ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جنوں کی شادیاں ہوتی ہیں تبھی تو ان کی اولاد کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ اسی طرح اَحادیث میں بیت الخلاء میں داخل ہونے کی جو یہ دعا مذکور ہے: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)) ''یا اللہ! میں جنوں اور جنیوں (چڑیلوں) سے بچاؤ کے لیے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنات میں نر اور مادہ دونوں پائے جاتے ہیں۔

جنات کی سرعتِ رفتار:

جنات وشیاطین کو جس سرعتِ رفتار سے نوازا گیا وہ انسانوں کو حاصل نہیں مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ

﴿ قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴾ [سورۃ النمل:۳۸، ۳۹]

''جب آپ (یعنی حضرت سلیمانؑ) نے کہا: اے سردارو! تم میں سے کوئی ہے جو اِن (یعنی اہلِ یمن) کے مسلمان ہو کر پہنچنے سے پہلے ہی اس ('سبا' نامی ملکۂ یمن) کا تخت مجھے لا دے؟ ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا کہ آپ کے اپنی اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں اور یقین مانیے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانت دار۔''

کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ اس وقت یروشلم میں تھے اور وہاں سے ملکۂ سبا کا تخت تقریباً ڈیڑھ دو ہزار کلو میٹر دور تھا۔ اور یہ عرش تھا بھی بہت وزنی۔ مگر قوی ہیکل جن نے کہا کہ میں آپ کی یہ مجلس برخواست ہونے سے پہلے پہلے یہ عرش آپ کی خدمت میں حاضر کر سکتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایک انسان بغیر مادی اسباب کے نہیں کر سکتا مگر جنوں کو اتنی سرعتِ رفتار اور قوت وطاقت سے نوازا گیا ہے......!

جنات کی فضاؤں میں اُڑان:

جنات کو فضاؤں میں اڑنے اور سرعت رفتار سے ایک جگہ سے دوسرے جگہ جانے کی قوت بھی دی گئی ہے حتیٰ کہ جنات زمین سے آسمانوں میں بھی پہنچ جاتے ہیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کے ساتھ دنیوی اُمور کے حوالے سے جو مجلس ہوتی ہے، اسے سننے اور راز چوری کرنے کی یہ کوشش بھی کرتے ہیں۔

بے پناہ قوت وطاقت، تجربہ وذہانت اور عقل وشعور!

درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات کو بے پناہ قوت وطاقت، تجربہ وذہانت اور عقل وشعور سے نوازا گیا ہے:

﴿ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ﴾

''اور اس (حضرت سلیمانؑ) کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم کی سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ جو کچھ سلیمانؑ چاہتے جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے، مجسمے، بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں۔'' [سورۃ السبا:۱۲،۱۳]

جنات وشیاطین زبردستی کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے......!

اللہ تعالیٰ کے نیک، صالح بندوں پر جنات وشیاطین غلبہ نہیں پا سکتے اور نہ ہی زبردستی کسی کو گمراہ کر سکتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴾ [سورۃ الحجر:٤٢]

''بلاشبہ میرے (صالح) بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں لیکن ہاں جو گمراہ لوگ ہوں گے وہی تیری پیروی کریں گے۔''

اسی طرح جہنم میں جانے کے بعد شیطان ابلیس خود جہنمی لوگوں سے کہے گا:

﴿ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْا

(١) [illegible] حتى إذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال [illegible]

أَنۡفُسَكُمۡ......﴾ [سورة ابراهيم:٢٢]

”میرا تم پر کچھ زور نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں (اپنی طرف) بلایا تو تم نے میری بات مان لی، لہٰذا (آج) تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔“

بعض نیک لوگوں سے جنات وشیاطین ڈرتے ہیں!

صحیح بخاری میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((وَالَّذِيْ نَفۡسِيْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيۡطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيۡرَ فَجِّكَ))

”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جب بھی شیطان کسی راستے سے تمہیں آتا ہوا دیکھ لیتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے کی طرف بھاگ جاتا ہے۔“[١]

اسی طرح ایک روایت میں صراحت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے کہ

((اِنَّ الشَّيۡطَانَ لَيَخَافُ مِنۡكَ يَاعُمَرُ)) ”اے عمر! شیطان تجھ سے ڈرتا ہے۔“[٢]

جنات وشیاطین قرآن جیسا معجزہ لانے سے قاصر ہیں!

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تمام انس وجن کو یہ چیلنج دیا کہ

﴿ قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا يَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا﴾ [سورة الاسراء:٨٨]

”(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا، ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔“

چنانچہ کفار اور غیر مسلم انسانوں کی طرح جنات وشیاطین بھی آج تک اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے اور نہ رہتی دنیا تک ان کے لیے ایسا کرنا ممکن ہے۔

(١) صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس وجنوده، ح ٣٢٩٤۔

(٢) صحیح سنن ترمذی، للألبانی، ح ٢٩١٣۔

جنات وشیاطین بند اور ڈھکی ہوئی چیز کو کھول نہیں سکتے!

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا کَانَ جُنْحُ اللَّیْلِ فَکُفُّوْا صِبْیَانَکُمْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ تَنْتَشِرُ حِیْنَئِذٍ فَاِذَا ذَھَبَ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّیْلِ فَخَلُّوْھُمْ وَاغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَایَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا))

''جب شام کا اندھیرا پھیلنے لگے تو اپنے بچوں کو گھروں میں روک کر رکھو کیونکہ اس وقت جنات پھیلتے ہیں۔البتہ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو پھر انہیں چھوڑ سکتے ہو۔اور اللہ کا نام لے کر (یعنی بسم اللہ پڑھ کر) دروازے بند کرلو کیونکہ جن کسی بند دروازے کو نہیں کھول سکتا۔'' (بشرطیکہ وہ اللہ کا نام لے کر بند کیا گیا ہو)[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''برتن ڈھک دو، مشک کا منہ باندھ دو، دروازہ بند کردو، چراغ بجھا دو کیونکہ شیطان نہ مشک کا منہ کھول سکتا ہے، نہ بند دروازہ کھول سکتا ہے اور نہ ہی ڈھکا ہوا برتن ننگا کرسکتا ہے۔اور اگر کوئی اتنا ہی کرسکتا ہے کہ برتن پر لکڑی (شاخ) رکھ دے یا بسم اللہ پڑھ لے، تو اسے یہی کر لینا چاہیے۔''[2]

جنات وشیاطین، انسانوں کی آبادی پر حملہ آور نہیں ہو سکتے......!

جنات وشیاطین کے حملے اگرچہ غیر مرئی شکل میں ہوتے ہیں اور کبھی کبھار یہ کسی انسان پر جسمانی حملے بھی کرتے ہیں مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جنات وشیاطین کے کسی لشکر نے انسانوں کی بستی پر حملہ کر کے انہیں ملیامیٹ کیا ہو۔

جنات کو موت بھی آتی ہے:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کائنات میں ہر جاندار کو موت آتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ [سورة آل عمران:١٨٥]

(١) بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس، ح٣٣٠٤۔صحیح مسلم، ح٢٠١٢۔

(٢) صحیح مسلم ایضاً، ح٩٦۔٢٠١٢۔

''ہر جان نے موت کو چکھنا ہے۔''

اسی طرح سورۃ الرحمٰن میں ہے:

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴾ [سورة الرحمن: ۲۶، ۲۷]

''زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں، صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے، وہی باقی رہ جائے گی۔''

اسی طرح ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کی یہ دعا مذکور ہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ))

''یا اللہ! میں تیری عزت کے ساتھ تیری پناہ مانگتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو وہ ذات ہے جسے موت نہیں آتی جبکہ جن وانس کو موت آتی ہے۔''[1]

یاد رہے کہ جنات وشیاطین میں سے شیطان اکبر یعنی ابلیس قیامت تک کے لیے موت سے اس لحاظ سے مستثنیٰ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے زندگی دے رکھی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں کارفرما ہیں۔ تفصیل کے لیے ہماری کتاب: انسان اور شیطان ملاحظہ فرمائیں۔

جنات جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟

گزشتہ سطور میں ''جنات کی اقسام'' کے تحت یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ جنوں میں مسلمان بھی ہوتے ہیں اور غیر مسلم بھی جیسا کہ سورۃ الجن کی آیت چودہ اور پندرہ میں اس بات کی صراحت موجود ہے، اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ مسلمان جن جنت میں اور غیر مسلم جن جہنم میں جائیں گے۔ اس بارے امام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں:

''اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر جن جہنم میں داخل کیے جائیں گے اور جمہور اہل علم کے بقول مسلمان جن جنت میں جائیں گے۔''[2]



(۱) صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب: وهو العزیز الحکیم۔ صحیح مسلم، ح [illegible]۔

(۲) مجموع الفتاوی، ج [illegible]، ص [illegible]۔

باب ۴

منکرینِ جنات اور ان کے اعتراضات کا بیان☆

جن کی حقیقت کے متعلق شبہات کی ابتدا دورِ جدید میں غالباً انیسویں صدی کے وسطِ آخر میں ہوئی ہے۔ اس زمانہ میں محض کسی مذہبی کتاب کی سند پر کسی ایسی شے کو موجود ماننا، جس کے وجود کا کوئی سائنٹفک ثبوت موجود نہ ہو، بڑے شرم کی بات ہوگئی تھی اور ایسی شرمناک بات کا ارتکاب صرف وہی شخص کر سکتا تھا جو اس زمانے کے اہلِ علم کی نگاہوں میں تاریک خیال اور توہم پرست کٹھ ملا بننے کے لیے تیار ہوتا۔ ان حالات میں ان مسلمانوں نے جو اپنی دنیوی ترقی کے لیے اپنے غیر مسلم آقاؤں اور پیشواؤں کی نگاہ میں روشن خیال اور عقل پرست بننا ضروری سمجھتے تھے، ایک نئی نگاہ سے قرآن مجید کا مطالعہ شروع کیا اور ہر اس مسئلے کو جسے ماننے کے لیے انیسویں صدی کے مادہ پرست بندگانِ حواس و پرستارانِ عادت، آمادہ نہ ہو سکتے تھے، ایسے عجیب طریقوں سے تاویل کی خراد پر چڑھایا کہ وہ مسئلہ قرآن سے خارج بھی نہ ہوا اور ان لوگوں کے افکار و تخیلات کے مطابق ڈھل بھی گیا جو قرآن کی روح اور اس کے اصولِ اوّلیہ سے بنیادی اختلاف رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں جن قرآنی ارشادات کو توڑ امروڑا گیا انہی میں سے ایک وہ ارشادات ہیں جو ابلیس، شیاطین اور جنوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ان الفاظ سے کوئی ایسی مخلوق مراد نہیں ہے جو انسان سے الگ فوق الطبیعی وجود رکھتی ہو۔ بلکہ ان سے کہیں تو انسان کی اپنی بہیمی قوتیں مراد ہیں جنھیں شیطان کہا گیا ہے، اور کہیں ان سے مراد وحشی اور جنگلی اور پہاڑی قومیں ہیں، اور کہیں ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو چھپ چھپ کر قرآن مجید سنا کرتے تھے۔ یہ تاویلات اتنی رکیک ہیں کہ ان کا ارتکاب صرف وہی شخص کر

☆ یہ باب دراصل ماہنامہ 'ترجمان القرآن' (جنوری ۱۹۳۵ء) میں مولانا مودودیؒ کے قلم سے شائع ہونے والے ایک مضمون پر مشتمل ہے جسے مولانا کی کتاب تفہیمات (حصہ دوم) کے حوالے سے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس میں موصوف نے منکرین جنات کے دلائل واعتراضات کا بھرپور علمی محاکمہ کیا ہے۔ اس مضمون کے شروع میں مولانا کا یہ اقتباس درج ہے:
''یہ مضمون ایک کتاب پر تنقید کے سلسلے میں لکھا گیا تھا جو چند سال قبل شائع ہوئی تھی، ابتداءً ہم نے مصنف کے ان خیالات پر مختصر تنقید کی تھی جو انھوں نے اپنی کتاب میں جنوں کے متعلق ظاہر کیے تھے۔ پھر ایک اہل قلم نے اس تنقید پر تعاقب کیا تھا۔ اس کے جواب میں یہ مضمون لکھا گیا ہے۔ چونکہ اس سے مقصود محض فائدۂ علمی ہے، کسی پرانی بحث کو تازہ کرنا نہیں ہے۔ اس لیے دونوں صاحبوں کے نام حذف کر دیے گئے ہیں۔''

سکتا ہے جو یا تو عربی زبان اور قرآن مجید کا تھوڑا سا علم بھی نہ رکھتا ہو، یا پھر وہ جس کے دل میں خدا اور یومِ آخرت کے خوف سے زیادہ اہل دنیا کا خوف ہو۔ لیکن ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد جن حالات سے ہندوستان کے مسلمان گذرے ہیں ان میں یہ دونوں باتیں جمع ہوگئی تھیں۔ اس لیے یہ اور ان سے بھی زیادہ رکیک تاویلات قرآن مجید میں کی گئیں اور طرفہ ماجرا یہ کہ ادعائے علم وحمایتِ اسلام کے ساتھ کی گئیں۔

جس طرح انسان پر بہت سے دور گذر چکے ہیں اسی طرح یہ دور بھی گذر گیا۔ اب خود یورپ میں بھی ایک بڑا گروہ ایسا پیدا ہو چکا ہے جو روحانیت کا قائل ہے اور اس محسوس ومرئی دنیا کے علاوہ ایک ایسے عالم کے وجود کو بھی مانتا ہے جو ہمارے حواس سے پوشیدہ ہے۔ اس لیے اب جن وشیاطین کے مستقل وجود کو تسلیم کرنا اتنا خطرناک نہیں رہا جتنا اب سے پہلے کچھ مدت تھا۔ تاہم ابھی اس دور کے اثرات بالکل زائل نہیں ہوئے ہیں اور ابھی تک محض قرآن مجید کی سند پر کسی ایسی بات کو ماننے سے دماغ انکار کر رہے ہیں جو فوق الطبیعی ہونے کے ساتھ خارقِ عادت بھی ہو۔ یہ اسی دور کے بچے کھچے اثرات تھے جو اس دور میں ہم کو نظر آئے۔ مولانا...... قرآن کے صریح ارشادات کو دیکھ کر یہ تو ماننے پر مجبور ہو گئے کہ ''جن'' سے مراد وہ ایک آتشیں مخلوق ہے جو انسان سے علیحدہ وجود رکھتی ہے۔ لیکن قرآن میں جگہ جگہ جنوں کی طرف جو امور منسوب کیے گئے ہیں، وہ چونکہ خارقِ عادت ہیں اور ان کو بعینہٖ اس طرح ماننا جس طرح قرآن میں وہ بیان ہوئے ہیں، اقتضائے عقلیت کے خلاف محسوس ہوتا ہے، اس لیے انھوں نے کسی نہ کسی طرح تاویل کر کے جنوں کی دو قسمیں قرار دے لیں۔ ایک وہ مخصوص نوع کی مخلوق جو ناری الوجود ہے اور انسان سے اصلاً مختلف ہے۔ دوسرے انسانوں کا کوئی خاص طبقہ جس کے متعلق نہ وہ خود جانتے ہیں نہ کسی حوالہ سے بتا سکتے ہیں کہ وہ کون سا طبقہ ہے اور کس بنا پر 'جن' کے نام پر موسوم ہو گیا؟

ہمارے دوست...... الحمد للہ ان اثرات سے محفوظ ہیں مگر پھر بھی ایک مقام پر ان کو 'جن' کے انسان ہونے کا شبہ ہو ہی گیا۔ وہ مولانا...... کے اس خیال سے تو متفق نہیں ہیں کہ ''قرآن مجید میں جہاں جہاں جن وانس کے الفاظ ساتھ ساتھ آئے ہیں وہاں جن سے مراد وہ آتشیں جن نہیں بلکہ انسان ہی کا ایک طبقہ ہے'' لیکن خاص کر حضرت سلیمانؑ کے جنوں پر بھی ان کو شبہ ہے کہ وہ انسان ہی تھے، آتشیں نہ تھے، کیونکہ وہ نظر نہ آتے تھے اور انسانوں کی طرح غوطے لگاتے اور برتن بناتے تھے۔

دو قاعدے: اس مسئلے کی تحقیق میں آگے قدم بڑھانے سے پہلے دو قاعدے ذہن نشین کر لیجیے:

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی معلومات میں سے کسی ایسی شے کو جو ہمارے دائرہ علم و ادراک سے خارج ہے، ہمارے علم میں لانا چاہتے ہیں تو لامحالہ وہ اس شے کو ہماری زبان کے کسی ایسے ہی لفظ سے تعبیر کرتا ہے جس کو ہم نے اس چیز کے ساتھ کسی قریب تر مشابہت رکھنے والی چیز کے لئے وضع کیا تھا۔ تاکہ ہم اس شے کا کسی حد تک صحیح تصور کر سکیں جو اللہ کے علم میں ہے اور ہمارے علم میں نہیں ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ حق تعالیٰ کسی چیز کو یونہی کسی مناسبت اور ربطِ معنوی کے بغیر کسی خاص لفظ سے موسوم کر دے، درآں حالیکہ اس چیز کے لیے دوسرے الفاظ کو چھوڑ کر اس خاص لفظ کو ترجیح دینے کی کوئی معقول وجہ نہ ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو جس چیز کو 'جنت' سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے لیے 'جنت' کا لفظ 'جہنم' کے مقابلہ میں اولیٰ نہ ہوتا۔ اور جس چیز کو 'نور' سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے لیے 'نار' کا استعمال بھی اسی طرح جائز ہوتا جس طرح کہ 'نور' کا لفظ ہے۔

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ جب انسانی زبان کا کوئی ایسا لفظ اپنی کتاب میں استعمال فرماتا ہے جس کے ایک معنی لغت اور محاورے میں معلوم و معروف ہوں تو لامحالہ کتاب الٰہی میں بھی اس لفظ کے وہی معنی قرار پائیں گے جو لغت اور محاورے میں شائع و ذائع ہیں۔ الا یہ کہ کسی صریح علامت سے ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو کسی خاص موقع پر یا مستقل طور پر عام معنی سے الگ اپنے ایک اصطلاحی معنی میں استعمال فرمایا ہے۔ ایسی کوئی علامت موجود نہ ہونے کی صورت میں یہ کسی طرح درست نہیں ہو سکتا کہ لغت اور محاورے سے قطع نظر کر کے کتابِ الٰہی کے کسی لفظ کا خواہ مخواہ کوئی من مانا مفہوم لے لیا جائے۔ یہ دروازہ اگر کھل جائے تو پھر تاویل و تفسیر سے گزر کر معاملہ مسخ و تحریف تک جا پہنچتا ہے۔ اور اس کے بعد اٹکل پچو تفسیروں کا سلسلہ کسی حد پر جا کر رک نہیں سکتا۔

'جن' کی لغوی تحقیق: قاعدہ اول کے مطابق ہم کو دیکھنا چاہیے کہ عربی لغت میں لفظ 'جن' کا اصل کیا ہے اور اہل زبان نے اسے کس مفہوم کے لیے وضع کیا ہے۔

'جن' کا مادّہ، ج ن ن ہے۔ اس مادہ کا مرکزی تصور پوشیدگی ہے اور اس کے تمام مشتقات میں کسی نہ کسی طور پر یہ تصور ضرور پایا جاتا ہے۔ اَصْلُ الْجِنِّ سَتْرُ الشَّیْءِ مِنَ الْحَاسَّةِ (راغب) کُلُّ شَیْءٍ سَتَرَ عَنْکَ فَقَدْ جَنَّ عَنْکَ (جمھرة ابن درید ولسان العرب)

اسی بنا پر جَنَانٌ ہر چیز کے جوف کو کہتے ہیں جو نظر نہیں آتا۔ روح کو جَنَانٌ اس لیے کہتے ہیں کہ جسم اس کو چھپائے ہوئے ہے۔ دل کو جَنَانٌ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ صندوقِ سینہ میں مستور ہے۔ حریم خانہ کو جَنَانٌ

اس لیے کہتے ہیں کہ وہ چار دیواری میں چھپا ہوا ہوتا ہے۔ باغ کو جَنّتْ اس لیے کہتے ہیں کہ درختوں کے جھنڈ اس کی زمین کو چھپا لیتے ہیں۔ اگر باغ میں یہ صفت نہ ہو تو اس کو باغ نہیں کہہ سکتے۔ بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں ہے جنینْ ہے۔ حتیٰ کہ ہر چیز جو چھپی ہوئی ہے اس پر جنین کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ چنانچہ چھپے ہوئے کینے کو حقد جنینٌ کہا گیا ہے۔ قبر کو جنن کہتے ہیں۔ کفن کے لیے بھی یہ لفظ آیا ہے۔ دفن کرنے کے لیے اِجْنَانْ کا لفظ آتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: وَلِی مَدْفَنَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْنَانُهُ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ۔ پردے اور آڑ کو جُنَّة کہتے ہیں چنانچہ قرآن میں ہے: ﴿اتَّخَذُوْا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً﴾ (منافقون/۱۶) ''انہوں نے اپنی قسموں کو اس نفاق کے لیے پردہ بنالیا ہے جو اپنے دلوں میں لیے ہوئے ہیں۔'' جَنَّهُ وَجَنَّ عَلَيْهِ ''چھپالیا اس کو۔'' چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ﴾ ''جب رات کی تاریکی اس پر چھا گئی۔'' اِجْنَانْ کے معنی چھپا دینا اور اِسْتِجْنَانْ کے معنی چھپ جانا۔ جَنُّ اللَّيْلِ وَجَنَانُ اللَّيْلِ ''رات کی شدید تاریکی جو پردہ پوش ہوتی ہے''۔ چنانچہ دُرید بن الصمہ کہتا ہے:

''وَلَوْلَا جُنُوْنُ اللَّيْلِ اَوْرَكِ رَكْضُنَا'' اور ہذلی کہتا ہے: ''حَتّٰى يَجِيْءَ وَجَنُّ اللَّيْلِ يُوْغِلُهُ''

راز اور پوشیدگی کو بھی جن کہتے ہیں۔ مثل ہے لَا جَنَّ بِهٰذَا الْاَمْرِ یعنی اس معاملہ میں کوئی راز نہیں ہے۔ جَنُّ النَّاسِ اور اِجْنَانُ النَّاسِ آدمیوں کی اس بھیڑ کو کہتے ہیں جس میں اگر کوئی آدمی گھر جائے تو پتہ نہ چل سکے کہ کہاں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عربی زبان میں جن کے نام سے جس نوع مخلوقات کو بھی موسوم کیا جائے گا، وہ بہر حال غیر محسوس یا کم از کم مستور ہی ہوگی۔ جس مخلوق میں مستوری کی صفت نہ پائی جائے اس کو اس نام سے کبھی موسوم نہیں کیا جاسکتا۔ تمام اکابر اہل لغت نے بالاتفاق یہی بات 'جنوں' کی وجہ تسمیہ میں لکھی ہے۔ چنانچہ جمہرہ ابن درید، مفردات امام راغب، صحاح، قاموس، لسان العرب، تاج العروس، غرض زبان کی کسی مستند لغت کو اٹھا کر دیکھ لیجیے، سب میں یہی لکھا ملے گا کہ 'جن' اس نام سے اس لیے موسوم ہوئے کہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔

کلام عرب کی شہادت: لغت کے بعد کلام عرب پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید نے بطور خود یہ کوئی نئی اصطلاح وضع نہیں کی تھی۔ اہل عرب پہلے سے ایک ایسی فوق الطبعی مخلوق کو 'جن' کے نام سے یاد کرتے تھے جو بالاصل غیر مرئی وغیر محسوس تھی، مگر کبھی کبھی ان کو مختلف شکلوں میں نظر آتی تھی، جس کے متعلق

ان کا خیال یہ تھا کہ وہ غیر معمولی افعال پر قادر ہے اور عالمِ طبیعت واجسام پر مختلف طریقوں سے اثر انداز ہوتی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ خاص خاص مقامات پر یہ مخلوق قابض ہو جاتی ہے، چنانچہ ایسے مقامات کو وہ اَرْضِ مَجَنَّہ کہا کرتے تھے۔ سنسان جنگلوں اور بیابانوں کے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی جن کے قبضے میں ہوتے ہیں، چنانچہ جب وہ کسی بیابان میں رات کو پڑاؤ کرتے تو کہتے: نَعُوْذُ بِعَزِیْزِ هٰذَا الْوَادِیْ مِنَ الْجِنِّ اللَّیْلَةَ مِنْ شَرِّمَا فِیْهِ ''یعنی ہم اس وادی کے مالک جن کی پناہ مانگتے ہیں کہ وہ آج رات ہمیں یہاں خیریت سے ٹھہر جانے دے۔'' خالی مکانوں کے متعلق ان کا اعتقاد تھا کہ ان میں جنوں کا تسلط ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جو شخص کسی خالی مکان میں رات گزارتا، اس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ رات کو جنوں کا مہمان تھا۔ اَخطل کہتا ہے: وَبِتْنَا كَأَنَّا ضَيْفُ جِنٍّ بِلَيْلَةٍ

جہلائے عرب جب کوئی نیا مکان بنواتے تو پہلے وہاں جنوں کے لیے قربانی کرتے تاکہ وہ ساکنینِ مکان کو نہ ستائیں۔ اسی کی طرف حدیث میں اشارہ ہے کہ اِنَّهُ نَهٰى عَنْ ذَبَائِحِ الْجِنِّ ''نبی کریم ﷺ نے جنوں کے لیے قربانی کی ممانعت کر دی۔''

جب کوئی انسان پاگل ہو جاتا تو عرب یہ سمجھتے تھے کہ اس پر جن مسلط ہو گیا ہے۔ اسی لیے وہ اس کو مجنون کہتے تھے۔ قرآن مجید میں بھی ان کے اس خیال کو بیان کیا گیا ہے کہ ﴿اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ﴾ [سبا/۸] ''(یعنی مشرکین نبی اکرم ﷺ کے متعلق کہتے تھے کہ) یہ شخص یا تو خدا پر افترا باندھتا ہے یا اس پر جن آتا ہے۔''

جب گائے پانی نہ پیتی تھی تو اس کے نر کو مارا جاتا تھا کیونکہ ان کا عقیدا تھا کہ جن ان کے سر پر سوار ہو جاتا ہے اور وہ مادہ کو پانی پینے سے روکتا ہے۔ ان کا وہم تھا کہ ایک جن ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کو وہ ''تابع'' یعنی ہمزاد کہا کرتے تھے۔ ہر غیر معمولی چیز جنوں کی طرف منسوب کی جاتی تھی۔ چنانچہ جو شخص کام میں بہت تیز ہوتا اس کے متعلق وہ سمجھتے تھے کہ جن اس میں سما جاتا ہے اس لیے اس کو جِنّی (یعنی منسوب بہ جن، نہ کہ خود جن) کہا جاتا تھا۔ ہر شاعر کا ایک خاص جن ہوتا تھا اور وہی اس کو شعر کہلوایا کرتا تھا۔ جب کسی شخص کا زور ٹوٹ جاتا تو کہتے کہ نَفَرَتْ جِنُّهُ۔ اس کا جن، جس کے زور سے وہ کام کر رہا تھا، بھاگ گیا''۔ جو عورت بہت جمیل ہوتی اس کو مجازاً جِنِّیَه یعنی 'پری' کہتے کیونکہ جن عورتوں کا جمال ان کے نزدیک فوق الانسانی جمال تھا۔

جنوں کی انہی فوق الانسانی صفات اور قدرتوں کی بنا پر اہل عرب خدا سے ان کا نسب ملاتے تھے۔ چنانچہ قرآن میں ہے: ﴿وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾ [الصّٰفّٰت/۵۸]

''یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ داری قرار دے دی۔''

اور اسی بنا پر وہ عبادت میں ان کو خدا کا شریک بناتے تھے [جیسا کہ قرآن میں ہے]:

﴿بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ﴾ [سبا/۱۴] ''بلکہ وہ جنوں کی پرستش کرتے تھے اور ان میں سے اکثر لوگ انہی کے معتقد بنے ہوئے تھے۔'' ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ [انعام/۱۰۰] ''اور انھوں نے اللہ کے ساتھ جن شریک ٹھہرا لیے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے اور انھوں نے علم کے بغیر خدا کے لیے بیٹے اور بیٹیاں تجویز کر لی ہیں۔''

نیز وہ مصیبت اور خوف کے وقت انہی جنوں سے پناہ مانگتے تھے [جیسا کہ قرآن میں ہے]:

﴿كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ﴾ [الجن/۶]

''انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے۔'' واضح رہے کہ اس آیت میں ایک ہی جگہ انس اور جن کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور صاف ظاہر ہے کہ جن ہرگز انسانی جنس سے تعلق نہیں رکھتے۔

وہ ملائکہ کو بھی جن کہتے تھے۔ چنانچہ اعشیٰ کا قول ہے:

وَسَخَّرَ عَنْ جِنِّ الْمَلٰئِكِ تِسْعَةً   قِيَامًا لَّدَيْهِ يَعْمَلُوْنَ بِلَا اَجْرِ

''اس نے ملائکہ جن میں سے نو (۹) کو تابع کر لیا جو اس کے حضور کھڑے رہتے ہیں اور مفت خدمت کرتے ہیں۔''

فرشتوں کے متعلق جہلائے عرب کا خیال تھا کہ وہ خدا کی بیٹیاں ہیں۔ چنانچہ اس کی طرف متعدد مقامات پر قرآن میں اشارہ کیا گیا ہے مثلاً ﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا﴾ [الزخرف:۱۹]

''انہوں نے ملائکہ کو جو رحمان کے بندے ہیں لڑکیاں (یا دیویاں) قرار دیا ہے۔'' اور

﴿اَفَاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذُوْا مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا﴾ [بنی اسرائیل/۴۰]

''کیا تمہارے رب نے تم کو تو بیٹوں سے سرفراز کیا اور خود اپنے لیے بیٹیاں رکھیں؟''

ان شہادتوں کے مقابلہ میں ایک شہادت بھی عرب کی روایات سے ایسی پیش نہیں کی جا سکتی جس سے

معلوم ہوتا کہ عرب کبھی لفظِ جن کا اطلاق حقیقی معنوں میں انسان پر بھی کر دیتے تھے۔اس کے برعکس تمام شواہد یہی بتاتے ہیں کہ اہل عرب 'جن' اور 'انس' کو دو مختلف نوع کی مخلوقیں سمجھتے تھے۔مثال کے طور پر بدر بن عامر کہتا ہے:

وَلَقَدْ نَطَقْتُ قَوَافِيَا اِنْسِيَّةٍ وَلَقَدْ نَطَقْتُ قَوَافِي التَّجْنِيْنِ

اور عمران بن حطان الحروری کہتا ہے:

قَدْ كُنْتُ عِنْدَكَ حَوْلاً لَا تَرُوْعُنِيْ فِيْهِ رَوَائِعُ عَنْ اِنْسٍ وَلَا جَانِيْ

اس کے بعد ائمہ لغت کی یہ متفقہ شہادت ملاحظہ ہو۔جوہری اپنی کتاب الصحاح میں کہتا ہے:

"الجن خلاف الانس سميت بذالك لانها تخفى و لا ترى" ۔"جن بخلاف انس، اس نام سے اس لیے موسوم ہوئے کہ وہ پوشیدہ ہیں، نظر نہیں آتے۔"

اور ابن سیدہ کہتا ہے:

"الجن نوع من العالم سموا بذالك لاجتنانهم عن الابصار و لانهم استجنوا من الناس فلايرون" ۔"جن ایک نوع کی مخلوق ہے جس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ وہ نگاہوں سے مخفی ہے، دکھائی نہیں دیتی۔"

چند مقامات:

یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے، اس سے چند باتیں واضح طور پر معلوم ہوتی ہیں:

اول یہ کہ لغت عرب میں جن کے وہی معنی ہیں جو ہماری زبان میں "چھپے ہوئے" اور "پوشیدہ" کے ہیں۔ اس لفظ کو جب انواعِ مخلوقات میں سے کسی نوع کے لیے نام کے طور پر استعمال کیا جائے گا تو ضرور ہے کہ وہ کوئی ایسی نوع ہو جو عادتاً مخفی و مستور ہو حتیٰ کہ اس کا ظاہر اور نمایاں ہونا خرقِ عادت میں سے شمار کیا جائے۔ نہ یہ کہ وہ عادتاً ظاہر اور نمایاں ہو جیسے انسان۔اس کو مثال کے طور پر یوں سمجھیے کہ لفظ 'سیال' کا اطلاق ہمیشہ ایسی ہی چیز پر کیا جائے گا جو عادتاً بہنے والی ہو، اور اگر کبھی وہ جامد پائی جائے تو اس کا جمود خلافِ معمول شمار کیا جائے گا، مثلاً پانی۔لیکن اگر کوئی شخص لفظ سیال کا اطلاق کسی ایسی چیز پر کرے جو عادتاً جامد ہو (مثلاً پتھر) اور جس کا جامد ہونا نہیں بلکہ سیال ہونا خلافِ معمول ہو تو آپ یقیناً حکم لگا دیں گے کہ وہ شخص لفظ سیال کے معنی سے ناواقف ہے اور لفظ کو اس کے غیر معنی موضوع لہ میں استعمال کر رہا ہے۔اسی طرح اگر قرآن مجید

میں لفظ جن (مخفی ومستور) کا اطلاق کسی ایسی مخلوق پر کیا جاتا جو عادتاً مخفی و مستور نہیں ہے بلکہ اپنی فطرت کے اعتبار سے مرئی ومحسوس ہے (مثلاً انسان) تو نعوذ باللہ یہ اس بات کی دلیل ہوتی کہ اس کتاب کو پیش کرنے والا یا تو مجنون ہے یا لفظ جن کے معنی سے ناواقف ہے۔ یقین مانیے کہ ایسی صورت میں خواہ تمام عجم قرآن پر ایمان لے آتا مگر کوئی عرب تو کبھی اس پر ایمان نہ لاتا۔ کیونکہ وہ جن کا بطور معجزہ وخرق عادت مرئی محسوس بن جانا تو مان سکتا ہے مگر یہ کبھی بھی نہیں مان سکتا کہ مرئی ومحسوس انسان کو جن کے لفظ سے تعبیر کیا جائے۔ جس وقت کفارِ عرب نے کہا تھا کہ محمد ﷺ کو کوئی عجمی شخص قرآن سکھاتا ہے تو اپنے اس دعوے کی تائید میں وہ کوئی دلیل نہ پیش کر سکے، اور جب قرآن نے اس الزام کا جواب یہ دیا کہ ﴿لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ﴾ [النحل/۱۰۳] ''جس شخص کو یہ سکھانے والا بتاتے ہیں، اس کی زبان تو عجمی ہے حالانکہ قرآن جس زبان میں ہے وہ عربی مبین ہے''۔ تو اس جواب کو سن کر تمام عرب کی زبانیں بند ہوگئی تھیں۔ لیکن اگر کہیں اس وقت کفارِ عرب کو ایک مثال بھی قرآن میں ایسی مل گئی ہوتی جس میں لفظ 'جن' کا اطلاق انسان پر کیا گیا ہوتو وہ پلٹ کر جواب دیتے کہ یہ کہاں کی لسانِ عربی مبین ہے جس میں 'جن' کا اطلاق انسان پر کیا جارہا ہے۔

دوم یہ کہ عرب میں پہلے سے 'جن' کا نام ایک ایسی فوق الطبیعی غیر جسمانی مخلوق کے لیے موضوع اور شائع ومتعارف تھا جو عادتاً محسوس نہ ہوتی تھی، جس کو کبھی کبھی وہ ''سعالی'' اور ''غول'' وغیرہ کی شکل میں دیکھتے تھے اور جس کے متعلق ان کا اعتقاد تھا کہ وہ فوق الطبیعی انداز سے ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ پس جب قرآن نے اس شائع شدہ لفظ کو استعمال کیا تو لامحالہ اس کے معنی وہی لیے جائیں گے جن کے لیے وہ پہلے سے وضع کیا ہوا تھا اور شائع تھا۔ قرآن کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ عربی میں اتارا گیا ہے تاکہ عرب جو اس کے اولین مخاطب ہیں۔ اس کو سمجھ سکیں۔ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ [یوسف/۲]

یہ دعویٰ اسی صورت میں سچا ہوسکتا تھا جب کہ قرآن میں وہی الفاظ اور اصطلاحات اور انداز بیان استعمال کیے جاتے جو عرب میں رائج ومعروف تھے، یا اگر اہل عرب کی زبان کے کسی لفظ کو معلوم ومتعارف معنی کے سوا کسی خاص معنی میں استعمال کیا بھی جاتا تو وہ اصل لغت کے خلاف نہ ہوتا اور اس خاص معنی کی تشریح کردی جاتی تاکہ عرب اس کو سمجھ سکتے۔ لیکن آپ لفظ 'جن' کے جو معنی بیان کرتے ہیں، نہ کلام عرب میں معلوم ومتعارف ہیں اور نہ ان کی کوئی ایسی تشریح ہی قرآن میں ملتی ہے جس سے واضح طور پر معلوم ہوجائے

کہ اس نام کا وہ مسمّی مراد نہیں ہے جو اہلِ عرب نزولِ قرآن کے زمانہ میں عموماً اس سے مراد لیا کرتے تھے۔ اب اگر آپ کی بات مان لی جائے تو قرآن کا اپنا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ وہ عام فہم عربی میں اترا ہے۔

سوم یہ کہ قرآن میں جگہ جگہ عربوں کے اس اعتقادِ باطل کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ جن اور ملائکہ کو خدائی میں شریک ٹھیراتے تھے، خدا سے ان کا نسب جوڑتے تھے، ان سے پناہ مانگتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے، پھر ان اعتقاد کا ابطال اس طرح کیا گیا ہے کہ 'جن' خدا کے شریک نہیں ہیں، نہ اس کی اولاد ہیں، بلکہ وہ بھی اسی طرح خدا کی ایک مخلوق ہے جس طرح انسان اس کی مخلوق ہے، فرق یہ ہے کہ انسان مٹی کے سرشت سے پیدا کیا گیا ہے اور 'جن' آگ کی پھونک سے۔ مگر احکامِ خداوندی کے مخاطب دونوں ہیں۔ خدا کے سامنے جواب دہ ہونے میں دونوں برابر کے شریک ہیں اور نافرمانی کی سزا دونوں کے لیے یکساں ہے۔ پس انسان کا ان کی عبادت کرنا محض ایک جاہلانہ فعل ہے۔ بلکہ اس میں انسان کے لیے ذلت بھی ہے۔ اس لیے کہ انسان ایک بالاتر نوع ہے۔ جنوں کے نمائندے 'ابلیس' کو آدم کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور انکار کرنے پر وہ راندۂ درگاہ کیا گیا۔ انسان کو خلافت اور رسالت کے بلند مناصب پر سرفراز کیا گیا اور جنوں کو اس کی اطاعت اور پیروی کا حکم دیا گیا جیسا کہ سورۂ احقاف کے آخری اور سورۂ جن کے پہلے رکوع میں بیان ہوا ہے۔ پھر انسانوں ہی میں سے ایک برگزیدہ ہستی حضرت سلیمانؑ کو یہ شرف عطا ہوا کہ جن ان کے تابع کیے گئے۔ یہ تمام باتیں جو قرآن میں عربوں کے اعتقادات باطلہ کی تردید کے لیے کی گئی تھیں، اسی صورت میں بامعنی ہو سکتی تھی جب کہ ان میں 'جن' سے مراد وہی مخلوق ہوتی جس کو اہل عرب خدائی میں شریک اور عبادت میں خدا کا ساجھی بناتے تھے۔ ورنہ اگر ان میں 'جن' سے مراد انسان ہی ہوتے تو پھر یہ کسی طرح بھی عربوں کے اَوہام کا ابطال کرنے والی نہ ہوتیں اور عربوں کے وہ اعتقادات اپنی جگہ رہ جاتے جو وہ اپنے تصور میں جنوں کے متعلق رکھتے تھے۔

چہارم یہ کہ اگر جنوں کے ذکر سے کسی خاص مقام یا بعض مخصوص مقامات پر قرآن کا مقصود دراصل انسانوں یا ان کے کسی خاص گروہ کا ذکر کرنا تھا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان کو لفظ 'جن' سے تعبیر کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ کیوں نہ ان کو لفظ انسان ہی سے تعبیر کیا گیا؟ خواہ مخواہ ایسے الفاظ استعمال کرنے کی کیا حاجت پیش آئی تھی جن سے ناری جن اور خاکی جن کے درمیان التباس واقع ہوتا؟ اس طرح کی

تاویلات کے بارے میں یہ ایک اہم اصولی سوال ہے جس کو ہمارے زمانے کے اکثر نرالی تاویلیں کرنے والے حضرات قرآنی الفاظ کے معنی بیان کرتے وقت نظر انداز کر جاتے ہیں۔ وہ اس پہلو پر کبھی غور نہیں کرتے کہ جب کسی خاص معنی کو بیان کرنے کے لیے معروف اور شائع الفاظ عربی زبان میں موجود ہیں اور خود قرآن نے بھی اس معنی کو بیان کرنے کے لیے حسبِ موقع وہی الفاظ استعمال کیے ہیں، تو آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ کسی خاص مقام پر اس معنی کو بیان کرنے کے لیے (اگر واقع میں اس کا مقصود وہاں وہی معنی بیان کرنا ہو) بعض دوسرے الفاظ استعمال کرتا، درآنحالیکہ وہ الفاظ اس معنی کے لیے شائع اور متعارف نہ تھے اور نہ ہیں؟ مثال کے طور پر اگر واقع یہی تھا کہ حضرت سلیمانؑ کو مصر سے یا دوسرے مقامات سے اعلیٰ درجہ کے غواص، ظروف ساز، معمار اور سنگ تراش آدمی فراہم کر دئے گئے تھے تو یہی کہہ دینے میں کون سا امر مانع تھا کہ ہم نے سلیمانؑ کو ایسے اور ایسے آدمی فراہم کر دیے تھے۔ کیا اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس الفاظ کا کافی ذخیرہ موجود نہ تھا کہ مجبوراً اس کو 'جن' اور 'شیاطین' کے الفاظ کے استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئی؟[1] کیا خود اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کا ذکر کرنے کے مواقع پر ان کو انسان یا بنی آدم کے الفاظ سے تعبیر نہیں کیا ہے؟ اور اگر خاص آدمیوں میں کوئی خصوصیت ایسی تھی کہ ان کو 'جن' اور 'شیاطین' کے استعاروں میں ادا کرنا ضروری تھا تب بھی اس تصریح میں کیا چیز مانع تھی کہ یہ 'جن' بنی آدم سے تھے؟

قرآن میں معنیٔ جن کی تصریح:

ان مقدمات کو ذہن نشین کرنے کے بعد اب دیکھیے کہ قرآن مجید نے لفظِ 'جن' کو کس معنی میں استعمال کیا ہے۔ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن میں 'جن' اور 'انسان' کی حقیقتیں الگ الگ بیان کی گئی ہیں اور بالفاظ صریح ایک جگہ نہیں، متعدد جگہ بتایا گیا ہے کہ 'جن' ایک ناریُ الاصل مخلوق ہے اور 'انسان' ارضیُ الاصل ہے۔ لفظ 'جن' کو استعمال کرنے کے ساتھ جب اس کے معنی کی یہ تصریح بھی خود قرآن ہی نے کر دی ہے تو عقل یہ چاہتی ہے کہ جہاں کہیں وہ الفاظ استعمال ہوں وہاں اس کے وہی معنے لیے جائیں جن کی تصریح کی جا چکی ہے۔[2] اس کے خلاف کسی اور معنی کے لیے ضروری ہے کہ یا تو اس دوسرے معنی کی بھی کوئی تصریح قرآن میں موجود ہو، یا پھر آپ کے پاس ایسے قوی دلائل موجود ہوں جن کی بنا پر قرآن کی تصریح کے خلاف معنی

(۱) ملاحظہ ہو: سورۂ سبا، رکوع ۲۔ سورۂ ص، رکوع ۳

میں اس لفظ کو لینا جائز ہو۔ اگر پہلی صورت ہے تو براہِ کرم کوئی ایک ہی آیت ایسی پیش فرمائیے جس میں 'جن' بہ معنی 'انسان' کی ویسی ہی تصریح ہو جیسی کہ 'جن' بہ معنی 'آتشیں مخلوق' کی تصریح ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ہم کو حق ہے کہ آپ کے دلائل کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ آیا وہ اس حد تک قوی ہیں کہ قرآن نے 'جن' کے جس معنی کی تصریح کی ہے اس کو چھوڑ کر آپ کے تجویز کردہ معنی کو قبول کیا جائے۔

جن بمعنی انسان کی پہلی دلیل:

مولانا... نے جس بناء پر 'جن' کے انسان ہونے کا گمان کیا ہے وہ خود ان کے الفاظ میں یہ ہے:

"......'جن' کا لفظ قرآن میں صرف مکی سورتوں میں آیا ہے۔ مدنی سورتوں میں کہیں نہیں آیا اور انس کا لفظ بلا جان کے سارے قرآن میں کہیں مستعمل نہیں ہوا ہے۔ اس سے خیال ہو سکتا ہے کہ جن وانس کے الفاظ جہاں جہاں ساتھ ساتھ آئے ہیں وہاں جن کے معنی اس آتشیں جن کے نہیں ہیں بلکہ انسانوں کے ہی ایک طبقہ کے ہیں۔"

میں پوچھتا ہوں کیا یہ کوئی دلیل ہے؟ کسی سورت کے مکی یا مدنی ہونے اور جن کے ساتھ انس کا لفظ آنے یا نہ آنے کو لفظ 'جن' کے معنی میں آخر کس قسم کا دخل حاصل ہے؟ آپ ان تمام آیتوں کو نکال کر دیکھ لیجیے جن میں 'جن' اور 'انس' کے الفاظ ساتھ ساتھ آئے ہیں۔ کسی جگہ بھی آپ کوئی اشارہ ایسا نہ پائیں گے جو انس کے عام اور جن کے خاص ہونے پر دلالت کرتا ہو۔ جہاں کہیں جن اور انس کے الفاظ معطوف ومعطوف علیہ کی حیثیت سے آئے ہیں' وہاں عطف نہ تو **عطف العام علی الخاص** کے طور پر آیا ہے نہ **عطف الخاص علی العام** کے طور پر اور نہ **عطف الشيء علی مراد فيه** کے طور پر۔ ان تینوں قسموں میں سے کسی قسم کے عطف کے حکم لگانے کے لیے ضروری ہے کہ سامع کو پہلے سے اس کا علم ہو کہ معطوف ومعطوف علیہ میں سے ایک عام ہے اور دوسرا خاص، یا دونوں مترادف ہیں۔ مثلاً: ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ [نوح ۲۸/] میں سامع خود سمجھ

(۲) بلاشبہ قرآن میں دو جگہ 'جَانّ' کا لفظ 'سانپ' کے معنی میں بھی آیا ہے۔ لیکن اول تو خود قرآن میں دوسری جگہ اس چیز کے لیے ثُعْبَانٌ اور حَيَّةٌ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جن سے معلوم ہو گیا کہ وہاں 'جَانّ' کا لفظ کس معنی میں آیا ہے۔ دوسرے لفظ 'جانّ' بمعنی سانپ عربی میں عام طور پر مستعمل ہے اور موقع ومحل سے ہر عربی دان خود جان لیتا ہے کہ یہاں 'جانّ' سے مراد سانپ ہے۔

سکتا ہے کہ عطف، عطف العام علی الخاص کے قبیل سے ہے۔ یا ﴿وَ إِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ﴾ [الاحزاب/۷] میں صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ عطف، عطف الخاص علی العام کے قبیل سے ہے۔ یا فَأَلْقَى قَوْلَهُ كَذِبًا وَمَيْنًا میں عطف کا عطف الشی علی مرادفہ کے قبیل سے ہونا ہر وہ شخص جانتا ہے جو 'کذب' اور 'مین' کے معنی سے واقف ہے۔ پس جب جن وانس میں یہ تینوں صورتیں نہیں ہیں تو لامحالہ طور پر یہ ماننا پڑے گا کہ ان دونوں کے درمیان واؤ عطف مطلق معیت کے لیے ہے۔ کیونکہ لغت سے یا عرف سے یا کسی قرینہ عقلی سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص یا ترادف کا تعلق ہے۔ اگر قرآن کی اصطلاح خاص میں ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص کا تعلق ہوتا اور بغیر کسی تصریح کے وہ ان دونوں کے درمیان محض واؤ عطف کا استعمال کرتا تو یہ اس کے بیان کا نقص ہوتا۔ اس مقصد کے لیے اس کو کم از کم الانس والجن منهم ہی کہنا چاہیے تھا تاکہ سامعین کو معلوم ہو جاتا کہ جن کے نام سے جس گروہ کو یاد کیا جا رہا ہے وہ لغت اور عرف عام کے خلاف انسانوں کا ایک گروہ ہے۔

لیکن ہم کو عطف و معطوف علیہ کی بحث میں بھی پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مدعی کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں جن وانس کے الفاظ ساتھ ساتھ آئے ہیں وہاں جن سے مراد انسانوں ہی کا ایک طبقہ مراد ہے۔ اب آپ ان تمام آیات کو پڑھ جائیے جن میں یہ دونوں لفظ یکجا استعمال ہوئے ہیں۔ اگر خود انہی میں متعدد آیتیں آپ کو ایسی مل جائیں جن میں ان دونوں گروہوں کی مغائیرت صاف نظر آتی ہو تو مدعی کا دعویٰ آپ باطل ہو جائے گا۔ اب ایسی آیات ملاحظہ ہوں:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ وَالْجَانَّ خَلَقْنَهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُومِ﴾ [الحجر/۲۶، ۲۷] "ہم نے انسان کو کالے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا اور اس سے پہلے جنوں کو ہم نے لو کی گرمی سے پیدا کیا تھا"۔

﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ﴾ [الرحمٰن/۱۴، ۱۵]
"اس نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا اور جنوں کو آگ کی لپٹ سے۔"

﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَّلَا جَانٌّ﴾ [الرحمٰن/۳۹]
"پس اس روز نہ کسی انسان سے اس کے گناہ کی بابت پوچھا جائے گا اور نہ کسی جن سے۔"

﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ﴾[الرحمان/٥٦]

''ان سے پہلے ان حوروں کو نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔''

﴿كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ﴾[الجن/٦]

''انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے۔''

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلَائِكَةِ اَهٰؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ قَالُوْا سُبْحَانَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ﴾

''جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا پھر ملائکہ سے پوچھے گا کیا یہ لوگ تمہی کو پوجا کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے تو پاک ہے۔ ہمارا ولی تو ہے نہ کہ یہ۔ دراصل یہ لوگ ہماری نہیں بلکہ جنوں کی پرستش کیا کرتے تھے اور ان میں سے اکثر درحقیقت انہی پر ایمان رکھتے تھے۔''[سبا/٤٠، ٤١]

﴿وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾[الصّٰفّٰت/١٥٨]

''اور انھوں نے خدا کے اور جنوں کے درمیان رشتہ جوڑ رکھا تھا۔''

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا﴾[انعام/١٢٨]

''اور جس دن خدا اُن سب کو جمع کرے گا تو فرمائے گا: اے گروہِ جن! تم نے تو انسانوں میں سے بہتوں کو اپنے دام میں گرفتار کر لیا۔ اور انسانوں میں سے جو ان کے دوست تھے وہ کہیں گے کہ پروردگار ہم میں سے بعض نے بعض سے خوب فائدہ اٹھایا اور ہم اب اس مدت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی۔''

ان آیات سے کیا ثابت ہو رہا ہے۔ یہ کہ جن اور انس دو الگ اور متبائن الحقیقت گروہ ہیں؟ یا یہ کہ ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ کا جز ہے۔

دوسری دلیل:

(منکرین جنات کی) دوسری دلیل یہ ہے کہ...... ''ابلیس اور اس کی ذریت کو، جو حسبِ تصریحِ قرآن 'جن' ہیں، اللہ تعالیٰ نے غیر مرئی بیان کیا ہے ﴿اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾[اعراف/٢٧] بخلاف اس کے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس جو جن تھے وہ نظر آتے تھے اور انسانوں کے سے کام کرتے

تھے،لہٰذاحضرت سلیمانؑ والے جن وہ آتشیں جن نہیں ہیں بلکہ انسان ہیں''۔

اس کے جواب میں بڑی آسانی کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ والے جنوں کے متعلق قرآن میں کہیں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ وہ نظر آتے تھے،انسانی شکل میں تھے۔اور حضرت سلیمانؑ کے علاوہ عام لوگ بھی ان کو دیکھتے تھے۔لہٰذا قرآن کی جو آیت آپ استدلال میں پیش فرما رہے ہیں،وہ ان آیات کے خلاف نہیں ہے جن میں حضرت سلیمانؑ والے جنوں کا ذکر آیا ہے۔رہا آپ کا یہ گمان کہ وہ انسانوں کے سے کام کرتے تھے،تو یہ بھی قرآن سے ثابت نہیں۔قرآن میں کہاں کہا گیا ہے کہ وہ انسانوں کی طرح پانی میں غوطے لگاتے تھے یا انسانوں کی طرح برتن اور عمارتیں بناتے تھے،یا انسانوں کی طرح باندھے جاتے تھے؟ وہاں تو مطلقاً غوّاصی اور ظروف سازی اور معماری وغیرہ کا ذکر ہے اور محض اس ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ غوّاصی وغیرہ انسانوں کی سی غواصی وغیرہ تھی۔تاوقتیکہ یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ غواصی بغیر اس طریقے کے ممکن نہیں ہے جس طریقہ سے انسان غوطہ لگاتا ہے۔اور ظروف سازی وغیرہ انہی طریقوں میں منحصر ہے جنھیں انسان استعمال کرتے ہیں۔اگر محض یہ بات کہ جو فعل انسان کرتا ہے وہ کسی ہستی کی طرف منسوب کیا گیا ہے،یہ حکم لگانے کے لیے کافی ہو کہ وہ ہستی لامحالہ انسان ہی ہونی چاہیے،تو ایک شخص نعوذ باللہ خود اللہ کو انسان کہہ سکتا ہے کیونکہ قرآن میں بعض وہ افعال جو انسان کرتے ہیں،خدا کی طرف منسوب کیے گئے ہیں مثلاً بولنا،دیکھنا،سننا وغیرہ۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر اس پہلو سے قطع نظر کر کے یہ بھی مان لیا جائے کہ وہ انسانوں کی طرح نظر آتے تھے،اور انسانوں ہی کی طرح وہ سب افعال کرتے تھے جن کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے۔تب بھی جو آیت آپ پیش فرما رہے ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس گروہ مخلوقات سے خارج تھے جو نظر نہیں آتا۔اس لیے کسی مخلوق کا ایسا ہونا کہ وہ انسان کو نظر نہ آئے،اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ اس کا نظر آنا ممکن ہی نہ ہو۔اور بطور خرق عادت بھی وہ نظر نہ آ سکے۔قرآن میں شیاطینِ جن کے غیر مرئی ہونے کی صفت تو صرف ایک ہی جگہ بیان ہوئی ہے مگر ملائکہ کی اس صفت کا متعدد مقامات پر ذکر آیا ہے مثلاً:

﴿اِنِّیۡۤ اَرٰی مَا لَا تَرَوۡنَ﴾ [انفال/۴۸] یعنی شیطان نے اپنے اولیاء سے کہا کہ میں فرشتوں کی وہ فوجیں دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں۔

﴿فَاَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلَیۡہِ وَ اَیَّدَہٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡہَا﴾ [التوبہ/۴۰] ''پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی

سکینت اس پر اتاری اور ایسے لشکروں سے اس کی تائید کی جن کو تم نہ دیکھتے تھے۔"

﴿وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ [التوبہ/۲۶] "اور اللہ نے وہ لشکر اتارے جن کو تم نہ دیکھتے تھے۔"

﴿اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ [احزاب/۹]

"جب تم پر فوجیں حملہ آور ہوئیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور وہ لشکر بھیجے جو تم کو نظر نہ آتے تھے۔"

﴿يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ﴾ [الفرقان/۲۲]

"جس روز یہ لوگ ملائکہ کو دیکھیں گے، اس روز مجرموں کی خیر نہ ہوگی۔"

اس کے باوجود متعدد مواقع پر قرآن مجید ہی نے بیان کیا ہے کہ ملائکہ انسانی شکل میں آئے ہیں نہ صرف انبیاء نے بلکہ عام انسانوں تک نے ان کو دیکھا ہے اور ان کی باتیں سنی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان بہت سی مستثنیٰ مثالوں کو دیکھ کر آپ نے ملائکہ کے متعلق بھی کیوں نہ کہہ دیا کہ ان سے مراد بھی انسانوں ہی کا ایک طبقہ ہے؟ غیر مرئی ہونے میں دونوں برابر۔ انسانی شکل میں ظاہر ہونے کے واقعات ملائکہ میں متعدد اور جنوں میں صرف ایک۔ باوجود اس کے تعجب ہے کہ آپ ملائکہ کے متعلق تو تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بطور معجزہ و خرقِ عادت بار بار وہ انسانی صورت اختیار کرتے رہے ہیں۔ لیکن جنوں کے متعلق اس قسم کا ایک واقعہ سن کر آپ کا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ حضرت سلیمانؑ کی غیر معمولی دعا کو قبول کر کے جس طرح اللہ تعالیٰ نے خرقِ عادت کے طور پر ہوا اور پرندوں کو ان کے تابع کیا تھا اور ان کو جانوروں کی بولیاں سکھائی تھیں، اسی طرح بطور خرقِ عادت اس نے جنوں کو بھی مرئی و محسوس بنا دیا ہوگا۔ اس کے برعکس آپ قرآن کی تمام تصریحات اور لغت عرب کے خلاف یہ تاویل کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں کہ صرف اس خاص موقع پر انسانوں کو 'جن' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور مولانا..... تو اس ایک مثال سے فائدہ اٹھا کر انسانوں کی ایک مستقل قسم کا نام ہی 'جن' فرض کر لیتے ہیں۔ درآنحالیکہ اس کے لیے کوئی ثبوت ان کو قرآن سے نہیں ملا اور اس کے خلاف قرآن مجید کی صریح آیات اور کلام عرب کی واضح شہادتیں موجود ہیں۔ اتنی بڑی ذمہ داری کا بار اٹھانے سے پہلے کیا اس بات پر غور کر لینا بہتر نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک غیر مرئی مخلوق کو مرئی بنا دینا کون سا ایسا مستبعد اور محال امر ہے کہ اس سے بچنے کے لیے اتنی مشقت اور اتنے تکلف کی حاجت پیش آئے؟ جب آپ نے ملائکہ جیسی لطیف مخلوق کا مرئی ہونا مان لیا تو شیاطین جیسی کثیف مخلوق کے مرئی ہو جانے میں اتنا استبعاد کیوں محسوس ہوتا ہے؟ قرآن مجید میں جنوں کی جو حقیقت بیان کی گئی

ہے، وہ اس سے زیادہ نہیں کہ وہ ایک آتشیں مخلوق ہیں لیکن جبریل فرشتے کے متعلق تو یہ کہا ہے کہ وہ 'روح' اور وہ بھی 'روح اللہ' ہیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ [مریم/۱۷]

''پھر ہم نے اسکے پاس اپنی روح کو بھیجا اور وہ اس کے سامنے اچھے خاصے آدمی کی شکل میں نمودار ہوئی''

﴿وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ﴾ [الشعراء/۱۹۲، ۱۹۳]

''یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ اس کو لے کر روح الامین اترا۔''

جب ''روح اللہ'' جیسی مجرد از عوارض مادہ شے کو باذن الٰہی مرئی ہو جانا ممکن ہے تو ''نار السموم'' جیسی چیز کا جو مادے اور مادی تکاثف سے قریب تر ہے [1] جسمیت اختیار کر لینا کیوں ناممکن یا بعید از عقل و قیاس ہے کہ اس سے بچنے کی خاطر قرآن میں تاویلات بعیدہ کا دروازہ کھولا جائے؟ قرآن کی روح سے تو صرف باری تعالیٰ ہی کی ذات ایسی ہے کہ انسان کی نگاہیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ [انعام/۱۰۴] اور ﴿قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِي﴾ [اعراف/۱۴۳] صفت بالذات صرف خدا تعالیٰ کے لیے ہے۔ باقی جتنی مخلوقات ہیں ان میں سے کسی کے لیے بھی یہ صفت بالذات نہیں ہے۔ البتہ بعض کو اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا کہ وہ عادتاً نظر نہیں آتیں لیکن اگر خدا چاہے تو وہ اس پر قادر ہے کہ خواہ ان کو مرئی کر دے یا ہماری نظروں کو اتنا تیز کر دے کہ ان کی لطیف تر صورتوں کو دیکھ سکیں۔

تیسری دلیل:

آپ نے اور مولانا...... نے اس بات سے بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے کہ...... ''حضرت سلیمان

(۱) جنوں کی تخلیق جس آگ سے ہوئی ہے وہ میرے نزدیک وہ آگ نہیں ہے جو کیمیاوی اشتعالات سے مادی اجسام میں پیدا ہوئی ہے، بلکہ وہ ایک خاص طور کی آگ ہے، ہماری ان مادی آگوں سے مختلف، چونکہ انسانی زبان میں اس کو تعبیر کرنے کے لیے ''نار'' سے زیادہ اقرب کوئی لفظ نہ تھا، اس لیے حق تعالیٰ نے اس کو اس لفظ سے تعبیر فرمایا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ''اللہ نور السموات والارض'' سے مراد شعاع نہیں ہے جو مادی نیرات سے نکلتی ہے، بلکہ ایک غایت درجہ مجرد اور منزہ حقیقت ہے جس کے تصور سے انسان کے ذہن کو روشناس کرنے کے لیے لفظ 'نور' سے زیادہ اقرب اور کوئی لفظ نہیں۔ تاہم اگر آپ کی یہ رائے مان لی جائے کہ 'جن' اسی مادی آگ کے بنے ہوئے ہیں جو آکسیجن اور کاربن کے اشتعال' مواصلت سے پیدا ہوتی ہے تو روحانی فرشتوں کے مقابلہ میں ان مادی جنوں کا مرئی و محسوس بن جانا تو اور بھی زیادہ قریب از عقل و قیاس ہے۔

کے پاس جو غوطہ خور اور معمار وغیرہ تھے۔ان کو 'شیاطین' کہا گیا ہے اور شیاطین کا اطلاق جنوں کی طرح انسانوں پر بھی کیا گیا ہے۔اس لیے آپ کہتے ہیں کہ ان معماروں اور غوطہ خوروں کو ان کے مرئی ہونے اور انسانوں کے سے کام کرنے کی بنا پر شیاطین الانس کیوں نہ سمجھا جائے۔''

اس کو دلیل کے بجائے میں صرف غلط فہمی کہوں گا۔اول تو قرآن مجید میں حضرت سلیمانؑ کے کاریگروں اور خادموں کے لیے صرف شیاطین ہی کا لفظ نہیں آیا بلکہ 'جن' کا لفظ بھی آیا ہے مثلاً:

﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ﴾ [النمل/١٧]

''اور سلیمانؑ کے لیے اس کے لشکر از قسم جن و انس و پرند جمع کیے گئے۔''

﴿ومِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ...... يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ...... فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَادَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَابَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ [سبا/١٢تا١٤]

''اور جنوں میں سے جو اس (حضرت سلیمانؑ) کے آگے اس کے رب کے اذن سے کام کرتے تھے ... جو کچھ وہ چاہتا وہ اس کے لیے بناتے تھے، بڑی بڑی عمارتیں، مورتیں اور حوض جیسے بڑے بڑے تھال اور ایک جگہ جمی رہنے والی بھاری دیگیں...... پھر جب ہم نے سلیمانؑ پر موت کا فیصلہ نافذ کر دیا تو ان کو اس کی موت کی خبر جس چیز نے دی وہ کچھ اور نہ تھا، محض زمین کا کیڑا جو سلیمانؑ کے عصا کو کھا رہا تھا۔جب سلیمانؑ گر پڑے تب ان جنوں پر یہ راز کھلا کہ وہ غیب جانتے ہوتے تو اتنی مدت تک اس ذلیل غلامی کے عذاب میں نہ پڑے رہتے۔''(۱)

(۱) یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اس آیت میں 'جن' کے ساتھ انس کا لفظ نہیں آیا ہے۔اور یہ بھی اشارہ ہے کہ یہ جن وہ 'جن' تھے جن کو غیب دانی کا گھمنڈ تھا اور جنھیں اہل عرب بھی عالم الغیب سمجھتے تھے۔انہی جنوں میں سے ایک گروہ بعد میں نبی کریم ﷺ سے قرآن سن کر اپنے دوسرے ہم قوموں سے کہتا ہے کہ اب ہمارے غیب دانی کے وسائل ہم سے چھن گئے ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ ﴿وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا﴾ [الجن/٨،٩] ''اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو دیکھا کہ وہ پہرے داروں سے پٹا پڑا ہے اور شہابوں کی بارش ہو رہی ہے۔اور یہ کہ پہلے ہم سن گن لینے کے لیے آسمان میں بیٹھنے کی جگہ پا لیتے تھے، مگر اب جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرتا ہے، وہ اپنے لیے گھات میں ایک شہاب ثاقب لگا ہوا پاتا ہے۔'' اس آیت میں غیب کی خبریں حاصل کرنے کی جو صورت بیان کی گئی ہے، وہ انسان کی سمجھ میں بھی نہیں آتی کجا کہ کوئی انسان اس پر قادر ہو۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ غوطہ خور اور معمار شیاطین 'جن' کی قسم سے تھے، شیاطین الانس نہ تھے۔ دوسرے یہ بات آپ کی اور مولانا کی نظر سے پوشیدہ رہ گئی کہ قرآن مجید میں کہیں مطلقاً الشیطان اور الشیاطین بول کر انسان مراد نہیں لیے گئے ہیں، بلکہ ابلیس اور اس کی ذریت ہی مراد لی گئی ہے۔ ہاں اگر کہیں انسانوں کے کسی گروہ کے لیے شیاطین کا لفظ بطور صفت استعمال کیا گیا ہے تو ایسے ہر موقع پر صراحۃً یا کنایۃً یہ بتا دیا گیا ہے کہ وہاں شیاطین سے مراد انسان ہیں، جیسے:

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ﴾[الانعام/۱۱۲]

﴿وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيَاطِيْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ﴾[البقرۃ/۱۴]

ایمان بالکتاب کا مقتضیٰ:

اس بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کوئی ایسی قوی دلیل موجود نہیں ہے جس کی بنا پر سیدنا سلیمانؑ کے قصہ میں، یا کسی دوسرے مقام پر، لفظ 'جن' کے معنی متعین کرنے میں اس معنی سے انحراف کرنا جائز ہو جس کی تصریح خود قرآن مجید متعدد مواقع پر کر چکا ہے۔ اور جب اس کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے تو کسی شخص کے لیے جو قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے پر ایمان رکھتا ہو، یہ جائز نہیں کہ جس کو خدا نے 'جن' کہا ہے اور آدمی نہیں کہا، اس کو وہ اپنے قیاس سے آدمی کہہ دے۔ ایسا قیاس کرنے کے لیے اگر کوئی سبب داعی ہو سکتا ہے تو صرف یہ ہے کہ عادتِ جاریہ، جس کا مشاہدہ اور ادراک کرنے کے ہم خوگر ہیں، ان واقعات کے خلاف ہے جو بعض مواقع پر قرآن مجید میں جنوں کی طرف منسوب کیے گئے ہیں لیکن اسی طرح آگ کا ایک خاص شخص کے لیے سرد ہو جانا، لکڑی کا ایک خاص موقع پر اژدہا بن جانا، دریا کا ایک خاص وقت میں پھٹ کر راستہ دے دینا، ایک شخص کا مٹی کے پرند بنا کر ان میں جان ڈال دینا اور مردوں کو زندہ کر دینا، چند آدمیوں کا ایک غار میں تین سو سال تک سوتے پڑے رہنا اور پھر بھی زندہ رہنا، ایک شخص کا مرنے کے سو برس بعد جی اٹھنا اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں کا جوں کا توں بالکل تازہ حالت میں پانا، ایک شخص کا ساڑھے نو سو برس تک زندہ رہنا اور وہ بھی یوگا کی مشقوں سے نہیں بلکہ ایک منکر قوم کے مقابلہ میں تبلیغِ دین کی تھکا دینے والی مشقوں کے ساتھ، یہ اور ایسے ہی متعدد واقعات ہیں جو قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں اور سب اس عادتِ جاریہ کے خلاف ہیں جس کو دیکھنے کے ہم خوگر ہیں۔ اگر ہم قرآن کو خدائے علیم وخبیر اور قادر وتوانا کا کلام نہ مانیں تو سرے سے ان واقعات کی تاویل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ محض اس بنیاد

پر ان سب کو جھٹلا دیا جا سکتا ہے کہ ایسا ہوتے ہم نے کبھی نہیں سنا اور نہ دیکھا۔ اور اگر ہم یہ مان لیں کہ قرآن اس خدا کا کلام ہے جو ازل سے ابد تک عالمِ وجود کے ہر چھوٹے بڑے واقعہ کا حقیقی علم رکھتا ہے اور خدا وہ خدا ہے جس کے معجزے ہم کو سورج اور سیاروں اور زمین اور خود اپنے وجود میں ہر آن نظر آ رہے ہیں، تو ہمیں کسی غیر معمولی اور خلافِ عادت واقعہ کو بعینہٖ اسی طرح تسلیم کرنے میں تامل نہیں ہو سکتا جس طرح وہ قرآن میں بیان ہوا ہے۔

یہ واقعات تو کیا چیز ہیں، اگر قرآن میں کہا گیا ہوتا کہ ایک وقت میں چاند کو ماؤنٹ ایورسٹ پر لا کر رکھ دیا گیا تھا، اور کسی وقت خدا نے سورج کو مشرق کے بجائے مغرب سے نکالا تھا، تب بھی ایک مومنِ صادق کو اس بیان کی صداقت میں ایک لمحہ کے لیے شک نہ ہو سکتا تھا، اور نہ کسی طرح تاویل کر کے اس کو عادتِ جاریہ کے مطابق ثابت کرنے کی ضرورت پیش آ سکتی تھی۔ اس لیے کہ یہ کائنات جس کی وسعت کا تصور کرنے سے ہمارا دماغ تھک جاتا ہے، اور اس کائنات کی ہر شے، حتیٰ کہ گھاس کا ایک تنکا اور کسی جانور کے جسم کا ایک بال بھی اپنی پیدائش میں درحقیقت اتنا ہی انگیز معجزہ ہے جتنا چاند کا ایورسٹ پر آ جانا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ فرق اگر کچھ ہے تو صرف یہ کہ ایک قسم کے واقعات کو دیکھنے کی ہمیں عادت ہو گئی ہے، اس لیے ہم کو ان کے معجزہ ہونے کا شعور نہیں ہوتا، اور دوسری قسم کے واقعات شاذ ہیں اس لیے ان کی خبر جب ہم کو دی جاتی ہے تو ہمیں اچنبھا ہوتا ہے اور ہماری عقل جو صرف مشاہدات و تجربات پر اعتماد کرنے کی خوگر ہو گئی ہے ان کو باور کرنے میں جھجکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے واقعات کے متعلق جب ہم کو کوئی خبر دی جائے تو ہمیں حق ہے کہ ان کے وقوع کے متعلق قابلِ وثوق شہادت طلب کریں۔ لیکن ایک مومن کے لیے قرآن سے بڑھ کر قابلِ وثوق شہادت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ دل سے یقین رکھتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے، اور خدا کے فعل پر خود خدا ہی کی شہادت سب سے زیادہ معتبر ہے۔ البتہ جو شخص قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے میں شک رکھتا ہو اس کو حق ہے کہ قرآن کے ہر بیان میں شک کرے خواہ وہ عادتِ جاریہ کے موافق ہو یا مخالف!



باب۵

انسان اور جادو، جنات کا بیان

اس باب میں قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں ہم یہ واضح کریں گے کہ جادو، جنات کے اثرات سے انسان متاثر ہوسکتا ہے۔ نیز یہ اثرات کس حد تک ہو سکتے ہیں، اس کی تفصیل بھی ساتھ ہی ذکر کی جارہی ہے۔

انسان اور جادو

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انسان جادو جنات کے اثرات کا شکار ہوسکتا ہے جیسا کہ کتاب ہذا کے پہلے باب ''جادو کا بیان'' کے تحت ہم نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسے دلائل کا ذکر کیا ہے۔ ان میں ایک دلیل خود نبی کریم ﷺ کا جسمانی طور پر جادو سے متاثر ہونے سے متعلق بھی تھی جس سے کم از کم یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر پیغمبر پر جادو کا اثر ہوسکتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو تو پھر عام انسانوں پر بھی اس کا اثر بالاولیٰ ہوسکتا ہے۔ اس موضوع کی تفصیلات پہلے باب کے تحت ملاحظہ فرمالیں۔

انسان اور جنات

جس طرح انسان اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ایک مخلوق ہے، اسی طرح جنات بھی اللہ ہی کی پیدا کردہ مخلوق ہیں اور بنیادی طور پر انہیں بھی انسانوں ہی کی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت واطاعت کے لیے پیدا کیا ہے۔ یہ دونوں مخلوقیں اگرچہ اپنی پیدائش، عادات وصفات اور وسائل وضروریات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں، تاہم یہ دونوں اسی ایک جہاں میں آباد ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ جنات اپنی اصلی شکل میں انسانوں کو نظر نہیں آتے مگر وہ انسانوں کو ہر آن دیکھ سکتے ہیں۔ اس لیے جب وہ انسانوں کو کوئی نقصان پہنچاتے ہیں تو بالعموم دیکھتے اور سمجھتے بوجھتے پہنچاتے ہیں اور اگر انسانوں کے ہاتھوں انہیں کوئی نقصان پہنچتا ہے تو بالعموم غیر شعوری طور پر پہنچتا ہے۔ اسی طرح انہیں جو اختیارات دیے گئے ہیں، ان کی وجہ سے وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے کے لیے روشنی کی سی تیز رفتاری سے کام لے سکتے ہیں، آسمانوں اور فضاؤں میں اڑ سکتے ہیں جب کہ انسانوں میں یہ چیز نہیں ہے۔

یہ دونوں مخلوقیں اپنی عادات وصفات، طرزِ زندگی، وسائلِ ضروریات وغیرہ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے چونکہ مختلف ہیں، اس لیے اس ایک ہی جہاں میں آباد ہونے کے باوجود دونوں ایک دوسرے کے نہ محتاج ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی کرتے ہیں، سوائے چند مستثنیٰ صورتوں کے۔ یہ مستثنیٰ صورتیں بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کی جا سکتی ہیں یعنی:

(۱) انسانوں کو تکلیف پہنچانا۔ (۲) اور انسانوں کی مدد کرنا۔

اب آئندہ سطور میں ان دونوں کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

[۱]...... جنات کا انسانوں کو تکلیف پہنچانا

جنات مختلف طریقوں سے انسانوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں مثلاً کبھی یہ بیرونی طور پر عجیب وغریب شرارتیں کر کے انسان کو تنگ کرتے ہیں اور جسے تنگ کیا جا رہا ہوتا ہے، اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی انسان ایسا نہیں کر رہا۔ کبھی یہ انسان کے جسم کے اندر گھس جاتے ہیں اور اس طرح اسے اذیت میں مبتلا کیے رکھتے ہیں۔ قرآن وحدیث اور واقعاتی مشاہدات ان باتوں کے گواہ ہیں، آئندہ سطور میں ہم ان دلائل کو بالتفصیل ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ انسان کے جسم میں جن کا داخل ہونا (یعنی جن چمٹنا)

ہمارے ہاں اسے 'جن چمٹنا' بھی کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کے لیے 'مَسّ' کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے اور جس شخص کو یہ شکایت ہو، اس کے لیے عربی میں 'مَجْنُونٌ' اور 'مَصْرُوْعٌ' کے لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ 'جن چمٹنا' ایک حقیقت ہے، اس کے چند اہم دلائل درج ذیل ہیں:

۱)...... قرآنی دلائل:

جس انسان پر جنات کا اثر ہو جائے، اسے دورے پڑنے لگتے ہیں اور وہ پاگلوں اور دیوانوں کی سی حرکتیں کرنے لگتا ہے اور اہلِ عرب بھی اس حقیقت سے آگاہ تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک جگہ اس کی تمثیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ﴾ [سورة البقرة: ۲۷۵]

”وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، (روزِ قیامت اپنی قبروں سے) اس طرح اٹھیں گے، جس طرح وہ شخص اٹھتا ہے جسے شیطان نے چھو کر دیوانہ بنا دیا ہو۔“

”شیطان کا چھو کر دیوانہ بنانا“ وہی چیز ہے جسے ہمارے ہاں آسیب زدگی کہا جاتا ہے۔ اگر آسیب زدگی (جنات چمٹنے) کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو قرآن مجید میں تائیدی انداز میں اس کی تمثیل ہرگز نہ دی جاتی۔ اس آیت میں چونکہ آسیب زدگی کی طرف تائیدی اشارہ کیا گیا ہے، اس لیے بہت سے مفسرین نے اس آیت سے آسیب زدگی پر استدلال کیا ہے مثلاً مفسر قرطبیؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

”جو لوگ جنات کے ذریعے آسیب زدگی کو نہیں مانتے اور نہ ہی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ شیطان انسان میں داخل ہو کر (خون کی طرح) گردش کرتا ہے اور نہ انسان کو چمٹ سکتا ہے، بلکہ دیوانگی کی اس حالت کو بھی وہ طبی مرض ہی قرار دیتے ہیں، یہ آیت ان کے اس نقطۂ نظر کی غلطی پر صاف دلالت کرتی ہے۔“[1]

جناتی دورہ اور مرگی کا دورہ

بعض لوگوں کو عجیب وغریب قسم کے دورے پڑتے ہیں۔ دورے کی حالت میں ان پر بے ہوشی، پاگل پن اور دیوانگی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، دماغ اور اعضائے رئیسہ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ اس حالت کو طبی اصطلاح میں ”مرگی کا دورہ“ کہا جاتا ہے اور اس دورے کی کئی ایک طبی وجوہات ہوتی ہیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ اس طرح کے ہر دورہ کے پیچھے ہمیشہ طبی وجوہات ہی کارفرما ہوں بلکہ بعض اوقات جناتی اثرات کی وجہ سے بھی اس طرح کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ اسی لیے محقق اہل علم نے انسان کو پڑنے والے دورے کی دو قسمیں بیان کی ہیں؛ ایک مرگی کا دورہ اور دوسرا جناتی دورہ۔

مذکورہ بالا آیت میں اسی جناتی وشیطانی دورے ہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بعض احادیث سے بھی اس جناتی دورے کا ثبوت ملتا ہے۔ اگلی سرخی کے تحت اس طرح کی ایک حدیث آ رہی ہے۔

۲)......احادیث سے دلائل

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِىْ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ))

---

(۱) تفسیر قرطبی، ج ۳ ص ۳۵۵۔

”یقیناً شیطان انسان کے اندر اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون گردش کرتا ہے۔“[1]

اگر اس حدیث کا ظاہری مفہوم مراد لیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات و شیاطین انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس طرح گردش کرتے ہیں، جس طرح انسان کا خون اس کے جسم میں گردش کرتا ہے۔ اور اگر اس حدیث کا مجازی معنی مراد لیں تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جس طرح خون اس وقت تک جسم میں گردش قائم رکھتا ہے جب تک زندگی قائم ہے، اسی طرح شیطان بھی انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اس وقت تک اس کے تعاقب میں رہتا ہے جب تک اس کی حیات باقی ہے۔

اس حدیث میں چونکہ دونوں طرح کا معنی و مفہوم مراد لینے کی گنجائش ہے، اس لیے ذیل میں ہم اس سے بھی واضح تر دلیلیں پیش کر رہے ہیں۔

۲۔ کتبِ احادیث میں بعض ایسی روایات مذکور ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دور میں آسیب زدگی کے بعض واقعات پیش آئے اور آپؐ نے ان کا علاج فرمایا جس کے نتیجے میں جن بھاگ نکلا، مثلاً حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

”میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی معیت میں تین ایسی چیزیں دیکھی ہیں جنہیں مجھ سے پہلے یا بعد میں کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا۔ راستے میں ہم نے دیکھا کہ ایک عورت اپنا بچہ لے کر بیٹھی ہے، جب اس نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو آپؐ کے پاس آ کر کہنے لگی: 'میرے اس بچے کو جنوں کا اثر ہے اور ہمیں بھی اس بچے سے بعض اوقات تکلیف پہنچتی ہے، حتی کہ جنات اسے ایک ہی دن میں اتنی مرتبہ اذیت سے دوچار کرتے ہیں کہ ہم شمار نہیں کر سکتے......!'

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بچہ مجھے پکڑاؤ۔ اس عورت نے بچہ آپ ﷺ کی طرف بڑھایا۔ آپؐ نے بچے کو پکڑ کر اپنے سامنے بٹھایا اور اس کا منہ کھول کر (کچھ پڑھا اور) اس پر تین مرتبہ پھونکا (تھتکارا) اور کہا: ((بِسْمِ اللّٰهِ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَاخْسَأْ عَدُوَّ اللّٰهِ......)) 'اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں، میں اللہ کا بندہ ہوں، اے اللہ کے دشمن! ذلیل و خوار ہو جا'۔ پھر آپؐ نے وہ بچہ

(۱) صحیح مسلم، کتاب السلام، باب بیان انه یستحب لمن رؤی خالیا بامرأة، ح ۲۱۷۴، ۲۱۷۵۔ نیز دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب الادب، باب التکبیر و التسبیح عند التعجب، ح ۶۲۱۹۔

اس عورت کے سپرد کر دیا اور فرمایا کہ واپسی پر اسی جگہ ہمارا انتظار کرنا اور ہمیں بتانا کہ بچے کا کیا حال ہے۔

یہی صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم چلے گئے اور واپسی پر اسی جگہ پر وہ عورت ہمیں دوبارہ ملی اور اس کے پاس تین بکریاں تھیں۔ نبی کریمؐ نے دریافت فرمایا کہ اب تمہارے بچے کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: 'قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، آپؐ کے (دم کے) بعد تا حال ہمارا بچہ بالکل ٹھیک اور محفوظ رہا ہے۔ لہٰذا آپؐ میری طرف سے یہ تین بکریوں کا تحفہ قبول فرما لیں'۔ آپؐ نے اپنے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان میں سے ایک بکری لے لو اور باقی اس عورت کو واپس کر دو'۔ (۱)

مسند دارمی کی روایت میں ہے کہ اس عورت نے کہا:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ ابْنِيْ هٰذَا يَأْخُذُهُ الشَّيْطَانُ كُلَّ يَوْمٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ))

''اے اللہ کے رسولؐ! میرے اس بچے کو شیطان روزانہ تین مرتبہ تکلیف دیتا ہے۔'' تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو پکڑا اور اس پر دم کرنے کے بعد تشریف لے گئے۔ پھر واپسی پر اس عورت نے آ کر کہا کہ

((فَوَ الَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عَادَ إِلَيْهِ بَعْدُ))

''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، آپ کے دم کے بعد وہ جن دوبارہ کبھی نہیں آیا۔'' (۲)

اسی واقعہ سے متعلقہ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے بچے پر دم کرنے کے بعد اس کی ماں سے یہ

---

(۱) روایت کی تخریج کے لیے دیکھیے: مسند احمد، ج٤ ص ١٧٠، ١٧١، ١٧٢۔ دلائل النبوة، لابی نعیم ج٤ ٣٩٤۔ دلائل النبوة، للبیهقی، ج٦ ص ١٨، ١٩۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج٤٧ ٨٣٤۔ مصنف ابن ابی شیبه، ج ١١ ص ٤٨٨ تا ٤٩٦۔ انہی میں سے بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت نے تین بار فرمایا: ((اُخرج یا عدو اللّٰه! انا رسول اللّٰه))، ''اے اللہ کے دشمن! اس بچے سے نکل جا اور یاد رکھ کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔''

(۲) مسند دارمی، مقدمه، کتاب علامات النبوة، باب ما اکرم اللّٰه به نبیه من ایمان الشجر به و البهائم و الجن، ج ١٨۔ مجمع الزوائد، ج٩ ص ٦۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو امام احمد نے دو سندوں سے بیان کیا ہے اور اسی طرح طبرانی نے بھی روایت کیا ہے جبکہ امام احمد کی دو سندوں میں سے ایک سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

بھی فرمایا: ''اپنے بچے کا خیال رکھنا، اب اس پر کوئی چیز باقی نہیں اور نہ ہی کوئی چیز اسے ستانے کے لیے دوبارہ آئے گی۔''[۱]

ایک اور واقعہ

۳۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے طائف کا گورنر بنا کر بھیجا تو مجھے یوں محسوس ہوتا کہ جیسے میری نماز کے دوران کوئی چیز میرے سامنے آجاتی ہے حتی کہ مجھے پھر یہ شعور بھی نہ رہتا کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔ جب میری یہ حالت ہوئی تو میں اللہ کے رسول ﷺ کی طرف لوٹ آیا۔ آپؐ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا: 'یہ ابوالعاص کا بیٹا عثمان ہے؟' میں نے کہا: 'جی ہاں، اللہ کے رسول!'۔ آپؐ نے پوچھا: 'تم واپس کیوں آگئے ہو؟' میں نے کہا: 'یارسول اللہ دوران نماز مجھے کوئی چیز تنگ کرتی ہے اور مجھے یہ بھی پتا نہیں چلتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں'۔ آپ ﷺ نے فرمایا: 'یہ تو شیطان ہے، ذرا میرے قریب آؤ'۔ میں آپؐ کے قریب ہوکر پاؤں کے بل بیٹھ گیا۔ آپؐ نے میرے سینے پر مارا اور میرے منہ میں (دم کرکے) تھوکتے ہوئے فرمایا:

((أُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰهِ)) 'اللہ کے دشمن نکل جا'۔

آپؐ نے تین مرتبہ اس طرح کہا پھر مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی ذمہ داری انجام دو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا! اس کے بعد وہ جن کبھی واپس میرے سامنے نہیں آیا۔''[۲]

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: 'یارسول اللہ! پہلے میرا حافظہ سب لوگوں سے بہتر تھا، پھر میرے اندر کوئی چیز حلول کرگئی ہے اور اب مجھے بعض باتیں بھولنا شروع ہوگئی ہیں'۔ تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا اور فرمایا:

---

(۱) دیکھیے: مسند دارمی، ج۱ص۱۰۔ مجمع الزوائد، ج۹ص۹۔ البتہ جن روایات میں یہ اضافہ ملتا ہے کہ ''اس بچے نے قے کی اور اس کے پیٹ سے کتے کے چھوٹے بچے کی طرح کوئی چیز نکلی۔'' (بحوالہ: مسند دارمی، ج۲۰) یہ اضافہ صحیح سند سے ثابت نہیں، البتہ نفس واقعہ شواہد ومتابعات کے ساتھ حسن درجے تک پہنچتا ہے۔

(۲) ابن ماجہ، کتاب الطب، باب الفزع والأرق وما یتعوذ منہ، ح۳۵۴۸۔ امام بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ هذا اسناد صحیح ورجاله ثقات، ''اس کی یہ سند صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں''۔

((اَللّٰھُمَّ اَخْرِجْ عَنْهُ الشَّیْطَانَ)) ''یا اللہ! اس (کے جسم) سے شیطان کو نکال دے۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے بھول چوک کی یہ شکایت نہ رہی۔ [1]

۳)......لوگوں کے ذاتی مشاہدات:

جنات کے لوگوں کو تنگ کرنے کے حوالے سے بہت سے واقعات ہمیں معلوم ہیں۔ بعض واقعات خود ہمارے سامنے رونما ہوئے اور بعض ثقہ و قابل اعتماد لوگوں سے ہم نے سنے ہیں۔ اس لیے ان واقعات کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ آئندہ سطور میں بغرض اختصار چند ایک واقعات ملاحظہ فرمائیں:

امام احمد بن حنبلؒ

امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں بعض لوگوں نے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنی مسجد میں بیٹھے تھے کہ ان کے پاس ان کے اصحاب میں سے ایک شخص آیا اور کہنے لگا: مجھے خلیفہ متوکل نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ ہمارے گھر میں ایک لڑکی ہے جسے جنات کا اثر ہے، آپ اس کے لیے اللہ سے عافیت کی دعا کریں۔ امام احمدؒ نے اس پیغام لانے والے سے کہا کہ یہ لکڑی کی کھڑائیں (جوتیاں) ہیں، انہیں خلیفہ کے ہاں لے جاؤ اور اس لڑکی کے سرہانے بیٹھ کر جن سے کہنا:

''احمد بن حنبلؒ نے تجھ سے پوچھا ہے کہ تجھے یہ پسند ہے کہ اس لڑکی کے جسم سے نکل جائے یا یہ پسند ہے کہ ان کھڑاؤں کے ساتھ تجھے ستر مرتبہ مارا جائے''۔

وہ شخص گیا اور جا کر اسی طرح کہا تو اس جن نے لڑکی کی زبان سے جواب دیا:

''امام احمد کا حکم تو سر آنکھوں پر، اگر وہ ہمیں یہ حکم دیں کہ ہم عراق ہی چھوڑ جائیں تو ہم ان کا یہ حکم ماننے کے لیے بھی تیار ہیں۔ امام احمدؒ چونکہ اللہ کے فرمانبردار ہیں، اس لیے جو اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے، ہر چیز اس کی فرمانبردار بن جاتی ہے۔''

یہ کہہ کر وہ جن اس لڑکی کے جسم سے نکل گیا، پھر اس لڑکی کی شادی بھی ہوئی اور اولاد بھی۔ مگر جب امام احمد بن حنبل کی وفات ہوئی تو وہی جن دوبارہ اس لڑکی پر لوٹ آیا، چنانچہ خلیفہ وقت نے اس کے علاج کے لیے امام احمدؒ کے ایک شاگرد کو بلایا۔ امام صاحب کا وہ شاگرد امام صاحب کی وہی کھڑاؤں کے ساتھ

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب السلام، باب التعوذ من شیطان الوسوسۃ، ح ۲۲۰۳۔ مسند احمد، ج ۴ ص ۲۱۶۔

حاضر ہوا اور اس جن سے کہنے لگا:

''اس کے جسم سے نکل جا، ورنہ تجھے ان کھڑاؤں سے مار پڑے گی۔''

جن نے جواب دیا:

''میں تیرا حکم نہیں مانوں گا اور نہ ہی اس کے جسم سے نکلوں گا۔ رہی بات امام احمد کی، تو ان کا حکم ماننے کا ہمیں اس لیے پابند بنا دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے بڑے فرمانبردار بندے تھے (مگر اب ایسا نہیں ہے)''۔[1]

امام ابن تیمیہؒ کے تجربات

حافظ ابن قیمؒ اپنے استاد ابن تیمیہؒ کے بارے میں اپنی کتاب 'زاد المعاد' میں رقم طراز ہیں کہ

''ہمارے شیخ بعض اوقات جنوں سے متاثر (مریض) شخص کی طرف اپنا کوئی نمائندہ بھیجتے جو مریض کے جسم میں موجود جن سے مخاطب ہو کر کہتا کہ شیخ نے پیغام بھیجا ہے کہ تو اس جسم سے نکل جا کیونکہ اس جسم میں داخل ہو کر اس مریض کو تنگ کرنا تیرے لیے جائز نہیں۔ چنانچہ وہ جن صرف اتنا ہی پیغام سن کر بھاگ جاتا اور مریض تندرست ہو جاتا۔ بعض اوقات شیخ خود بھی جنوں سے ہم کلام ہوتے اور اگر جن زیادہ ہی سرکش ہوتا تو شیخ اسے مارتے پیٹتے اور جب مریض کے ہوش و حواس قائم ہوتے تو اس کے جسم پر مار کا نشان یا تکلیف بالکل نہیں ہوتی تھی اور ایسا بے شمار مرتبہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے...... شیخ اکثر و بیشتر ایسے مریض کے کان میں یہ آیت پڑھتے تھے:

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ [سورۃ المؤمنون: ۱۱۵]

''کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا ہے اور تم ہماری (اللہ کی) طرف واپس نہیں لوٹائے جاؤ گے!''۔

...حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے میرے شیخ (ابن تیمیہؒ) نے بتایا کہ انہوں نے جن زدہ (مریض) کے کان میں یہ آیت پڑھی تو جن نے جواب دیا، ہاں! ہم اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے اور یہ جواب بڑی اونچی آواز میں دیا۔ تو شیخ نے لاٹھی پکڑ کر اس کی گردن کی رگوں پر مارنا شروع کر دیا

(۱) کتاب آکام المرجان فی احکام الجان، ص ۱۱۴، ۱۱۵۔

حتی کہ مار مار کر ان کے ہاتھ تھک گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ یہ مریض مرجائے گا۔ اسی دوران جن بولا: ''میں اس شخص سے محبت کرتا ہوں''۔ شیخ نے جواب دیا: ''لیکن یہ تم سے محبت نہیں کرتا''۔ اس جن نے کہا: ''میں اسے حج کروانا چاہتا ہوں''۔ شیخ نے کہا: ''یہ تمہارے ساتھ حج بھی نہیں کرنا چاہتا''۔ پھر جن نے کہا: ''میں آپ کی بزرگی کے پیش نظر اسے چھوڑتا ہوں''۔ شیخ نے کہا: ''نہیں! بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہوئے اسے چھوڑ دو''۔ اس جن نے کہا: ''اچھا میں چھوڑ دیتا ہوں''۔ پھر وہ مریض اٹھ کر بیٹھ گیا اور حیرانی سے پوچھنے لگا کہ شیخ صاحب کیوں آئے ہیں اور یہ لاٹھی وغیرہ سب کچھ کیا ہے؟ میں نے کوئی گناہ تو نہیں کیا، مجھے کیوں مارنے لگے ہو؟ حالانکہ اس مریض کو علم ہی نہ تھا کہ اسے تو مار پڑ چکی ہے۔''[1]

حافظ ابن قیمؒ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ''ہمارے شیخ جن زدہ کے علاج کے لیے آیۃ الکرسی کی تلاوت کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جن زدہ شخص خود اور جو اس کا جن نکالنا چاہے دونوں کو چاہیے کہ آیۃ الکرسی کی بکثرت تلاوت کیا کریں۔ علاوہ ازیں آپ آیۃ الکرسی کے ساتھ معوذتین پڑھنے کا بھی کہا کرتے تھے۔''[2]

علامہ ابن تیمیہؒ نے مجموع الفتاوی[3] میں لکھا ہے کہ

''اہل السنہ والجماعۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ﴾[البقرة: ٢٧٥]

'جو لوگ سود کھاتے ہیں، ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے چھو کر شیطان نے باؤلا کردیا ہو۔'

صحیح بخاری میں آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ 'شیطان ابن آدم کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔'

امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے عبداللہ کہتے ہیں: 'میں نے اپنے والد سے کہا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جن آسیب زدہ کے جسم میں داخل نہیں ہوتا۔ والد صاحب نے جواب دیا: بیٹا! یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں، یہ

(۱) زاد المعاد، لابن قیم، ج ٤، ص ٦٢، ٦٣۔

(۲) الطب النبوی، لابن قیم، ص ٦٩۔

(۳) مجموع الفتاوی، ج ٢٤، ص ٢٧٦۔

ہے کہ جن ہی انسان کی زبان سے بات کرتا ہے۔''

امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ: 'امام احمد بن حنبلؒ نے جو بات کہی، وہ مشہور ومعروف ہے۔ جن انسان پر سوار ہوتا ہے اور انسان ایسی زبان میں بات کرنے لگتا ہے جو سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کے جسم پر اتنی مار پڑتی ہے کہ اگر کسی اونٹ کو مارا جائے تو اس کے بدن پر نشان پڑ جائیں۔ اس کے باوجود اس شخص کو نہ پٹائی کا احساس ہوتا ہے نہ اس گفتگو کا جو اس نے اپنی زبان سے کی۔ آسیب زدہ شخص کبھی تو دوسرے انسانوں کو گھسیٹتا اور کبھی جس چیز پر وہ بیٹھا ہوا ہوتا ہے، اسی کو کھینچنے پھاڑنے لگتا ہے، کبھی دیوہیکل مشینوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی حرکتیں کرتا ہے جو شخص اس کا بچشم خود مشاہدہ کرے گا اسے بدیہی طور پر معلوم ہو جائے گا کہ جو چیز انسان کی زبان سے بات کرتی ہے اور ان چیزوں کو الٹ پلٹ کر رکھ دیتی ہے، وہ انسان کے علاوہ کوئی اور مخلوق ہوتی ہے'۔

ابن تیمیہؒ مزید فرماتے ہیں: 'ائمہ مسلمین میں کوئی بھی اس بات کا منکر نہیں کہ جن آسیب زدہ شخص کے جسم میں داخل ہوتا ہے۔ جو اس کا انکار کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ شریعت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، وہ شریعت پر تہمت لگاتا ہے، شرعی دلائل میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی جس سے اس کی تردید ہوتی ہو'۔

امام موصوفؒ نے مزید لکھا ہے کہ 'جن لوگوں نے آسیب زدہ کے جسم میں جن کے داخل ہونے کا انکار کیا ہے، وہ معتزلہ کا ایک گروہ ہے جس میں جبائی اور ابوبکر رازی وغیرہ شامل ہیں'۔''[1]

علامہ ابوبکر جابر الجزائریؒ:

ابوبکر جابر الجزائریؒ اپنی کتاب عقیدۃ المؤمن میں ''کیا جن انسان کو ستاتے ہیں؟'' کے تحت اپنا ایک آنکھوں دیکھا دردناک واقعہ بیان کرتے ہیں:

''یہ میری اپنی عزیز بہن سعدیہ کا دردناک سانحہ ہے۔ بچپن میں اس المیہ کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور تب سے دل پر اس صدمہ کا داغ اٹھایا ہے۔ قصہ یوں ہے کہ ایک روز ہم چھوٹے چھوٹے بچے کھجور کی خشک لکڑیوں کا گٹھا بنا کر ایک رسی کی مدد سے مکان کی چھت پر اسے چڑھا رہے تھے۔ میری بہن سعدیہ جو عمر میں مجھ سے کچھ ہی بڑی تھی، چھت پر تھی اور اوپر سے رسی کھینچ کر لکڑیاں ایک طرف

(۱) مجموع الفتاوی، ج ۱۹ ص ۱۲۔

رکھتی جاتی تھی۔ اتفاق سے ایک مرتبہ جب سعدیہ نے رسی کھینچی تو گٹھا بھاری ہونے کی وجہ سے اس سے کھینچا نہ جا سکا۔ چنانچہ رسی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور گٹھا نیچے گر گیا۔

سوئے اتفاق کہ گٹھا جہاں گرا، وہاں کوئی جن براجمان تھا اور یہ گٹھا ٹھیک اس کے اوپر گرا۔ جس سے اس کو تکلیف ہوئی لیکن اس خبیث نے نادانستگی کی اس اَذیت کا بدلہ اس طرح لینا شروع کیا کہ رات کو جب میری بہن محوِخواب ہوتی، تو یہ آ کر اس کا نیند میں گلہ دباتا اور بے چاری بہن انتہائی کرب کے عالم میں ذبح کی گئی بکری کی طرح تڑپ اٹھتی اور زمین پر اپنی ایڑیاں رگڑتی اور جب تک اَدھ موئی نہ ہو جاتی یہ ظالم جن اسے نہ چھوڑتا۔ ہفتہ میں کئی کئی دن اس طرح ہوتا۔ ایک دن بہن کی زبانی اس ملعون جن، نے اس کا اظہار بھی کیا کہ فلاں فلاں دن کی اَذیت کا وہ اس طرح بدلہ لے رہا ہے۔ ہماری بہن سعدیہ اس ایک روز کی معمولی خطا کی پاداش میں دس سال کے طویل عرصہ تک یہ کربناک اَذیت سہتی رہی اور ہفتہ عشرہ میں کئی کئی دن ایسا ہوتا کہ موت اس کے قریب آ کر لوٹ جاتی۔ آخر ایک روز اس جن نے اس کا گلا اس زور سے دبایا کہ اس کا سانس اُکھڑ گیا۔ اس نے آخری بار زمین پر اپنی ایڑیاں رگڑیں اور پھر اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اللہ تعالیٰ بال بال اس کی مغفرت فرمائے اور اپنی رحمت کے سائے میں اسے جگہ دے۔ آمین''!

علامہ جزائری یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''یہ کوئی افسانہ نہیں بلکہ ہمارے اپنے سروں پر پڑی ہوئی افتاد ہے۔ اس کی صداقت کی اس سے بڑی نشانی اور کیا ہوگی کہ ہماری ان آنکھوں نے اسے ہوتا ہوا دیکھا ہے......!''۔ (۱)

راقم الحروف کے ذاتی مشاہدات

خود راقم الحروف نے کئی ایسے لوگوں کا روحانی علاج کیا ہے جنہیں جادو جنات کا اثر تھا۔ اس علاج کے دوران جنات سے باتیں بھی ہوئیں، انہیں سزا بھی دی گئی اور خود ان کی ایذا دہی کی وجوہات اور اس سے بچاؤ کی تدابیر بھی معلوم ہوئیں۔ میں اپنے تجربات و مشاہدات کی تفصیل کسی اور کتاب میں پیش کروں گا، یہاں صرف اپنا ایک واقعہ بالاختصار ذکر کرتا ہوں۔

(۱) عقیدۃ المؤمن، اردو ترجمہ، ص ۲۲۹، ۲۳۰۔

ایک دینی ادارے میں ایک صاحب دم منتر کیا کرتے تھے مگر انہیں جن نکالنے کا طریقہ نہیں آتا تھا اور وہاں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو جنوں کے انسانوں پر اثر انداز ہونے اور انسانی جسم کے اندر جنات کے داخل ہونے کے بارے شک کرتے تھے۔ایک مرتبہ ان کے پاس جنات سے متاثر ایک مریض آیا، جب وہ دم کررہے تھے تو مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہ محض جادو زدہ نہیں بلکہ جن زدہ ہے۔ چنانچہ میں نے انہیں جن نکالنے کا طریقہ سکھانے کے لیے اس مریض کا از خود علاج شروع کر دیا اور ساتھ ان لوگوں کو بھی جمع کرلیا جو جنات کے انسانی جسم میں داخل ہونے کے بارے شکوک وشبہات کا شکار تھے۔ یہ رمضان المبارک کا مہینا تھا، اس مریض کا علاج کرنے کے لیے مجھے چار گھنٹے لگے۔اس دوران جن سے کئی طرح کی باتیں ہوئی، جن کی پٹائی بھی کی گئی اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جن بھاگ نکلا۔ اس واقعہ کو آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد شکوک وشبہات رکھنے والے احباب کو بھی یقین آ گیا کہ جنات انسانوں کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔

۲)...... جنات کا جسم میں داخل ہوئے بغیر انسان کو تنگ کرنا:

بعض اوقات جنات انسانی جسم میں داخل ہوئے بغیر بھی انسانوں کو تنگ کرتے ہیں مثلاً کبھی کوئی چیز اٹھا لی، کبھی سوتے میں کوئی شرارت کر گئے، کبھی گھر میں آ کر عجیب وغریب حرکتیں شروع کر دیں۔ آئندہ سطور میں اس نوعیت کے دو تین واقعات ذکر کیے جا رہے ہیں، جن سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنات ایسی شرارتیں کر سکتے ہیں۔

(۱)...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ایک رات انہوں نے شیطان (جن) کو پکڑ لیا (کیونکہ وہ اناج چوری کر رہا تھا) اور کہا کہ میں تمہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں اس کے بدلے ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں کہ اگر تم انہیں پڑھ کر بستر پر سو جاؤ تو صبح تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ایک پہرے دار مقرر کر دیا جائے گا اور کوئی شیطان صبح تک تمہارے پاس نہیں پھٹکے گا۔ (ابوہریرہؓ کہتے ہیں) میں نے کہا کہ ہاں بتاؤ، تو اس نے مجھے آیۃ الکرسی والے کلمات بتائے اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح کے وقت میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سارا واقعہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''وہ تھا تو جھوٹا مگر تمہیں ایک سچی بات بتا گیا ہے۔''(۱)

(۱) صحیح البخاری، کتاب الوکالة، باب اذا وکل رجلا، ح ۲۳۱۱۔ دلائل النبوة، للبیهقی، ج۷ ص ۱۰۷۔ عمل الیوم واللیلة، ح ۹۵۸۔ شرح السنة، ح ۱۱۹۶۔ السنن الکبری، ح ۱۰۷۹۵۔

یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ آگے "جادو، جنات سے پیشگی تحفظات کا بیان" کے تحت آئے گا۔

۲)......اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ ان کی کھجوریں روزانہ کوئی کھا جایا کرتا تھا۔ ایک رات انہوں نے پہرہ دیا اور ایک جن پکڑ لیا اور اس جن نے اقرار کیا کہ ہم ہی آپ کی کھجوریں کھایا کرتے تھے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ ہم تم سے محفوظ کس طرح رہ سکتے ہیں؟ اس نے کہا کہ جو شخص آیۃ الکرسی صبح کے وقت پڑھ لے وہ شام تک اور جو شام کو پڑھے، وہ صبح تک ہم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس خبیث شیطان نے سچی بات کہی ہے۔ [(۱)]

۳)......اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی مذکور ہے۔ [(۲)]

ان تینوں واقعات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے جس کی طرف عنوان میں اشارہ کیا گیا ہے۔

۳)......جنات کا انسانوں کو تنگ کرنے کے اسباب و وجوہات:

درج ذیل وجوہات کے پیش نظر جنات انسانوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں:

۱)......عشق و بدکاری کی خاطر

۲)......غیر شعوری ظلم کا انتقام لینے کی خاطر

۳)......محض شرارت کے پیش نظر

۴)......جادوگروں کے لیے

۵)......شیطان اکبر یعنی ابلیس لعین کے لیے۔

ان میں سے پہلی تین وجوہات کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

"جنات کا انسانوں میں داخل ہونا کبھی تو عشق و محبت کی وجہ سے ہوتا ہے (کہ جن کسی مرد یا عورت پر اس طرح عاشق ہو جاتا ہے) جس طرح انسانوں میں سے کوئی شخص دوسرے کا عاشق ہو جاتا ہے۔ حتی کہ بسا اوقات انسانوں اور جنوں کے آپس میں ملاپ کے ذریعے سے بچہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ایسی

(۱) عمل الیوم واللیلۃ للنسائی، ح ۹۶۱، ۹۶۲۔ شرح السنۃ للبغوی، ح ۱۱۹۷۔ دلائل النبوۃ للبیہقی: ج ۷ ص ۱۰۸۔ ابن حبان، ح ۷۸۴۔

(۲) دیکھیے: مستدرک حاکم، ج ۲ ح ۲۱۰۸۔

معروف باتیں ہیں جنہیں بے شمار علماء نے بیان کیا ہے۔البتہ علماء نے انسانوں کا جنوں کے ساتھ رضا مندی کے ساتھ شادی کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

اور اکثر وبیشتر اس طرح ہوتا ہے کہ کوئی انسان غیر دانستہ طور پر کسی جن کو تکلیف پہنچا بیٹھتا ہے مثلاً غیر شعوری طور پر وہ کسی جن پر پیشاب کر بیٹھتا ہے یا کسی جن پر گرم پانی پھینک دیتا ہے یا نادانستہ طور پر کسی جن کو قتل کر بیٹھتا ہے تو دوسرے جن اس کا بدلہ لینے کے لیے اسے تکلیف پہنچانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور پھر وہ ایسے انسان کو اس کے نادانستہ طور پر سرزد ہونے والے عمل کے نتیجہ میں بہت زیادہ سزا دیتے ہیں۔بعض جن بے وقوف اور شرارتی ہوتے ہیں، وہ بلا وجہ انسانوں کو تکلیف دینا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی مثال ایسے ہے جیسے بعض بے وقوف انسان بلا وجہ دوسرے انسانوں کو اذیت دیتے ہیں۔''[1]

جنوں کے تکلیف پہنچانے کی چوتھی وجہ کی تفصیل آگے ''جنات کا انسانوں کی مدد کرنا'' کے تحت آئے گی، البتہ پانچویں وجہ کی تفصیل بغرض اختصار ہم یہاں پیش نہیں کر رہے۔ شائق حضرات اس کی تفصیل پڑھنا چاہیں تو ہماری دوسری کتاب: ''انسان اور شیطان'' کا مطالعہ فرمالیں۔

۴)...... جنات سے ڈرنا نہیں چاہیے:

یہاں ہم یہ بھی بتادیں کہ جنات سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ اگر یہ انسان کو تکلیف پہنچانے اور تنگ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، تو انسان بھی ان سے بدلہ لینے اور ان کی اذیتوں اور شرارتوں سے بچنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔جس طرح جنات کے اختیارات اور عادات وصفات سے ناواقف بہت سے انسان ان سے ڈرتے ہیں، اسی طرح بہت سے جنات بھی انسانوں سے ڈرتے ہیں۔

اگر انسان پانچ وقت نماز پڑھے، پاک صاف رہے، جھوٹ اور گناہ کے کاموں سے بچے، صبح وشام اور سونے جاگنے کے مسنون اذکار اور وظائف کا اہتمام کرتا رہے، وقتاً فوقتاً اپنے اوپر آیۃ الکرسی، سورۃ الفاتحہ، معوذات وغیرہ کے ساتھ دم کرتا رہے تو یہ شیاطین وجنات اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اس لیے کہ اللہ کے کلام کی برکت اسے حاصل ہو جاتی ہے۔حتی کہ اگر انسان بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھ لے تو یہ اسے دیکھ بھی نہیں سکتے۔ کسی چیز پر بسم اللہ پڑھ دے تو یہ اس چیز کو اٹھا نہیں سکتے، کسی چیز کو بسم اللہ پڑھ کر بند کر دے تو یہ اسے کھول نہیں سکتے۔

(۱) مجموع الفتاوی: ج۱۹، ص۳۹، ۴۰۔ نیز دیکھیے: ج۱۲، ص۲۷۔

اسی طرح اگر جنات وشیاطین کسی انسان پر حملہ آور ہو جائیں یا اسے نقصان پہنچاتے اور تنگ کرتے ہوں تو کلامِ الٰہی اور مسنون اذکار کی برکت سے یہ دور بھاگ جاتے ہیں، اس لیے کہ کلامِ الٰہی اور مسنون اذکار کی پڑھائی کرنے سے جنات وشیاطین کو سخت تکلیف ہوتی ہے جس کا انسان کو اندازہ نہیں ہوتا مگر اس تکلیف سے جنات وشیاطین دور بھاگ جاتے ہیں۔ آئندہ صفحات میں ''جادو، جنات سے بچاؤ کے پیشگی تحفظات کے بیان'' میں ان میں سے اکثر چیزوں کی تفصیل آ رہی ہے۔

[۲]...... جنات کا انسانوں کی مدد کرنا

جنات دو وجہ سے انسانوں کی مدد کرتے ہیں؛ ایک دشمنی کی بنیاد پر اور دوسری وجہ دوستی اور خیر خواہی ہوتی ہے۔ اب ان دونوں کی تفصیل ملاحظہ کریں:

ا۔ پہلی وجہ؛ دشمنی

آپ حیران ہوں گے کہ دشمن بھی بھلا کسی کی مدد کرتا ہے؟ لیکن اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اس لیے کہ جنات وشیاطین کی دشمنی عام انسانوں کی دشمنی سے مختلف ہے اور وہ اس طرح کہ ان کی دشمنی کا اصل مقصد انسان کو گمراہ کرنا اور کفر وشرک کا مرتکب بنانا ہے اور اگر کسی کو کفر وشرک تک لانا ان کے لیے مشکل ہو تو پھر یہ نافرمانی ومعصیت کی دوسری صورتوں کا مرتکب بنانے میں کوئی کمی نہیں کرتے، چنانچہ اسی مقصد کے لیے جنات وشیاطین انسانوں کی مدد بھی کرتے ہیں۔

آپ نے گزشتہ صفحات میں ''جادو کیسے سیکھا جاتا ہے؟'' کے ضمن میں یہ پڑھا ہے کہ جادوئی عملیات کرنے والوں کو جنات وشیاطین کی ہر بات ماننا ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں جنات وشیاطین ان عاملوں سے صریح کفریہ وشرکیہ عمل کرواتے ہیں، تب جا کر وہ ان کی تھوڑی بہت مدد بھی کر دیتے ہیں۔ گویا یہ مدد انسان کی گمراہی کے بدلے میں کی جاتی ہے۔

جنات قابو کرنے کی حقیقت

یہاں سے یہ بات بھی سمجھ آ جاتی ہے کہ جو لوگ جنات قابو کرنے کے دعوے کرتے ہیں، ان کے دعووں کی کیا حقیقت ہے۔ اس لیے کہ انسان کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ جنات قابو میں کر لے بلکہ اصل بات یہ

ہے کہ جنات خود عاملوں جادوگروں کو اپنے قابو میں کیے ہوتے ہیں، اور وہ اس طرح کہ اصل حکم جنات کا چل رہا ہوتا ہے چنانچہ جادوگر اور عامل لوگ جنات کی خوشنودی کے لیے ان کے ہر حکم کی تعمیل کر رہے ہوتے ہیں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ عامل حضرات اپنے گاہکوں سے کبھی اُلو وغیرہ کے خون کا مطالبہ کریں گے، کبھی بکرے کی سری کا، کبھی مردوں کی کھوپڑیوں کا اور کبھی کسی اور چیز کا۔ ایسا نہیں کہ ان چیزوں میں کوئی خاصیت ہے بلکہ یہ سب جنات کے حکم سے ہوتا ہے، ان عاملوں کا کام اپنے جنات کو بس راضی کرنا ہی ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک عامل نے اپنے گاہک سے کہا کہ تمہارا کام صرف اسی وقت ہوسکتا ہے جب تم اپنے فلاں رشتہ دار کے سات سالہ بچے کو فلاں قبرستان میں ذبح کر کے اس کا خون لے کر آ ؤ، چنانچہ اس سفاک درندے نے ایسا کیا اور بعد میں پکڑا گیا۔ یہ واقعہ سن ۲۰۰۶ء میں کسی اخبار میں، میں نے پڑھا تھا اور ایسے واقعات آئے روز ہوتے رہتے ہیں۔ اب اس طرح کے واقعات میں شیاطین و جنات کا مقصد لوگوں میں باہمی جھگڑے پیدا کرنا بھی ہوتا ہے۔

بعض جھوٹے عاملوں کو آپ یہ دعویٰ کرتے ہوئے بھی سنیں گے کہ ہم نے جن بوتل میں قید کر رکھے ہیں، حالانکہ ایسا ممکن نہیں۔ اگر آپ ان سے یہ پوچھیں کہ کتنے عرصہ سے تم نے جن کو قید کر رکھا ہے اور اتنے عرصے سے اس کی بھاری بھرکم خوراک کہاں سے پوری کر رہے ہو اور کس طرح وہ بوتل میں بغیر کھائے پیے زندہ ہے تو اس کے جوابات سے آپ خود معلوم کرلیں گے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے کیونکہ وہ بوتل میں خوراک کہاں سے ڈالے گا، اگر کھولے گا تو جن بھاگ جائے گا اور اگر نہیں کھولے گا تو جن بھوک پیاس ہی سے مر جائے گا......!!

بعض لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حوالے سے یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ انہوں نے جن قابو کر رکھے تھے، اس لیے انہیں قابو کیا جاسکتا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں سوچتے کہ جن و شیاطین کے سلسلہ میں انبیاء و رسل کا معاملہ عام انسانوں سے مختلف ہے، ایک تو اس لیے کہ انبیاء انسانوں کی طرح جنات کے لیے بھی رسول بنا کر بھیجے جاتے ہیں، چنانچہ جنات کو تبلیغ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ انبیاء کے لیے مواقع مہیا کر دیتے ہیں۔

علاوہ ازیں جنات کو تابع فرمان بنا کر ان سے مدد لینا حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا اور انہی کے ساتھ خاص تھا، اور خود نبی کریمؐ نے بھی ایک مرتبہ حالت نماز میں حملہ آور ہونے والے جن کو یہ کہہ کر چھوڑ

دیا کہ مجھے اپنے بھائی سلیمان کی دعا یاد آ گئی تھی۔ اور وہ دعا یہ تھی کہ 'یا اللہ! مجھے ایسی حکومت دے جو میرے بعد کسی کو نہ ملے'۔ اور انہیں ایسی حکومت اللہ نے عطا کی کہ انسان ہی نہیں جنات سمیت دیگر مخلوقات بھی ان کے تابع فرمان بنا دی۔ اس دعا کے پیش نظر آنحضرتﷺ نے جن کو چھوڑ دیا۔

دوسری وجہ: دوستی

بعض جنات دوستی کی بنیاد پر کسی انسان کی مدد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی یہ مدد ایسے ہی ہوتی ہے جیسے کوئی نیک اور ہمدرد کسی شریف، نیک یا عالم شخص کی مدد کرنا باعث نیکی سمجھتا ہے۔ اس طرح کی مدد میں اگر دینی و اخلاقی نقطۂ نظر سے کسی غلط چیز کا ارتکاب نہ کیا جائے تو بہت سے ائمہ کرام اس مدد کو جائز سمجھتے ہیں۔ تاہم میں یہاں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ جنات و شیاطین بعض اوقات کسی انسان کے پاس آمد و رفت شروع کرتے ہیں اور اسے یہی باور کراتے ہیں کہ ہم تمہارے دوست ہیں اور تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں مگر وہ دوست نہیں ہوتے بلکہ دوستی کے لبادہ میں اسے اذیت پہنچانے اور گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

میں ایک مدرسہ میں پڑھتا تھا، وہاں ایک لڑکے کے پاس جنات آتے تھے اور اسے کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے دوست ہیں۔ شروع میں تو وہ اسے تکلیف نہیں پہنچاتے تھے مگر آہستہ آہستہ انہوں نے اپنی اصلیت ظاہر کرنا شروع کر دی، پھر اس کی حالت یہ ہوگئی کہ ہر وقت بیمار رہتا، اور پاگل پن کی کیفیت اس پر طاری رہا کرتی تھی۔ مہینوں نہیں برسوں اس کے ساتھ یہی معاملہ رہا۔ میں نہیں جانتا کہ اب وہ زندہ ہے یا نہیں اور زندہ ہے تو کس حالت میں ہے۔

اگر کسی کے ساتھ یہ صورت پیدا ہو تو اسے چاہیے کہ اذکار مسنونہ کا ورد کرے، نماز کے بعد آیۃ الکرسی ضرور پڑھے اور ان تمام تدابیر پر عمل کرے جو ہم آگے جنات کے توڑ میں بیان کریں گے۔



باب ۶

روحانی علاج اور اس سے متعلقہ چند اُصولی مسائل کا بیان

آئندہ ابواب میں جادو جنات کے حوالے سے جو کچھ بیان کیا جائے گا، وہ چونکہ روحانی علاج معالجے کی ایک شکل ہے، اس لیے ضروری ہے کہ روحانی علاج کی حقیقت اور اس کی ضرورت واہمیت کے حوالے سے کچھ بنیادی باتیں پہلے ذہن نشین کر لی جائیں۔ ان باتوں کا تعلق مریض کے ساتھ بھی ہے اور معالج کے ساتھ بھی۔

۱)......ایک بنیادی اور ضروری قاعدہ

روحانی علاج کے سلسلہ میں سب سے پہلے یہ اصول ذہن نشین رہے کہ دنیا میں بڑے سے بڑا جن، شدید سے شدید تر جادو اور عظیم سے عظیم تر قوت وطاقت والا دشمن بھی اس وقت تک کسی شخص کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ اس نقصان میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کی طے کردہ تقدیر کا فیصلہ شامل نہ ہو۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں پہلے سے تقدیر میں کوئی نقصان، تکلیف، مرض، دکھ یا مصیبت وغیرہ لکھ رکھی ہے تو پھر وہ ضرور واقع ہو کر رہے گی لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کے لیے اس کی تقدیر میں پہلے سے کوئی تکلیف نہیں لکھی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت بھی اس شخص کو وہ تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔

اس حقیقت پر ایمان ویقین ہی کا دوسرا نام ایمان بالتقدیر ہے جو ہر مسلمان کے بنیادی عقائد کا جزو لاینفک ہے۔ ایمان کے درج ذیل چھ ارکان ہیں:

(۱)......اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا

(۲)......فرشتوں پر ایمان لانا

(۳)......اللہ تعالیٰ کی آسمانی کتابوں پر ایمان لانا

(۴)......اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو سچا ماننا

(۵)......یوم آخرت پر ایمان رکھنا

(۶)......تقدیر کے اچھے یا برے ہونے پر ایمان لانا۔

تقدیر سے مراد ہر انسان کا وہ عملی ریکارڈ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کامل کے ساتھ پیشگی لکھ رکھا ہے کہ یہ انسان کون سے اچھے یا برے کام کرے گا......، اس کو کیا کیا نفع یا نقصان ہوگا،......اور کن کن ذرائع سے ہوگا......، زندگی خوشحالی میں گزرے گی یا بدحالی میں...... یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ رکھی ہیں، جنہیں دنیا کی کوئی طاقت بدل نہیں سکتی۔ البتہ صحیح اَحادیث کے مطابق صرف مقبول دعا اس تقدیر کو بدل سکتی ہے جیسا کہ ارشادِ نبویؐ ہے کہ

((لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ))[(۱)]

''دعا کے علاوہ اور کوئی چیز تقدیر کو نہیں بدلتی۔''

قرآن وسنت میں مختلف پہلوؤں سے اس بنیادی اصول یعنی تقدیر پر پختہ ایمان رکھنے کی ترغیب وتاکید کی گئی ہے، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ لِّكَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ [سورة الحدید ۲۲، ۲۳]

''نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں، مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ یہ کام اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے تاکہ تم کسی ایسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جاؤ جو تم سے فوت (ضائع) ہو جائے اور نہ کسی ایسی چیز پر فخر کرو جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہو۔ اور فخر وتکبر کرنے والے شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔''

تقدیر پر ایمان کے حوالے سے اَحادیث میں بھی واضح رہنمائی موجود ہے، چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ارض وسما کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ہی تمام لوگوں کی تقدیریں لکھ دی تھیں جبکہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔''[(۲)]

۲)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا:

(۱) ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء لا یرد القدر الا الدعاء، ح ۲۱۳۹۔ مسند احمد، ج ۵ ص ۲۷۷، ۲۸۰۔
(۲) مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسیٰ، ح ۲۶۵۳۔

''اے لڑکے! میں تمہیں کچھ باتیں بتانے لگا ہوں (غور سے سنو): اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کریں گے اور اللہ کو یاد رکھو گے تو اپنی مشکل میں اللہ تعالیٰ کو مددگار پاؤ گے۔ جب بھی مانگو، اللہ ہی سے مانگو اور جب بھی مدد کی فریاد کرو، اللہ ہی سے کرو۔ جان لو کہ اگر ساری امت اس بات پر جمع ہو جائے کہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچایا جائے تو جو اللہ تعالیٰ نے لکھ رکھا ہے، اس سے زیادہ فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور اگر ساری امت اس بات پر جمع ہو جائے کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچایا جائے تو پھر بھی جو نقصان اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تقدیر میں لکھ رکھا ہے اس کے سوا یہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (تقدیر لکھنے والے) قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے (جن پر تقدیر لکھی گئی ہے وہ) خشک ہو چکے ہیں''۔ (۱)

۲)......تقدیر اور جادو، جنات

قرآن مجید میں جادو کے پس منظر میں تقدیر کی حقیقت کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿ وَمَا هُمْ بِضَارِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ [سورة البقرة:۲:۱۰۲]

''حالانکہ وہ اس جادو کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

اللہ کے حکم سے کسی کو کیا نقصان یا کیا فائدہ پہنچنا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی تقدیر میں پہلے سے لکھ رکھا ہے۔ لہٰذا اس قرآنی اصول کو ہمیشہ کے لیے ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو تو کوئی لاکھ جادو کرتا رہے، نہ وہ کامیاب ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس کے کیے گئے جادو سے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی اللہ کے اِذن کے بغیر کوئی جن کسی انسان کو کچھ تکلیف دے سکتا ہے۔ اس لیے جادو، جنات کے حوالے سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔

۳)......مرض اور علاج کی حقیقت

جس طرح دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر اچھی سے اچھی اور معیاری چیز استعمال اور مرورِ زمانہ کے ساتھ عیوب ونقائص کا شکار ہوتی رہتی ہے اور حسبِ ضرورت اس کی مرمت وغیرہ کر کے ایک عرصہ تک اسے قابل استفادہ بنایا جاتا رہتا ہے لیکن ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ چیز دوبارہ مرمت کی قابلیت نہ رکھتے

(۱) ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب:۵۹، ح ۲۵۱٦۔ احمد، ج۱ص ۲۹۳۔ حاکم، ج۳ص ۵۴۱۔ حلية الاولياء، ج۱ص ۱۳۴۔

ہوئے فنا ہو جاتی ہے۔تقریباً اسی طرح انسان بھی اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ایسی مخلوق ہے جس میں عیوب و نقائص پیدا ہوتے رہتے ہیں۔کبھی کوئی دکھ،کبھی کوئی تکلیف،کبھی کوئی مرض اور کبھی بڑھاپا۔ان عیوب کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے علاج معالجے اور دوا کا بندوبست بھی ایک وقت تک کے لیے کر رکھا ہے،جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا درج ذیل ارشاد اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے:

((مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ دَآءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً)) (۱)

"اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نازل نہیں کی جس کی شفا نہ اتاری ہو"۔

لیکن ایک وقت ہر انسان پر ایسا آتا ہے کہ وہ بڑھاپے جیسے لاعلاج مرض کا شکار ہو کر بالآخر اس دنیا سے اپنا تعلق چھوڑ جاتا ہے۔لہٰذا جب تک انسان اس دنیا میں موجود رہتا ہے،وہ مختلف جسمانی اور روحانی بیماریوں کا بھی وقتاً فوقتاً شکار ہوتا رہتا ہے اور ان کے تدارک کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف اَسباب بھی پیدا کر رکھے ہیں۔اسی لیے آنحضرت ﷺ سے جب بعض لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا ہم علاج معالجہ کے اَسباب اختیار کر سکتے ہیں؟تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((نَعَمْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ! تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَآءً اِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً غَيْرَ دَآءٍ وَاحِدٍ قَالُوْا: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: اَلْهَرَمُ)) (۲)

"ہاں اللہ کے بندو علاج معالجہ کروایا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہیں اتاری کہ جس کی شفا اور دوا نہ اتاری ہو،سوائے ایک بیماری کے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:وہ بڑھاپا ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے خود بھی اپنے مرض الموت میں دوا استعمال کی تھی اور آپ ﷺ مختلف اوقات میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے بھی بعض چیزیں بطور علاج تجویز فرمایا کرتے تھے مثلاً:

"ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کی:یا رسول اللہ! میرے بھائی کو اسہال (دست کا مرض) ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے شہد پلاؤ۔وہ شخص چلا گیا اور دوبارہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ

(۱) صحیح البخاری، کتاب الطب، باب ما انزل اللہ داء الا۔۔۔، ح۵۶۷۸۔

(۲) ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی الرجل یتداوی، ح۳۸۵۵۔ ترمذی، کتاب الطب، ح۲۰۳۸۔ احمد، ج ٤، ص۶۷۸۔

میں نے اسے شہد پلایا ہے مگر اس کا مرض بڑھ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ دوبارہ شہد پلاؤ۔ وہ شخص گیا اور پھر واپس آ کر اس نے یہ عرض کی کہ شہد پلانے کی وجہ سے مرض بڑھتا جا رہا ہے۔ دو یا تین مرتبہ ایسا ہوا، تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان سچا ہے (یعنی یہ کہ شہد میں شفا ہے) لہٰذا سے پھر شہد پلاؤ۔ اس مرتبہ جب اس نے شہد پلایا تو اس کا بھائی ٹھیک ہو گیا۔''[۱]

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ علاج معالجہ سنتِ رسولؐ ہے جبکہ بعض صوفیا وزہاد قسم کے لوگ بلا وجہ علاج معالجہ کو توکل کے منافی قرار دیتے ہیں حالانکہ توکل کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ علاج نہ کرایا جائے، بلکہ اصل توکل یہ ہے کہ جائز حدود میں رہتے ہوئے وہ تمام دنیوی اسباب ووسائل ضرور اختیار کیے جائیں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ شفا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی تو یہ اَسباب مؤثر ومفید ثابت ہوں گے، ورنہ یہ اَسباب بھی اللہ کی تقدیر کے سامنے بے بس ہیں۔ ہماری اس بات کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

''ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنی سواری کو باندھ کر پھر اللہ کے سپرد کروں یا اسے چھوڑ کر اللہ پر توکل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سواری کو باندھو (یعنی محفوظ کرو اور) پھر اللہ پر بھروسہ رکھو۔''[۲]

۴)......روحانی علاج کی حقیقت

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ شفا اور صحت، صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو تو شفا نصیب ہوتی ہے ورنہ دنیا جہاں کی کوئی دوا اور ترکیب فائدہ نہیں دیتی۔ روحانی علاج کا دارومدار چونکہ دم، درود اور دعا وغیرہ پر ہوتا ہے، لہٰذا اس میں کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا، اللہ کا قرب ورضا حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور ہر لمحہ اس کی فرمانبرداری اختیار کرنے کی جستجو میں لگے رہنا بہت ضروری ہے، ورنہ ممکن ہے کہ علاج کرنے اور علاج کروانے والے میں سے کوئی بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو۔ اس

(۱) صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل، ح ٥٦٨٤۔ مسلم، کتاب السلام، باب التداوی بسقی العسل، ح ٢٢١٧۔

(۲) صحیح ترمذی، ح ٢٠٤۔

لیے دونوں میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ سب سے پہلے وہ اپنے آپ کو پکا سچا دیندار بنائے اور سابقہ تمام گناہوں سے اللہ کے حضور سچے دل سے معافی مانگے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کا وعدہ کرے۔ نیز نماز روزے کی پابندی کرے، فرائض کی بجا آوری اور حرام کاموں سے اجتناب کرے، بالخصوص گا جوں باجوں، شیطانی محفلوں، برائی کے اڈوں اور گندی چیزوں سے دور رہے۔

اسی طرح روحانی معالج کو چاہیے کہ جب وہ کسی مریض کا علاج کرنے لگے تو اسے توبہ تائب ہونے اور دین پر عمل کرنے کی دعوت دے۔

۵)......روحانی علاج کی ضرورت واہمیت

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بے شمار لوگ جادو جنات کا شکار ہوتے رہتے ہیں جبکہ قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا صحیح روحانی علاج کرنے والے لوگ شاذ و نادر ہی دکھائی دیتے ہیں جس کی وجہ سے آسیب زدہ مریض ایسے عاملوں، جادوگروں اور نجومیوں وغیرہ کے پاس جاتے ہیں، جو مریض کا علاج کرنے کے بہانے ان سے کفریہ وشرکیہ کاموں کا ارتکاب کرواتے ہیں جبکہ بھاری بھرکم فیسیں اس کے علاوہ ہوتی ہیں اور اس طرح مریض دین دنیا دونوں طرف سے نقصان اٹھاتے ہیں۔ یہ صرف ان لوگوں کی بات نہیں جو دین سے ناواقف ہیں بلکہ اچھے بھلے دیندار اور اپنے آپ کو موحد کہلانے والے بھی ہم نے عاملوں کے ہاتھوں دین ودنیا برباد کرتے دیکھے ہیں......!

دراصل مصیبت زدہ لوگوں کو جب قرآن وسنت کی مطابق روحانی علاج کرنے والے عامل نہیں ملتے تو وہ مایوسی اور بے صبری میں ایسے نام نہاد عاملوں کے پاس چلے جاتے ہیں جو خود بھی کفر وشرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور اپنے پاس آنے والوں سے بھی غیر اسلامی کام کرواتے ہیں۔ اس لیے اس لحاظ سے روحانی علاج کی ضرورت واہمیت بہت بڑھ جاتی ہے جبکہ قرآن وسنت کے مطابق روحانی علاج کرنا کوئی مشکل کام بھی نہیں ہے۔

اسی ضرورت کے پیش نظر راقم الحروف نے کتاب ہذا میں روحانی علاج معالجہ سے متعلقہ مستند چیزیں پیش کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے تاکہ دینی جذبہ رکھنے والے اسے باآسانی سیکھ لیں اور مریضوں کا علاج کرکے انہیں قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کا پابند بنا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

٦)......روحانی علاج اور فتنوں کا اندیشہ

یاد رہے کہ روحانی معالج کو بہت سے فتنوں سے بھی واسطہ پڑے گا۔ ان میں ایک تو عورتوں کا فتنہ ہے کیونکہ روحانی معالج کے پاس بغرض علاج غیر محرم عورتوں کی آمدورفت ہوتی ہے جس کی وجہ سے برائی کا اندیشہ رہتا ہے۔ اور ایسے موقع پر شیطان کی بھی بھرپور کوشش ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو برائی اور گناہ میں مبتلا کرے۔ اس فتنے سے بچاؤ کے لیے روحانی علاج کرنے والے کو درج ذیل ہدایات مدنظر رکھنی چاہییں:

١۔ روحانی علاج سے پہلے معالج کا شادی شدہ ہونا چاہیے۔

٢۔ غیر محرم عورتوں کا علاج کرتے وقت ستر وحجاب کا اہتمام رکھیں اور ان کے محرم رشتہ داروں کی موجودگی ہی میں ان کا علاج کریں۔

٣۔ جو معالج اپنے نفس پر کنٹرول کرنے میں کمزور ہو، وہ صرف مردوں کا علاج کرے، عورتوں کا روحانی علاج ہرگز نہ کرے۔

٤۔ عورتوں کا روحانی علاج عورتوں سے کروائیں۔ اور یاد رکھیں کہ عورت بھی روحانی علاج کر سکتی ہے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دم کرنے والی حدیث اس سلسلہ میں بطور دلیل ذکر کی ہے۔ (١)

اسی طرح ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ایک عورت پھوڑے پھنسیوں کا علاج کرتی تھی اور پھر اس نے دم کرنا چھوڑ دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ فلاں مریض پر دم کرو اور یہ دم حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی سکھا دو۔ ذیل میں وہ روایت درج کی جاتی ہے:

''ابوبکر بن سلیمان سے مروی ہے کہ ایک انصاری صحابی کو دانے نکل آئے تو لوگوں نے کہا کہ شفا بنت عبداللہ نامی ایک عورت ایسے پھوڑے پھنسیوں پر دم کرتی ہے، چنانچہ وہ صحابی اس عورت کے پاس چلا گیا اور اس سے دم کرنے کی درخواست کی۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم جب سے میں مسلمان ہوئی ہوں، تب سے میں نے کبھی دم نہیں کیا۔ تو وہ انصاری اس عورت کا جواب سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پاس پہنچ گیا اور اس عورت کے بارے میں بتایا (کہ اس نے دم سے انکار کر دیا ہے) تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

(١) دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب الطب، باب المرأة ترقي الرجل، ح: ٥٧٥١۔

اس عورت کو بلوایا اور کہا: اپنا دم پیش کرو۔ اس نے آپؐ کے سامنے اپنا دم پیش کیا تو آپ ﷺ نے اسے کہا کہ اس مریض پر یہ دم کردو اور یہ دم حفصہ رضی اللہ عنہا (جو آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں) کو بھی اسی طرح سکھادو جس طرح تم نے اسے لکھنا سکھایا ہے''۔ (۱)

ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت نہ صرف یہ کہ روحانی علاج معالجہ کرسکتی ہے بلکہ مرد کا علاج بھی کرسکتی ہے۔ البتہ جہاں کسی فتنہ کا اندیشہ ہو وہاں سدذرائع (برائی سے بچنے کی احتیاط) کے پیش نظر یہ احتیاط ملحوظ خاطر رکھی جائے کہ مرد مردوں کا اور عورت، عورتوں کا روحانی علاج کرے، الا یہ کہ کوئی عذر اور مجبوری ہو۔

علاوہ ازیں روحانی معالج کو یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ جنوں کے نکالنے اور روحانی علاج کرنے کی وجہ سے جنات کے ساتھ دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگرچہ شیطان کے ساتھ انسان کی یہ دشمنی اَزل سے ہے اور تا اَبد رہے گی، تاہم روحانی علاج معالجہ کی وجہ سے بہت سے جنات بھی ایسے معالج سے دشمنی مول لیتے ہیں اور پھر ان جنات کی یہ کوشش رہتی ہے کہ جب بھی موقع ملے، اس معالج کو نقصان سے دوچار کیا جائے۔ لہٰذا ان سے بچاؤ کے لیے معالج حضرات درج ذیل باتیں پیش نظر رکھیں:

۱)...... ہر وقت باوضو اور پاک صاف رہنے کی کوشش کریں۔

۲)...... اپنی زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رکھیں۔

۳)...... ہر طرح کی برائی، معصیت، نافرمانی اور جرائم سے اجتناب کریں۔

۴)...... اپنے دل میں پروردگارِ عالم کا تصور ہر دم قائم رکھیں۔

۵)...... سونے جاگنے، گھر اور بیت الخلاء میں داخل ہونے اور نکلنے اور اسی طرح دیگر امور زندگی میں مسنون وظائف کا اہتمام ضرور کریں۔ صبح وشام کے اَذکار و وظائف میں بھی سستی نہ کریں۔

۷)...... روحانی معالج کی صفات

روحانی معالج میں درج ذیل صفات ہونی چاہییں، اگر نہ ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ انہیں پیدا کرے:

(۱) حاکم، ج٤ ص٥٦۔ حاکم اور ذہبی نے اس کی سند کو صحیح کہا۔ نیز شیخ البانی نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیے: السلسلة الصحيحة، ح١٧٨۔ علاوہ ازیں یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ ان کتابوں میں بھی موجود ہے: احمد: ج٦ ص٣٢٧۔ ابو داؤد، کتاب الطب، ح٣٨٨٧۔ شرح معانی الآثار، ج٢ ص٣٨٨۔ نیل الاوطار، ج٤ ص١٧٠۔

۱۔ روحانی معالج کا اللہ پر پختہ ایمان ہونا چاہیے اور اس کا یہ اعتقاد ہو کہ اللہ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ بیماری بھی اللہ کے حکم سے آتی ہے اور صحت و شفا بھی اللہ ہی کے اذن سے ملتی ہے۔

۲۔ روحانی معالج شہرت وریاکاری کی خاطر یہ کام نہ کرے، بلکہ اسے ایک خدمت سمجھے اور کامیابی کی صورت میں تکبر وغرور کا مظاہرہ بھی نہ کرے۔

۳۔ روحانی علاج کے سلسلہ میں معالج کسی ایسے طریقۂ علاج کو اختیار نہ کرے جسے وہ مشکوک یا واضح طور پر حرام سمجھتا ہے۔

۴۔ روحانی معالج کی ذاتی زندگی بھی تقویٰ اور خدا خوفی کے جذبہ سے معمور ہونی چاہیے۔ اسے چاہیے کہ گناہوں سے کنارہ کشی، نیکیوں میں رغبت، عبادت کا شوق، مسنون اذکار اور وظائف کا خاص اہتمام کرے۔ ایک معالج کی زندگی میں ان چیزوں کا جتنا اہتمام ہوگا، اسی قدر اس کے دم میں تاثیر ہوگی۔

۵۔ روحانی معالج کو جادو اور جنات وشیاطین وغیرہ سے متعلقہ ضروری مسائل سے واقفیت ہونی چاہیے تا کہ علاج معالجہ میں اسے کامیابی نصیب ہو۔

۶۔ روحانی معالج کا اس بات پر یقین ہونا چاہیے کہ قرآنی آیات اور مسنون وظائف بحکم الٰہی روحانی و جسمانی ہر طرح کی بیماریوں کا انتہائی شفا بخش تریاق ہیں، لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ خود بھی ان کا سہارا لے اور مریض کو بھی ان کے ورد اور دم کی تلقین کرے۔ بعض عامل اتنے لمبے وظیفے بتا دیتے ہیں جو مریض کی استطاعت سے باہر ہوتے ہیں یا مشقت کی وجہ سے مریض زیادہ دنوں تک ان پر عمل نہیں کر پاتا۔ اس لیے صرف اسی قدر وظیفہ بتائیں جو مریض کی استطاعت میں ہو۔

۷۔ روحانی معالج علاج معالجہ کے دوران یا اس کے علاوہ عام حالات میں بذات خود جادو جنات وغیرہ سے خوفزدہ نہ رہتا ہو۔

۸۔ روحانی معالج کو چاہیے کہ وہ مریض کی دلجوئی کرے، اسے اور اس کے اہل وعیال کو حوصلہ اور تسلی دے۔ اگر مریض جادوئی و جناتی اثرات کی وجہ سے خوفزدہ ہے تو اس کا خوف دور کرے۔

۹۔ روحانی معالج اگر اپنے پاس آنے والے مریض میں کوئی جسمانی عیب یا راز کی بات دیکھے تو اسے چاہیے کہ اس کی پردہ پوشی کرے۔

۱۰۔ روحانی معالج کو چاہیے کہ اپنے پاس آنے والے ہر مریض کو دین کی دعوت دے، نماز روزے کی

پابندی کی رغبت دلائے۔ بالخصوص اس کے عقائد کی طرف لازماً توجہ دے۔ اگر اس میں عقیدہ کی خرابی ہو تو اس کی ضرور اصلاح کرے۔

۸)......مریضوں کے لیے ہدایات

ا۔ مریض کو معلوم ہونا چاہیے کہ جسمانی و روحانی بیماریوں کا علاج کروانا مسنون عمل ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ اپنے روحانی علاج کے لیے کسی ایسے معالج کا انتخاب کرے جو بذات خود موحد ہو، صحیح عقائد کا حامل ہو، جادوئی اور شیطانی عملیات کا سہارا نہ لیتا ہو۔ ورنہ ممکن ہے کہ مریض اپنے علاج کے سلسلہ میں کسی غلط عامل کے ہتھے چڑھ جائے جو اس کا عقیدہ و ایمان ہی خراب کر دے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مریض ایسے عامل کی پہچان کیسے کرے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو عامل مسنون وظائف و اذکار کے علاوہ پراسرار کام کرتا ہو مثلاً مریض کا کپڑا طلب کرتا ہو، پتلے بنا کر سوئیاں لگاتا ہو، دھوئے سے دھونی دیتا ہو، کیل یا کسی اور ایسی چیز پر کچھ پڑھ کر گھر وغیرہ میں اسے لگانے کا عمل بتاتا ہو، تو اسے مشکوک سمجھیے اور ایسے کسی بھی عامل کے پاس جانے سے گریز کریں۔ اسی طرح ایسے عامل کے پاس بھی نہ جایئے جو واضح طور پر جادوئی و شیطانی عملیات کرتا ہو، یا کفریہ و شرکیہ حرکتیں کرتا ہو، اسلام کی بنیادی تعلیمات سے لاپروائی کا مظاہرہ کرتا ہو مثلاً بے نماز ہو یا اخلاقی طور پر سخت مشکوک ہو تو ایسے کسی عامل کے پاس بھی نہ جایئے۔

۲۔ مریض کو چاہیے کہ وہ یہ بات اچھی طرح ذہن میں بٹھا لے کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا ہے، وہ ہو کر رہے گا، اِلاّ یہ کہ انسان اپنے لیے خیر و بھلائی کی دعائیں کرتا رہے اور ان دعاؤں میں سے کوئی دعا قبول ہو جائے جس کی وجہ سے وہ کسی آنے والی مصیبت سے محفوظ ہو جائے اور یہ بات صحیح اَحادیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا مریض کو چاہیے کہ ہر حال میں صبر و شکر والا رویہ اپنائے اور ظاہری علاج معالجہ کے علاوہ اللہ سے خیر و بھلائی اور صحت و شفا کی دعا بھی کرتا رہے۔

۳۔ مریض کو یاد رکھنا چاہیے کہ بیماری کے علاج کے باوجود شفا اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اللہ کا حکم ہو، لہٰذا اگر علاج معالجہ کے باوجود شفا نہ مل رہی ہو تو پھر بھی اس پر صبر کرنا چاہیے، اور اللہ سے بہتری اور ایمان پر ثابت قدمی کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ کے دور میں ایک عورت کو بڑے سخت

دورے پڑا کرتے تھے۔ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ میرے لیے صحت کی دعا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو، تو تمہارے لیے جنت کی ضمانت ہے۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے میں صبر کروں گی[1]۔

اسی طرح بعض اَحادیث کے مطابق صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کتاب جنت میں داخلے کی ضمانت دی گئی ہے۔[2]

۴۔ بعض اوقات مریض اپنی بیماری سے بڑا پریشان ہوتا ہے اور وہ بیماری بھی دُور ہونے کا نام نہیں لیتی، ایسی صورت میں مریض کو صبر کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ صحیح حدیثِ نبویؐ کے مطابق یہ بیماریاں انسان کو گناہوں سے پاک کرنے کا ذریعہ بھی ہیں۔ یہ سوچ بھی مریض کے صبر کو تقویت دے گی۔

۵۔ روحانی علاج سے متعلقہ بہت سے وظائف ایسے ہیں جو بیمار اور متاثر شخص کو خود کرنے چاہییں۔ لہٰذا مریض کو چاہیے کہ وہ ان وظائف کو یاد کرے اور خود بھی وقتاً فوقتاً ان کے ساتھ دم کرتا رہے۔

۶۔ مریض کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ اس پہلو سے بیماریوں کے بارے میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ انسان کو اپنی بے بسی اور کمزوری نظر آتی ہے، چنانچہ وہ قوت واقتدار والی ہستی یعنی اللہ بزرگ وبرتر کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح اسے اپنی موت اور اگلی زندگی کا انجام کار یاد آتا ہے، چنانچہ اس کے لیے یہ بہترین موقع ہوتا ہے کہ وہ صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگے اور آئندہ کے لیے نیک ومتقی بن کر رہنے کا پختہ ارادہ کرلے۔ یہی عمل توبہ کہلاتا ہے اور اس سے اللہ راضی ہو جاتے ہیں۔

۹)......روحانی علاج پر اُجرت ومعاوضہ کا مسئلہ

ہماری رائے میں اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں:

۱)......ایک صورت تو یہ ہے کہ جنات اور جادو کا مریض ایک لحاظ سے مظلوم ہے اور مظلوم کی مدد کرنا انسان کا فرض ہے، بشرطیکہ وہ اس کی استطاعت رکھتا ہو، جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے:

((اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا))

(۱) بخاری، کتاب المرضی، باب فضل من یصرع من الریح، ح۵۶۵۲۔

(۲) بخاری، کتاب الطب، باب من اکتوی او کوی غیرہ، ح۵۷۰۵۔

''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم''[1]۔ (واضح رہے کہ ظالم کو اس کے ظلم سے روکنا اور اسے سمجھانا ہی اس کی مدد کرنا ہے)

لہٰذا اس اَخلاقی و دینی فریضہ کے پیشِ نظر نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم کا علاج کرنا اور اسے جنات سے نجات دلانا بھی ہر مسلمان پر بقدرِ استطاعت واجب ہے۔ دینی واخلاقی فریضے پر انسانوں سے اُجرت طلب کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھنا ہی مستحب اور پسندیدہ امر ہے، لہٰذا اُجرت کا مطالبہ نہ کرنا بالاتفاق ایک مستحب عمل ہے۔

۲)......دوسری صورت یہ ہے کہ آپ روحانی علاج پر کسی اُجرت ومعاوضہ کا صراحتہً یا کنایتہً مطالبہ نہیں کرتے لیکن مریض کی طرف سے بطورِ تحفہ آپ کو کوئی چیز پیش کی جاتی ہے، تو اسے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی اہل علم میں سے کسی کو اس بارے کوئی اختلاف ہے۔ آئندہ صفحات میں ''جنات کا توڑ'' کے عنوان کے تحت یہ حدیث آئے گی کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کے بچے کا جن نکالا اور اس نے بطورِ تحفہ کچھ چیزیں آپ ﷺ کو پیش کیں جنہیں آپ ﷺ نے قبول فرمالیا۔

۳)......تیسری صورت یہ ہے کہ آپ روحانی علاج معالجہ پر باقاعدہ فیس (اجرت) طے کر لیتے ہیں، اگرچہ اس طرح معاوضہ اور اجرت لینے میں کچھ اہل علم نے اختلاف کیا ہے تاہم ہمارے نزدیک راجح موقف یہی ہے کہ اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں بلکہ بعض ایسی صحیح احادیث موجود ہیں کہ صحابہ کرام نے علاج سے پہلے اجرت طے کی اور علاج کے بعد اجرت وصول کر کے آنحضرت ﷺ کو اس سے آگاہ کیا اور آپ ﷺ نے اس پر کسی کراہت، قباحت یا ممانعت کا اظہار نہیں کیا۔ اُنہی احادیث کی بنیاد پر بہت سے فقہاء اور محدثین نے روحانی علاج پر اجرت وصول کرنے کی دلیل پکڑی ہے۔

سعودی عرب کے مشہور عالم الشیخ ابن جبرین اور شیخ الفوزان سمیت فتاوی کے لیے قائم کمیٹی کا فتویٰ بھی اجرت لینے کے جواز ہی کے بارے میں ہے۔[2]

روحانی علاج کی اُجرت پر افراط و تفریط اور اس کا حل

راقم کے علم و تجربہ کے مطابق اس مسئلہ میں افراط و تفریط بھی پائی جاتی ہے۔ یعنی بسا اوقات اس طرح ہوتا

(۱) بخاری، کتب المظالم، باب أعن أخاك ظالما أو مظلوما: ح ۲٤٤٣۔

(۲) دیکھیئے: فتاوی الذهبیه فی الرقیة الشرعیة: ص ۳۰، ح ۱۰۵۔

ہے کہ ایک روحانی معالج اپنا وقت نکال کر کسی مریض کا علاج کرتا ہے یا کرایہ خرچ کر کے اور اپنے کاروبار یا دیگر مشاغل کو چھوڑ کر کسی مریض کے پاس جاتا اور پوری تندہی سے اس کا علاج کرتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات کئی روز تک وہ اس علاج معالجہ کے سلسلہ میں مصروف رہتا ہے جبکہ دوسری طرف مریض کے اہل وعیال استطاعت رکھنے کے باوجود اس معالج کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کرتے حتیٰ کہ اسے آنے جانے کا کرایہ بھی نہیں دیتے۔ یہ رویہ کسی طرح بھی درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس لئے کہ معالج نے جو محنت اور وقت صرف کیا ہے، اس کا معاوضہ لینا شرعی واخلاقی ہر اعتبار سے اس کا حق ہے اور اگر اس محنت کے باوجود وہ معاوضہ نہیں لیتا تو یہ اس کی فیاضی اور احسان ہے......!!

اس سلسلہ میں دوسری انتہا یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض روحانی معالج اس قدر خودغرضی اور مادہ پرستی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ علاج سے پہلے بڑے بڑے مطالبات کرنے لگتے ہیں اور یہ بھی نہیں دیکھتے کہ مریض اور اس کے اہل وعیال ان مطالبات کو پورا کرنے کی استطاعت بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ یہ رویہ بھی درست نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ عوام اور معالج دونوں کو افراط وتفریط سے گریز کرنا چاہئے اور ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور تعاون کی راہ اختیار کرنی چاہیے تا کہ دونوں کی ضرورتیں پوری ہوں۔

۱۰)......قرآنی تعویذ کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ

عربی زبان میں 'تعویذ' سے مراد ہر وہ چیز ہے جسے مختلف بیماریوں کے روحانی علاج کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، خواہ وہ دم جھاڑ اور ٹونے ٹوٹکے کی صورت میں ہو یا گلے میں لٹکائی جانے والی کسی چیز کی شکل میں، (اور اسے ہی اہل عرب کی اصطلاح میں تَمِیْمَه کہا جاتا تھا)۔ ہماری عرفی اصطلاح میں 'تعویذ' کے یہی مؤخر الذکر معنی مشہور ہیں یعنی ہر وہ چیز جس پر دم اور منتر وغیرہ لکھ کر اسے مریض کے گلے میں ڈال دیا جائے۔ آئندہ سطور میں ہم اسی پر گفتگو کریں گے، جبکہ دم وغیرہ سے متعلقہ مسائل کی تفصیل آگے ''دم جھاڑ کرنے کی شرعی حیثیت'' کے تحت آرہی ہے۔

دور جاہلیت میں لوگ اپنے بچوں، مریضوں اور جانوروں کے گلے میں ایسے تعویذ ڈالا کرتے تھے جن پر عموماً شرکیہ وکفریہ کلمات درج ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ تعویذات بذات خود

اتنی تاثیر رکھتے ہیں کہ ان کے ذریعے بیماروں کو صحت ملتی ہے اور جسے تعویذ ڈال دیا جائے وہ اس تعویذ ہی کی برکت سے شیطانی اثرات اور نظر بد وغیرہ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

یہ لوگ کاغذ اور چمڑے وغیرہ کے تعویذوں کے علاوہ مختلف منکوں اور سیپوں وغیرہ کے ہار بنا کر اسی اعتقاد کے ساتھ بچوں اور جانوروں کی گردنوں میں ڈال دیتے تھے۔ ان میں سے اکثر و بیشتر تعویذوں پر چونکہ شرکیہ و کفریہ باتیں درج ہوتی تھیں اور پھر عام لوگ یہ اعتقاد بھی رکھتے تھے کہ یہ تعویذات بذات خود اتنی تاثیر رکھتے ہیں کہ ان کے ذریعے بیماریوں سے صحت ملتی ہے اور جسے تعویذ ڈال دیا جائے وہ نظر بد سے محفوظ ہو جاتا ہے تو ان دو چیزوں کے پیش نظر اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے تمام تعویذوں کو شرکیہ قرار دیتے ہوئے ان سے اجتناب کا حکم فرمایا، اس سلسلہ میں آپ ﷺ کے چند ارشادات درج ذیل ہیں:

(۱) : ((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَلَا أَتَمَّ اللّٰهُ لَهُ وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدعَةً فَلَا وَدَعَ اللّٰهُ لَهُ))

''جس شخص نے اپنے گلے میں کوئی تعویذ لٹکایا، اللہ اسے شفا نہ دے اور جس نے سیپی وغیرہ لٹکائی، اسے بھی اللہ آرام نہ دے''۔[1]

یا تو یہ ایسے شخص کے لیے بددعا ہے یا پھر حقیقتِ واقعہ کی طرف اشارہ، کہ ایسا کرنا بے فائدہ ہے۔

(۲) : ابو معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ))

''جس شخص نے کوئی تعویذ لٹکایا، اسے اسی تعویذ کے سپرد کر دیا جاتا ہے''۔[2]

یعنی وہ اللہ کی حفاظت و سپردگی میں نہیں رہتا، اس لیے کہ اس نے اللہ کی بجائے تعویذ کو سہارا بنا لیا ہے۔

(۳) : حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ان میں سے نو (9) سے اسلام کی بیعت لے لی اور ایک سے نہ لی۔ ان لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپؐ نے ہم نو سے بیعت لے لی اور اس ایک سے کیوں نہ لی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے تعویذ (تمیمہ رمنکوں کا ہار) لٹکا رکھا ہے۔ اس لیے میں نے اس سے بیعت نہیں لی۔

---

(۱) مسند احمد، ج٤، ص١٥٤۔ مستدرك حاكم، ج٤، ص٢١٦۔ مسند ابی یعلی، ج١٧٥٩۔ المعجم الكبير، للطبرانی، ج١٧، ص٨٢٠۔ امام حاکمؒ، ذہبیؒ اور ہیثمیؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

(۲) المعجم الكبير، للطبرانی، ج٩٦٠۔ مجمع الزوائد، ج٥ص١٠٢۔

اس آدمی نے اپنا تعویذ کاٹ کر پھینک دیا تو پھر آپ ﷺ نے اس سے بھی بیعت لے لی اور فرمایا:
جس شخص نے تعویذ یا اس سے ملتی جلتی کوئی چیز یا ہار وغیرہ لٹکایا اس نے شرک کیا۔[1]

اس عمل کو شرک اسی لیے کہا گیا کہ اسے باندھنے اور لٹکانے والا ان چیزوں کو شافی سمجھنا شروع کر دیتا ہے یا اُسے شافی سمجھتا ہے جس نے اسے وہ تعویذ دیا ہے حالانکہ شافی تو اللہ وحدہ لاشریک ہے۔

(۴) : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ))

''بے شک دم جھاڑ، تعویذ یا اس سے ملتی جلتی چیز یا ہار وغیرہ شرک سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں۔''[2]

اس حدیث میں دم جھاڑ کو بھی شرک شمار کیا گیا، لیکن اس سلسلہ کی دوسری اَحادیث بھی ساتھ ملانے سے واضح ہوتا ہے کہ دم جھاڑ کی وہ صورتیں شرک کی قبیل سے ہیں جن میں کفریہ وشرکیہ چیزیں ہوں، اگر کوئی دم منتر ایسی ہر غلط چیز سے پاک ہو تو اسے شرک نہیں کہا جائے گا کیونکہ خود نبی کریم ﷺ نے بھی دم کیا ہے۔

(۵) : حضرت ابوبشیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں تھے کہ آپ ﷺ نے قاصد کو روانہ کیا اور اسے حکم فرمایا:

((لَا تَبْقَيَنَّ فِيْ رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قِلَادَةٌ مِّنْ وَتَرٍ اَوْ قِلَادَةٌ اِلَّا قُطِعَتْ))

''کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا کوئی ہار دیکھو تو اسے کاٹ ڈالو۔''[3]

ہم پھر یہ واضح کر دیں کہ مذکورہ بالا روایات ان تعویذوں، ہاروں اور مالوں وغیرہ کے بارے میں ہیں جن میں شرکیہ دم ہوں یا جنہیں بذاتِ خود موثر یا شفا بخش سمجھا جاتا ہو لیکن اگر قرآن مجید کی آیات اور مسنون وظائف پر مشتمل تعویذ لکھ کر انہیں مریض کی گردن میں ڈالا جائے تو اس کے استعمال کی بعض اہل علم نے اجازت دی ہے اور بعض اسے بھی جائز نہیں سمجھتے، تاہم وہ اسے شرک بھی نہیں کہتے کیونکہ اسے لٹکانے والا

(۱) مسند احمد، ج٤ص١٥٦۔مستدرک حاکم، ج٤ص٢١٩۔المعجم الکبیر، ج١٧ص٨٨٥۔

(۲) ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی تعلیق التمائم، اگرچہ اس کی سند میں اعمش نامی مدلس راوی کی وجہ سے کلام ہے مگر مندرجہ بالا دیگر روایات سے یہی مفہوم ثابت ہے۔

(۳) صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب ما قیل فی الجرس، ح٣٠٠٥۔صحیح مسلم، ح٢١١٥۔

کلامِ الٰہی کی تاثیر کے عقیدے سے انہیں لٹکاتا ہے اور یہ چیز شرک قرار نہیں دی جاسکتی ۔ شرک تو دور کی بات محتاط علماء اسے ناپسند کرنے کے باوجود بدعت بھی نہیں کہتے ، کیونکہ اول تو اس پر بدعت کا اطلاق کرنا ہی محل نظر ہے۔

دوم اس لیے کہ ایسے تعویذ کے جواز اور عدم جواز میں عہد صحابہ وتابعین ہی سے اختلاف چلا آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ وتابعین کے بارے میں روایات میں ہے کہ وہ اس کے جواز کے قائل نہیں تھے جبکہ بعض اور صحابہ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور بعض تابعین مثلاً حضرت سعید بن مسیبؒ، حضرت عطاؒ وغیرہ اور بعض ائمہ سلف مثلاً امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ (ایک روایت کے مطابق)، امام ابن تیمیہؒ، امام ابن عبدالبرؒ وغیرہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ چند شرائط کے ساتھ اس کے جواز کے قائل تھے مگر اسے ناجائز سمجھنے والوں میں سے کسی نے بھی ان پر بدعت یا کفر وشرک کا فتویٰ نہیں لگایا بلکہ زیادہ سے زیادہ یہی چیز تھی کہ وہ اسے مکروہ سمجھتے تھے۔

تعویذ باندھنے کو جائز قرار دینے والے اہل علم نے اس سلسلہ میں جن شرائط کا ذکر کیا ہے، وہ یہ ہیں:

۱۔ مریض کی گردن میں تعویذ ڈالا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ تعویذ اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات اور قرآن وسنت کے وظائف پر مشتمل ہو۔

۲۔ یہ تعویذ مریض کو ڈالا جائے جبکہ مرض سے پہلے یا نظر بد سے بچاؤ کے لیے پیشگی طور پر کسی کو نہ ڈالا جائے۔ (یہ دونوں شرطیں امام مالکؒ اور دیگر اہل علم سے منقول ہیں)

۳۔ کسی جانور کی گردن میں اسے ہرگز نہ ڈالا جائے۔ (امام قرطبیؒ اس کی وجہ یہ نقل فرماتے ہیں کہ یا تو جانور اس پاک تعویذ کو کسی گندی جگہ لے جائے گا یا وہ جانور خود ہی ناپاک ہوگا۔ اور ان دونوں صورتوں میں اس تعویذ کی بےادبی ہوگی۔ اس لیے علماء نے جانوروں کی گردنوں میں قرآنی تعویذ ڈالنے سے منع کیا ہے)۔

۴۔ بیت الخلا میں جاتے وقت اسے اتار لیا جائے۔

۵۔ جماع کے وقت اسے اتار لیا جائے۔ (۱)

(۱) یہ آخری دو شرائط امام ضحاک کے حوالے سے منقول ہیں، دیکھیے: تفسیر قرطبی، ج ۱۰ ص ۲۸۰۔ بقیہ شرائط کے لیے دیکھیے: تفسیر قرطبی، ایضاً۔ فتح المجید، ص ۹۶۔ تحفۃ الاحوذی، ج۶ ص ۲۳۱۔

قرآنی تعویذ اور مبنی بر احتیاط موقف

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ سے پوری زندگی میں ایک بھی ایسا واقعہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے کسی شخص کو قرآن وسنت کے وظائف پر مشتمل تعویذ لکھ کر یا لکھوا کر دیا ہو۔ ایک صحابی ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں تعویذ لکھ کر دیا تھا مگر یہ روایت سخت ضعیف بلکہ من گھڑت ہے۔ (۱)

البتہ آپ ﷺ سے دم کرنا اور کروانا ثابت ہے اور آپ ﷺ اپنے نواسوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو بھی دم ہی کرتے تھے، کبھی کوئی تعویذ بنا کر آپؐ نے ان کے گلوں میں نہیں لٹکایا۔ اس لئے زیادہ تر اہل علم نے اسی موقف کو ترجیح دی ہے کہ کسی طرح کا بھی تعویذ استعمال نہ کیا جائے، خواہ وہ قرآنی ہو یا غیر قرآنی۔ ہمارے خیال میں یہی رائے محتاط اور دلائل کے اعتبار سے قوی ہے۔

علاوہ ازیں ان تعویذ گنڈوں کے ذریعے کمزور ایمان لوگوں کے گمراہ ہونے کا بھی خدشہ رہتا ہے کیونکہ وہ تعویذ ہی کو اپنا سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں، حتی کہ کسی وقت اگر تعویذ پاس نہ ہو یا گم ہو جائے تو وہ اتنا گھبرا جاتے ہیں کہ کوئی اہم کام کرنے کی ہمت نہیں کر پاتے بلکہ ڈر اور وحشت سے بیمار ہو جاتے ہیں اور جب تعویذ مل جائے تو پھر اپنے آپ کو تندرست سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ سب نفسیاتی اثرات ہوتے ہیں مگر ایسے لوگ انہیں نفسیاتی اثر سمجھنے کی بجائے تعویذ کا اثر سمجھتے ہیں، اس لیے روحانی معالج کو چاہیے کہ وہ مریضوں پر دم تو ضرور کریں مگر کسی قسم کا تعویذ وغیرہ لکھ کر نہ دیں اور اگر انہیں کوئی وظیفہ، ورد، ذکر، یا دعا وغیرہ لکھ کر دینا چاہتے ہوں تو ساتھ یہ تاکید بھی کر دیں کہ وہ اسے اپنی گردن میں نہ لٹکائیں بلکہ اسے یاد کر کے اس کے ساتھ اپنے اوپر دم کیا کریں۔

قرآنی تعویذ کے نام پر بعض عاملوں کی ایک توہین آمیز جسارت

جادوئی و شیطانی عملیات کرنے والے بہت سے عامل حضرات لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے انہیں بعض ایسے تعویذ بنا کر دیتے ہیں، جن میں قرآنی الفاظ بھی نمایاں ہوتے ہیں اور اس سے ان کا مقصود صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو قرآنی معالج ظاہر کر سکیں۔ پھر ان کا طریقۂ کار بھی نہایت توہین آمیز ہوتا ہے، وہ

(۱) دیکھیے: الموضوعات، لابن جوزی، ج۳ ص۱۶۸، ۱۶۹۔

اس طرح کہ قرآن مجید کی کسی آیت کے الفاظ توڑ مروڑ کر، یا الٹے سیدھے کر کے، یا نقش اور خانے بنا کر ان میں قرآنی الفاظ کے ٹکرے کر کے یا ایسی ہی کسی عجیب وغریب صورت میں ان الفاظ وکلمات کو لکھا جاتا ہے اور ساتھ ہی شیطانوں اور غیر اللہ سے مدد مانگنے سے متعلقہ جملے اور اشارے بھی موجود ہوتے ہیں۔ اور یہ سب شیاطین کو راضی کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ ایسے عاملوں سے ہمیشہ بچ کر رہیے۔

قرآنی آیات پانی میں بھگو کر پلانے کا عمل

اس مسئلہ میں دو نقطہ نظر ہیں، ایک یہ کہ یہ جائز ہے اور دوسرا یہ کہ یہ جائز نہیں۔

پہلا نقطہ نظر

بعض ائمہ سلف سے منقول ہے کہ قرآنی آیات کو کسی برتن میں لکھ کر یا کاغذ پر لکھ کر اسے پانی میں بھگویا جائے اور پھر اس میں سے کچھ پانی مریض کو پلایا جائے اور کچھ اس کے جسم پر چھڑک دیا جائے تو اس سے اسے شفا ہوگی۔ اور اس کی دلیل کے طور پر یہ قرآنی آیت پیش کی جاتی ہے:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [سورة بنی اسرائیل: ۸۲]

''یہ قرآن، جو ہم نازل کر رہے ہیں، مومنوں کے لیے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔''

اس مسئلہ میں امام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں کہ

''قرآن مجید کی آیات کو مریض کے لیے پاک روشنائی سے لکھ کر دینا جائز ہے تا کہ وہ مریض اس پانی سے نہائے اور اسے پیئے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر علمائے کرام نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے، چنانچہ عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم کے سامنے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے حدیث بیان کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب کسی عورت کی ولادت مشکل ہو جائے تو معالج اس کے لیے یہ لکھے:

بِسْمِ اللّٰهِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا﴾ ﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

(پھر عبداللہ بن احمد نے فرمایا کہ) میرے والد (یعنی امام احمد بن حنبلؒ) نے فرمایا: ہم کو اسود بن عامر نے

اپنی سند سے اس معنی کی حدیث روایت کی اور یہ بھی کہا کہ مذکورہ بالا بیان کردہ دم صاف برتن میں لکھا جائے پھر (اس میں پانی ڈال کر) اسے پیا جائے۔ میرے والد نے یہ بھی فرمایا کہ اس سند میں وکیع نے اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ (وہ مریض) عورت اسے پیے اور اپنے بدن پر اس پانی کے چھینٹے بھی مارے۔ عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد محترم کو دیکھا ہے کہ آپ ایسی عورت کے لیے کسی پیالے یا صاف برتن میں یہ آیات (جو اوپر بیان ہوئی ہیں) لکھ دیتے تھے۔"(۱)

اس مسئلہ میں حافظ ابن قیمؒ رقم طراز ہیں کہ

"ائمہ سلف میں سے ایک جماعت کا یہ موقف ہے کہ قرآنی آیات لکھ کر (پھر انہیں بھگو کر) مریض کو پینے کے لیے دی جا سکتی ہیں۔ نیز مجاہدؒ فرماتے ہیں: اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ قرآن لکھ کر اسے بھگو کر مریض کو پلایا جائے۔ اسی طرح کی بات ابو قلابہ سے بھی ثابت ہے۔"(۲)

دوسرا نقطہ نظر

قرآنی آیات لکھ کر پانی میں بھگونے اور پھر اس پانی کو پینے اور غسل کے لیے استعمال کرنے کے حوالے سے بعض اہل علم تردد کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کے بقول اول تو وہ تمام روایات جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ سلف نے ایسا کیا ہے، سنداً محل نظر ہیں (یعنی ثابت نہیں) اور اگر بالفرض انہیں صحیح بھی مان لیا جائے تو تب بھی ایسا کرنا اس لیے جائز نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ سے اس کے جواز کے سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث منقول نہیں۔

ہماری رائے

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں کوئی عمل منقول نہیں، اور نہ ہی آپ کی موجودگی میں کسی صحابی نے ایسا کوئی عمل کیا۔ البتہ قرآن مجید کے شفا اور بابرکت کتاب ہونے سے متعلقہ دلائل کی بنیاد پر سلف ہی سے بعض اہل علم نے اسے جائز سمجھا۔ یہ نہ تو کوئی شرکیہ عمل ہے اور نہ ہی اجر و ثواب کی نیت سے ایسا کیا جاتا ہے کہ اسے بدعت کہا جائے۔ البتہ اسے شفا کے حصول کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے

(۱) مجموع الفتاوٰی، ج۱۹، ص ٦٣۔

(۲) زاد المعاد، ج٤، ص ١٥٧۔

مگر یہاں طبی نقطہ نظر سے یہ بات قابل غور ہے کہ جب الفاظ کی سیاہی اور اوراق کے اثرات بھی پانی میں شامل ہو جائیں گے تو اس سے مضر اثرات بھی پیدا ہو سکتے ہیں، بالخصوص آج کے دور میں روشنائی کی تیاری میں جس طرح کے کیمیکل استعمال کیے جاتے ہیں، انہیں پانی میں گھول کر پینے سے نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ نیز قرآنی آیات وغیرہ کی بے اَدبی کا بھی اس میں احتمال ہے۔

اس لیے میرے خیال میں قرآنی آیات لکھ کر پانی میں بھگونے اور اسے مریض کو پلانے کی بجائے پاک اور صاف پانی پر دم کر دیا جائے۔ پھر اس دم شدہ صاف پانی کو مریض پیتا بھی رہے اور چاہے تو غسل کے لیے بھی استعمال کر لے اور یہی پہلو شرعی نقطہ نظر سے مبنی بر احتیاط بھی ہے اور تجرباتی نقطہ نظر سے مجرب اور مفید بھی۔ نیز قرآنی آیات وغیرہ کی بے اَدبی کا وہ احتمال بھی اس میں باقی نہیں رہتا جو آیات لکھ کر انہیں پانی میں بھگونے کے عمل میں پایا جاتا ہے۔

۱۱)......دم جھاڑ کرنے کی شرعی حیثیت

بہت سی صحیح اَحادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دم کرنا اور کروانا جائز ہے، بشرطیکہ دم کفریہ و شرکیہ کلمات اور مجہول قسم کے الفاظ سے خالی ہو۔ خود آنحضرت ﷺ بھی دم کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے اہل و عیال پر (دائیں ہاتھ سے) یہ دم کیا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَأْسَ وَاشْفِہٖ وَاَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا))(۱)

اے اللہ! لوگوں کے رب! بیماری دور کر دے، شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں ہے۔ تو ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے''۔

علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ خود اپنے اوپر بھی دم کروالیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب بیمار ہوتے تو مجھے حکم فرماتے کہ میں آپ ﷺ پر معوذات کے ساتھ دم کروں۔(۲)

لٰہذا دم کرنے یا دم کروانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ ایک مسنون عمل ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں چند بنیادی

(۱) صحیح البخاری، کتاب الطب، باب رقیة النبی ﷺ، ح ۵۷۴۳۔ مسلم، کتاب السلام، ح ۲۱۹۱۔

(۲) بخاری، ایضاً، باب النفث فی الرقیة، ح ۵۷۴۷۔

شرائط مدنظر رہیں، ان میں سے تین شرائط تو وہ ہیں جنہیں تقریباً تمام اہل علم نے نقل کیا ہے۔ صحیح بخاری کی شہرۂ آفاق شرح فتح الباری کے مؤلف حافظ ابن حجرؒ ان شرائط کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ

((وَقَدْ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی جَوَازِ الرُّقٰی عِنْدَ اجْتِمَاعِ ثَلَاثَةِ شُرُوْطٍ؛ اَنْ یَکُوْنَ بِکَلَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَوْ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ اَوْ بِاللِّسَانِ الْعَرَبِیِّ اَوْ بِمَا یُعْرَفُ مَعْنَاہُ مِنْ غَیْرِہٖ وَاَنْ یَعْتَقِدَ اَنَّ الرُّقْیَةَ لَا تُؤَثِّرُ بِذَاتِھَا بَلْ بِذَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی))[1]

''علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر دم میں تین شروط مدنظر رکھی جائیں، تو دم کرنا یا کروانا جائز ہے:

۱۔ دم کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے کلام یعنی قرآن مجید یا اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ پر مشتمل ہو۔

۲۔ دم عربی زبان میں ہو یا اگر کسی دوسری زبان میں ہو تو اس کے الفاظ اور معنی و مفہوم بالکل واضح ہو[2]

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ یہ اعتقاد نہ رکھا جائے کہ دم بذات خود کوئی مؤثر چیز ہے بلکہ مؤثر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔''

دم کے وقت مذکورہ بالا ان تین شرائط کے علاوہ یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ دم کے ساتھ کسی اور پہلو سے کوئی غیر مناسب چیز شامل نہ ہو مثلاً معالج جنابت اور ناپاکی کی حالت میں نہ ہو۔ کسی گندی جگہ مثلاً بیت الخلاء وغیرہ میں بیٹھ کر منتر نہ پڑھتا ہو یا کسی ایسی جگہ یا چیز کی طرف متوجہ نہ ہوتا ہو جس سے شرک یا جناتی تعلقات کا شبہ ہو مثلاً اگر وہ قبرستان میں بیٹھ کر یہ کام کرے، یا کسی ستارے یا مہینے یا دن کو خاص کر کے دم کرتا ہو تو ایسے شخص سے دم بھی نہیں کروانا چاہیے، اس لیے اس کا یہ طرزِ عمل نہایت مشکوک ہے۔

دم کروانا توکل کے منافی نہیں

اللہ کے رسول ﷺ چونکہ دم کرتے اور کرواتے تھے، اس لیے یہ ایک مسنون عمل ہے اور اسے توکل کے منافی بھی نہیں کہا جا سکتا لیکن اگر دم کو جائز سمجھنے کے باوجود دم نہ کروایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگ دم نہ کروانا افضل سمجھتے ہیں اور اس سلسلہ میں درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

---

(۱) فتح الباری، ج ۱۰ ص ۱۹۵۔

(۲) تاکہ دیکھا جا سکے کہ اس میں کوئی شرکیہ کلمہ تو نہیں۔ اسی لیے اہل علم نے کہا ہے کہ اگر دم کے الفاظ مجہول اور غیر معروف ہوں تو ان کے ساتھ دم ہرگز نہ کیا جائے۔ جس طرح یہ الفاظ میں جھم جھم جھما ..... ٹھم ٹھم ٹھما ..... شم شم شما چھم چھم پھما ..... جھم تھم شم چھم ..... جھما گھما شا چھما ..... ععععع ععععع ..... فلجی فلجی .... !!

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ خواب میں مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں، بعض نبی (میرے سامنے سے) گزرتے اور ان کے ساتھ (ان کی اتباع کرنے والا) صرف ایک ہی شخص ہوتا۔ اور بعض گزرتے تو ان کے ساتھ دو شخص ہوتے اور بعض کے ساتھ پوری جماعت ہوتی اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوتا۔ پھر میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جس سے آسمان کا کنارہ ڈھک گیا تھا، میں نے سمجھا یہ میری ہی امت ہوگی لیکن مجھ سے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کے لوگ ہیں۔

پھر مجھ سے کہا گیا کہ اِدھر دیکھو! اِدھر دیکھو! میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے تمام اُفق گھیر رکھا ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور اس میں ستر ہزار لوگ وہ ہوں گے، جو بغیر حساب جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے اور آپ نے اس کی وضاحت نہیں کی کہ یہ ستر ہزار کون سے لوگ ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں اس کے متعلق سوچ و بچار شروع کر دی، بعض نے کہا کہ ہماری پیدائش تو حالتِ شرک میں ہوئی تھی اور ہم بعد میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں (اس لیے یہ ستر ہزار ہم نہیں ہو سکتے) البتہ یہ ہماری اولاد میں سے ہوں گے جو پیدائشی طور پر ہی مسلمان ہیں۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو بدفالی نہیں لیں گے، نہ دم جھاڑ کروائیں گے اور نہ داغ لگوائیں گے بلکہ یہ اپنے رب پر بھروسہ کرنے والے ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تم بھی ان میں سے ہو“۔ (۱)

اس حدیث میں ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جانے والوں کی پہلی خوبی یعنی ”بدفالی نہیں لیں گے“ کا مطلب یہ ہے کہ توہم اور بدشگونی سے وہ پاک ہوں گے اور دوسری خوبی یعنی ”دم جھاڑ نہ کروائیں گے“ کا مطلب یا تو یہ ہے کہ وہ جائز طریقۂ دم سے بھی استفادہ نہیں کریں گے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غیر شرعی طور طریقوں پر مبنی دم جھاڑ نہیں کروائیں گے۔

اسی طرح اس حدیث میں تیسری خوبی یہ بیان کی گئی کہ وہ داغ نہ لگوائیں گے۔ داغ لگوانا اہل عرب کے

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب من لم یرق، ح ۵۷۵۲۔

ہاں بعض جسمانی بیماریوں کے لیے ایک طریقہ علاج تھا مگر یہ داغ آگ کے ساتھ لگایا جاتا اور اس سے مریض کو سخت تکلیف ہوتی تھی، اس لیے بعض صحیح روایات کے مطابق آپ ﷺ نے اس طریقہ علاج کو ضرورت کی وجہ سے جائز تو قرار دیا مگر اس کی اَذیت کے پیش نظر اسے پسند نہ کیا۔

دم جھاڑ کی بہت سے صورتیں جائز ہیں اور جائز ذرائع سے استفادہ کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔ اس لیے اگر اس حدیث کے اس جملے کہ ''وہ دم جھاڑ نہ کروائیں گے'' کا مطلب یہ لیا جائے کہ وہ جائز دم جھاڑ بھی نہیں کروائیں گے تو اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا جائے گا کہ دم جھاڑ نہ کروانا افضل ہے اور یہ ان لوگوں کی اللہ پر غیر متزلزل یقین و ایمان کی ایک علامت ہوگی جو دم جھاڑ نہیں کروائیں گے۔

لیکن اگر دم جھاڑ نہ کروانے کا یہ مطلب لیا جائے کہ وہ غیر شرعی طور طریقوں پر مبنی دم جھاڑ نہیں کروائیں گے تو پھر جائز طور طریقوں سے دم کروانا یا نہ کروانا دونوں کی حیثیت مساوی ہوگی، اور کسی ایک کو دوسرے پر افضل قرار نہیں دیا جائے گا۔ تاہم دونوں صورتوں میں اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ علاج معالجہ توکل کے منافی ہے اور اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر یہی بات ہوتی تو اللہ کے رسول ﷺ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوا کھانا اور دم کرنا کروانا بالکل چھوڑ دیتے مگر صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں کیا گیا بلکہ علاج معالجہ کی جسمانی و روحانی تمام تدابیر اختیار کی جاتی رہیں یعنی دوا بھی کھائی جاتی اور دم کرنے کروانے کا عمل بھی کیا جاتا۔

دم کر کے پھونک مارنا

دم کرنے کے بعد متعلقہ چیز (مثلاً پانی وغیرہ یا مریض کے جسم) پر پھونک بھی ماری جاسکتی ہے بلکہ تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ دم کا اصل اثر اسی پھونک میں ہوتا ہے جس سے پہلے روحانی وظیفہ پڑھا گیا ہو۔ عملی تجربہ سے قطع نظر، رہی یہ بات کہ دم کے بعد پھونک مارنے کے عمل کی شرعی طور پر کیا دلیل ہے؟...... تو اس سلسلہ میں واضح رہے کہ دم کرنے اور دم کے بعد ہاتھوں میں پھونک مار کر انہیں جسم پر ملنے یا مریض پر دم کرنے کے بعد اس پر تھوک والی پھونک مارنے سے متعلقہ کئی ایک صحیح اَحادیث موجود ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث ہم نے آگے ایک باب بعنوان: ''جادو، جنات سے پیشگی تحفظات کا بیان'' میں ذکر کی ہیں۔

بعض لوگ یہاں ایک بڑا عجیب اعتراض یہ اٹھا دیتے ہیں کہ ''اگر تھوک والی پھونک سے متعلقہ اَحادیث

سے دلیل لینی ہے تو پھر دم والی چیز میں پھونک کی بجائے تھوک پھینکنا چاہیے''۔ حالانکہ اگر کسی چیز میں تھوک پھینکنا جائز ہوسکتا ہے تو اس میں ہلکی تھوک والی پھونک مارنا تو بالاولیٰ جائز ہونا چاہیے......!

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے: باب النفث فی الرقیة، ''دم میں پھونک مارنا''۔ اور اس کے تحت انہوں نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جن میں دو میں دم پڑھ کر پھونک مارنے (نَفث) کا اور ایک میں خالی نفث کا ذکر ہے، اس کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ رقم طراز ہیں:

''امام بخاریؒ کا مقصود اس باب سے ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو پھونک مارنے کو مطلقاً مکروہ قرار دیتے ہیں اور ان لوگوں کا بھی رد کرنا ہے جو خاص طور پر قراءتِ قرآن کے وقت پھونک مارنے کو برا سمجھتے ہیں''۔

مزید لکھتے ہیں: ''صحیح بات یہ ہے کہ اِنَّ فِیْهِ رِیْقًا خَفِیْفًا، '' نفث میں تھوک کے باریک ذرات ہوتے ہیں''۔ آگے جا کر پھر لکھتے ہیں:

((و قد قدمت أن النفث دون التفل، و إذا جاز التفل جاز النفث بطريق الاولىٰ))[1]

''میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ نَفث (یعنی پھونک) تَفل (یعنی تھوک) سے کم تر ہے اور جب (دم میں) تھوکنا جائز ہے، تو پھونک مارنا تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا''۔



(۱) فتح الباری، ج ۱۰، ص ۲۵۸، ۲۵۹۔

باب ۷

جادو جنات سے بچاؤ کے لیے پیشگی تحفظات کا بیان

قرآن وسنت میں بہت سے ایسے دم اور وظائف واذکار بیان کیے گئے ہیں، جنہیں معمول بنا کر بلا ناغہ پڑھتے رہنے سے انسان جادو، اور جنات وشیاطین وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔لہٰذا کوشش کرنی چاہیے کہ جادو جنات وغیرہ کا شکار ہونے سے پہلے ہی ان پر عمل شروع کر دیا جائے۔ذیل میں ایسے وظائف واَورَاد اور دعائیہ کلمات باحوالہ پیش کیے جارہے ہیں:

۱)......تعوذ پڑھنا

تعوذ سے مراد یہ وظیفہ ہے:

((اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ))

''میں شیطان مردود سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں''۔

لوگوں پر جادو کرنا چونکہ واضح طور پر شیطانی کام ہے اور بالعموم جنات کی مدد کے بغیر جادوگر کوئی عمل نہیں کرتا۔اس لیے ان کا توڑ کرنے کے لئے تعوذ (یعنی اعوذ باللہ) بکثرت پڑھتے رہنا چاہئے کیونکہ اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے براہ راست شیطان لعین سے بچاؤ کا سوال کیا جاتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴾ [سورۃ النحل:۹۸]

''اور جب قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کر لیا کرو۔''

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی حفاظت اللہ کے ذمے ہے اور اس میں کسی جھوٹ اور باطل کی ہرگز آمیزش نہیں ہوسکتی لیکن اس کے باوجود قرآن کی تلاوت سے پہلے تعوذ پڑھنے کا حکم دیا گیا، لہٰذا اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ تلاوت کے علاوہ دوسرے کاموں کے لئے تعوذ پڑھنا اور بھی زیادہ ضروری ہے''۔[۱]

قرآن مجید کی ایک اور آیت میں شیطان سے بچنے کے لیے تعوذ پڑھنے کا اس طرح حکم دیا گیا ہے:

﴿ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ﴾ [سورۃ فصلت:۳۶]

(۱) ملاحظہ ہو: تفسیر فتح القدیر، للشوکانی، ج۳ص ۲۳۱۔

''اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ مانگو (یعنی تعوذ پڑھ لیا کرو)۔''

بہت سی روایات میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ شیطان سے اس طرح پناہ مانگا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ))(۱)

بعض روایات میں تعوذ اس طرح مذکور ہے:

((اَعُوْذُ بِا اللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ))(۲)

لہٰذا عام تعوذ میں ان زائد الفاظ کا اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے لیکن اگر یہ الفاظ یاد نہ ہوں تو سادہ تعوذ ہی پڑھ لینا چاہیے، جیسا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے دورانِ نماز تین مرتبہ کہا:

((اَعُوْذُ بِا اللّٰهِ مِنْكَ اَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ)) ''میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا اور تجھ پر اللہ کی لعنت کرتا ہوں'' پھر آپ ﷺ نے آگے ہاتھ بڑھایا گویا کہ آپ کسی چیز کو پکڑ رہے ہیں۔ نماز کے بعد لوگوں کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان ابلیس آگ کا شعلہ لے کر مجھ پر حملہ آور ہوا تھا۔ تو میں نے تین مرتبہ اعوذ باللہ پڑھ کر اس پر لعنت کی لیکن جب وہ دور نہ ہوا، تو میں نے اسے پکڑ لیا اور اگر میرے بھائی سلیمانؑ کی دعا نہ ہوتی تو صبح کے وقت شیطان کو باندھ دیا جاتا اور مدینہ والوں کے بچے اس سے کھیلتے۔ (لیکن آپ ﷺ نے شیطان کو چھوڑ دیا۔)(۳)

قرآن مجید میں تعوذ کے لیے درج ذیل کلمات بھی مذکور ہیں:

﴿ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴾

''اے میرے پروردگار! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے بھی کہ وہ میرے پاس (مجھے تنگ کرنے کے لیے) حاضر ہوں۔'' [سورۃ المؤمنون: ۹۷، ۹۸]

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو پریشانی

(۱) ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب الاستعاذہ فی الصلاۃ، ح۸۰۷، ح۸۰۸۔ ابو دؤد، کتاب الصلاۃ، ح۸۰۷۔ مسند احمد، ج۴ ص۸۰۔ صحیح ابن حبان، ح۱۷۷۹۔ ابن خزیمہ، ح۴۶۹۔ حاکم، ج۱، ص۲۳۵۔ حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب من رأی الاستفتاح سبحانك اللھم وبحمدك، ح۷۷۰۔

(۳) مسلم، کتاب المساجد، باب جواز لعن الشیطان، ح۵۴۲۔

اور گھبراہٹ کے وقت اسی طرح کے دعائیہ کلمات پڑھنے کی نصیحت فرمائی تھی، اس کے الفاظ یہ ہیں:

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَحْضُرُوْنَ))[1]

۲)......تسمیہ (یعنی بسم اللہ) پڑھنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَاِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوْهُمْ وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا))

”جب شام کا اندھیرا پھیلنے لگے تو اپنے بچوں کو گھروں میں روک کر رکھو کیونکہ اس وقت جنات پھیلتے ہیں۔ البتہ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو پھر انہیں چھوڑ سکتے ہو۔ اور اللہ کا نام لے کر (یعنی بسم اللہ پڑھ کر) دروازے بند کرلو کیونکہ جن کسی بند دروازے کو نہیں کھول سکتا۔“ (بشرطیکہ وہ اللہ کا نام لے کر بند کیا گیا ہو)[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”برتن ڈھک دو، مشک کا منہ باندھ دو، دروازہ بند کردو، چراغ بجھا دو کیونکہ شیطان نہ مشک کا منہ کھول سکتا ہے، نہ بند دروازہ کھول سکتا ہے اور نہ ہی ڈھکا ہوا برتن ننگا کرسکتا ہے۔ اور اگر کوئی اتنا ہی کرسکتا ہو کہ برتن پر لکڑی (شاخ) رکھ دے یا بسم اللہ پڑھ دے، تو اسے یہی کرلینا چاہیے۔“[3]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے، اس پر شیطان کو اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔“[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سَتْرُ مَا بَيْنَ اَعْيُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِيْ آدَمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُهُمُ الْخَلَاءَ اَنْ يَقُوْلَ: بِسْمِ اللّٰهِ))

(۱) ابو داؤد، کتاب الطب، باب کیف یرقی، ح ۳۸۹۳۔ ترمذی، ح ۳۵۲۸۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس، ح ۳۳۰۴۔ صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب تخمیر الاناء وھو تغطیته......، ح ۲۰۱۲۔

(۳) صحیح مسلم، ایضاً، ح ۹۶، ۲۰۱۲۔

(٤) ابو داؤد، کتاب الاطعمة، باب التسمیة علی الطعام۔

''انسانوں میں سے کوئی شخص اگر بیت الخلاء میں جاتے وقت بسم اللہ پڑھ لے تو اس کی برکت سے جنات کی آنکھوں اور انسانوں کی شرمگاہوں کے درمیان پردہ بن جاتا ہے۔''(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب آدمی گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھ لے:

((بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ))

'اللہ کے نام کے ساتھ، میں اللہ ہی پر توکل کرتا ہوں، اللہ کی توفیق کے بغیر کچھ کرنا یا کسی (کے شر) سے بچنا ممکن نہیں'۔

تو اس کے حق میں (اللہ کی طرف سے فرشتے کی زبانی) یہ کہا جاتا ہے کہ 'اب تیری رہنمائی کردی جائے گی، تیری کفایت کردی جائے گی اور تجھے (شیاطین و جنات اور انسانی دشمنوں وغیرہ) سے محفوظ کر دیا جائے گا'۔ چنانچہ شیاطین یہ سن کر اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور ایک شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے: 'اب تم اس شخص پر کیسے مسلط ہو سکتے ہو جس کی رہنمائی کی گئی، کفایت کی گئی اور حفاظت کردی گئی ہے'۔''(۲)

لہٰذا گھر سے نکلتے، داخل ہوتے، اور ہر اہم کام کرتے وقت بسم اللہ پڑھ لینی چاہیے تاکہ جنات و شیاطین سے حفاظت رہے۔

۳)......آیۃ الکرسی

آیۃ الکرسی سے مراد سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۵ ہے جو درج ذیل ہے:

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾

''اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ

(۱) جامع ترمذی، کتاب الجمعة، باب ماذکر من التسمیة عند دخول الخلاء، ح ۶۰۶۔

(۲) ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما یقول اذا خرج من بیته، ح ۵۰۹۵۔ ابو داؤد، للالبانی، ح ۴۲۴۹۔

آئے نہ نیند۔اس کی ملکیت میں زمین وآسمان کی تمام چیزیں ہیں۔کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے؟ وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔اس کی کرسی کی وسعت نے زمین وآسمان کو گھیر رکھا ہے اور وہ (اللہ) ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اکتاتا ہے۔وہ تو بہت بلند اور سب سے بڑا ہے''

واضح رہے کہ اس ایک ہی آیت میں سولہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔اور صحیح اَحادیث میں اس آیت کو قرآن مجید کی سب سے افضل اور عظیم آیت قرار دیا گیا ہے۔[1]

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صدقہ فطر کی حفاظت کے لیے مقرر کیا ہوا تھا۔ایک دن ایک شخص آیا اور غلہ چوری کرنے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تمہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پیش کروں گا۔اس نے منت ساجت کر کے اور بیوی بچوں کی غربت کا رونا رو کر مجھ سے جان چھڑا لی۔صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس چور کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے بڑی منت ساجت کی تھی تو میں نے ترس کھا کر اسے چھوڑ دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے تیرے ساتھ جھوٹ بولا تھا لہٰذا وہ پھر آئے گا۔

(ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ) اگلے دن میں اسی وجہ سے ہوشیار ہو کر گھات لگا کر بیٹھ گیا۔جب وہی چور دوبارہ آ کر غلہ اٹھانے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے اللہ کے رسولؐ کے پاس لے کر جاؤں گا لیکن اس مرتبہ پھر اس نے اپنے بیوی بچوں کے فقر اور تنگی کا ذکر کیا تو مجھے اس پر ترس آ ہی گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔پھر صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چور کے متعلق دریافت کیا تو میں نے رات والی بات بتا دی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پھر جھوٹ بول کر تجھے دھوکا دے گیا ہے اور وہ پھر آئے گا۔

(ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ) تیسری مرتبہ (بھی) میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ اب میں تمہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔اس نے کہا: 'مجھے چھوڑ دو میں تمہیں اس کے بدلے ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں کہ اگر تم انہیں پڑھ کر بستر پر سو جاؤ تو صبح تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ایک پہرے دار مقرر کر دیا جائے گا اور کوئی شیطان صبح تک تمہارے پاس نہیں پھٹکے گا'۔میں نے کہا کہ ہاں بتاؤ۔تو اس نے مجھے آیۃ الکرسی والے کلمات بتائے اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔صبح کے وقت پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چور کے بارے میں دریافت کیا تو

(۱) دیکھیے: صحیح مسلم، ح ۸۱۰۔ ابو داؤد، ح ۱۴۶۰۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۵۸۔

میں نے رات والا سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ تھا تو جھوٹا مگر اب تجھے ایک سچی بات بتا گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: جانتے ہو وہ کون تھا؟ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے معلوم نہیں، تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! وہ شیطان تھا''۔ (۱)

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ ان کی کھجوریں روزانہ کوئی کھا جایا کرتا تھا۔ ایک رات انہوں نے پہرہ دیا اور ایک جن پکڑ لیا اور اس جن نے اقرار کیا کہ ہم ہی آپ کی کھجوریں کھایا کرتے تھے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ ہم تم سے محفوظ کس طرح رہ سکتے ہیں؟ اس نے کہا کہ جو شخص آیۃ الکرسی صبح کے وقت پڑھے، وہ شام تک اور جو شام کو پڑھے، وہ صبح تک ہم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ تو صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے پیش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس خبیث شیطان نے سچی بات کہی ہے۔ (۲)

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی مذکور ہے۔ (۳)

۴)......سورۃ البقرۃ

قرآن مجید کے آغاز میں سورت فاتحہ کے بعد پہلی اور قرآن کی سب سے بڑی سورت یہی سورۃ البقرہ ہے جس کی دو سو چھیاسی (286) آیات ہیں۔ اس سورت کی فضیلت میں بہت سی صحیح احادیث مروی ہیں جن میں اس طرح کے فضائل بھی بتائے گئے ہیں کہ اس سورت کی تلاوت کی برکت سے جنات و شیاطین دور بھاگتے ہیں، ایسی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِيْ تُقْرَأُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ))

''جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے، وہاں سے شیطان دور بھاگتا ہے۔'' (٤)

---

(١) صحيح البخاری، کتاب الوکالة، باب اذا وکل رجلا، ح ٢٣١١۔ دلائل النبوة، للبیهقی، ج٧ ص ١٠٧۔ عمل الیوم واللیلة، ص ٩٥٨۔ شرح السنة، ح ١١٩٦۔ السنن الکبریٰ، للنسائی، ح ١٠٧٩٥۔

(٢) عمل الیوم واللیلة، للنسائی، ٩٦١، ٩٦٢۔ شرح السنة، ح ١١٩٧۔ دلائل النبوة، للبیهقی، ج٧ ص ١٠٨۔ ابن حبان، ح ٧٨٤۔

(٣) دیکھیے: مستدرك حاکم، ج٢ ح ٢١٠٨۔

(٤) صحیح مسلم، ایضاً، باب ٢٩، حدیث ٧٨٠۔ ترمذی، ح ٢٨٧٧۔ السنن الکبریٰ، للنسائی، ج٦ ح ١٠٨٠١۔

۲)......ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فِیْ بُیُوْتِکُمْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَدْخُلُ بَیْتًا یُقْرَأُ فِیْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ))

''اپنے گھروں میں سورۂ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ جس گھر میں یہ سورہ پڑھی جاتی ہے، وہاں شیطان داخل نہیں ہوتا۔''(۱)

۳)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''جس جگہ شیطان ہو، وہاں سورۃ البقرۃ پڑھنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔''(۲)

۴)......حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سنا کہ ''سورۂ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اسے پڑھنا باعثِ برکت ہے اور اسے چھوڑنا باعثِ حسرت ہے اور باطل پرست (یعنی جادوگر وغیرہ) اس کی استطاعت (یعنی توڑ) نہیں رکھتے۔''(۳)

۵)......سورۃ البقرۃ کی آخری آیات

مذکورہ بالا روایات میں مکمل سورۂ بقرۃ پڑھنے کا ذکر ہے، البتہ بعض روایات میں سورۂ بقرہ کی آخری دو اور بعض میں آخری تین آیتوں کی بھی اس طرح کی فضیلت مذکور ہے مثلاً حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''جو شخص سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لے تو وہ رات بھر اس کے لیے کافی ہو جائیں گی''۔(٤)

بعض اہل علم کے بقول: ''یہ دو آیتیں کافی ہو جائیں گی'' کا مطلب ہے کہ یہ دو آیتیں تہجد کی نماز سے کفایت کر دیں گی اور بعض کے بقول اس کا مطلب ہے کہ یہ دو آیتیں جنوں اور شیطانوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہو جائیں گی۔ اس دوسرے مفہوم کی تائید درج ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے:

''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور

(۱) مستدرك حاكم، ح٢٦٠٢۔

(۲) مسند دارمی، ج٢ص٤٤٧۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قرأۃ القرآن و سورۃ البقرۃ، ح٨٠٤۔ یعنی جادوگر اس کا توڑ نہیں کر سکتے۔

(٤) بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ البقرۃ، ح٥٠٠٩۔ مسلم، ح٨٠٧۔ ابوداؤد، ح١٣٩٧۔ ترمذی، ح٢٨٨١۔ ابن ماجه، ح١٣٦٨۔ احمد، ج٤ص١١٨۔

زمین کو پیدا فرمانے سے دو ہزار سال قبل ایک کتاب کو تحریر فرمایا، اس میں سے دو آیتیں نازل فرمائیں جن کے ساتھ سورۂ بقرۃ کو ختم کیا گیا ہے، جس گھر میں یہ دونوں آیتیں تین رات مسلسل تلاوت کی جائیں تو شیطان اس گھر کے نزدیک نہیں جائے گا۔''(۱)

اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ارض وسما کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے ایک کتاب لکھی جس سے سورۂ بقرۃ کی آخری تین آیتیں نازل فرمائیں۔ جو شخص ان آیات کو اپنے گھر میں پڑھے گا، اس گھر میں تین دن تک کوئی شیطان داخل نہیں ہو سکے گا۔ (۲)

اور سورۃ البقرۃ کی وہ تین آیات درج ذیل ہیں:

﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [سورة البقرة: ۲۸۴ تا ۲۸۶]

۲)......معوذتین (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) اور سورۃ الاخلاص

معوذتین سے مراد قرآن مجید کی آخری دو سورتیں ہیں یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس۔ جادو جنات سے تحفظ اور روحانی امراض سے نجات کے لیے یہ بہترین وظیفہ ہیں۔ یہی چیز سورۃ الاخلاص کے بارے میں

(۱) جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی آخر سورة البقرة، ح ۲۸۸۲۔

(۲) ترمذی، ایضاً، ح ۲۸۸۱۔ ابن حبان، ح ۷۸۲۔ دارمی، ج ۲، ص ۴۴۹۔ حاکم، ج ۱، ص ۵۶۲۔ المعجم الکبیر، للطبرانی، ح ۷۱۴۶۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''یہ آخری آیات عرش کا خزانہ ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیا گیا''۔ دیکھیے: ابن حبان، ح ۶۹۷۔ ابن خزیمہ، ح ۲۶۳۔ احمد، ج ۵، ص ۳۸۳۔ السنن الکبریٰ، للنسائی، ح ۸۰۲۲۔

بھی مروی ہے، ذیل میں اس بارے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱)...... ''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جحفہ اور ابواء مقام کے درمیان چل رہا تھا کہ اچانک ہمیں سخت آندھی نے گھیر لیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ سورتوں کو پڑھنا شروع کر دیا اور فرمایا: اے عقبہ! تم بھی ان دونوں سورتوں کے ساتھ پناہ طلب کرو، کسی پناہ طلب کرنے والے کے لیے ان دو سورتوں جیسی اور کوئی چیز نہیں ہے۔''(۱)

۲)...... ''حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جنوں اور انسانوں کی نظر بد سے بچنے کے لیے تعوذ پڑھا کرتے تھے اور جب یہ دو سورتیں (یعنی معوذتین) نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کا وظیفہ اپنا معمول بنا لیا اور اس کی جگہ دیگر دعائیں (جو پہلے پڑھتے تھے) چھوڑ دیں۔''(۲)

۳)...... ''حضرت ابو عابس جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو عابس! کیا میں تمہیں پناہ مانگنے والوں کی بہترین دعا نہ بتاؤں؟ تو میں نے عرض کی ہاں اللہ کے رسول! ضرور، تو آپ ﷺ نے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا نام لے کر فرمایا: وہ (بہترین دعا) یہ دو سورتیں ہیں''(۳)

۴)...... ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوتے تو ان دو سورتوں کے ساتھ اپنے اوپر دم کیا کرتے تھے اور جب مرض الموت میں آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر برکت کی امید سے اپنے ہاتھوں کو آپ ﷺ کے جسم پر پھیرتی تھی۔''(۴)

۵)...... ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب سونے کے لیے بستر پر تشریف لاتے تو سورۃ اخلاص، فلق، اور ناس، پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونک مارتے اور پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے سر سے شروع ہو کر سارے جسم پر پھیر لیتے اور آپ یہ عمل تین مرتبہ کیا کرتے تھے''۔(۵)

(۱) ابو داؤد، کتاب الوتر، باب فی المعوذتین، ح ۱٤٦٣۔

(۲) ترمذی، ح ۲۰۵۸۔

(۳) سنن نسائی، کتاب الاستعاذہ، باب ماجاء فی سورتی المعوذتین، ح ٥٤٣٤۔

(٤) بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات۔

(٥) بخاری، ایضاً، ح ٥٠١٧۔

۲)۔ ..''حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے بارش اور سخت اندھیری رات میں باہر نکلے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آ کر ہمیں نماز پڑھائیں۔ چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا: پڑھو۔ میں خاموش رہا۔ آپؐ نے پھر فرمایا: پڑھو۔ میں نے عرض کیا: کیا پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قل هو الله احد اور معوذتین (آخری دو سورتیں) صبح وشام تین مرتبہ پڑھو، تو یہ تمہیں ہر چیز سے کفایت کر جائیں گی۔''(۱)

یعنی تمام مصیبتوں، بیماریوں، پریشانیوں اور جادو جنات کے اثرات سے بچانے کے لیے کافی ہو جائیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سونے سے پہلے معوذتین اور سورۃ الاخلاص پڑھتے اور اپنی ہتھیلیوں کو اکٹھا کر کے ان میں پھونکتے اور پھر سارے جسم پر انہیں مل لیتے۔ (تاکہ جادو جنات وغیرہ کے اثرات سے محفوظ رہیں)(۲)

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو بھی یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ وہ سوتے اور جاگتے وقت ان دونوں سورتوں کو پڑھا کریں۔(۳)

سورت الفلق مع ترجمہ

﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴾

''(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے کہ جب اس کا اندھیرا پھیل جائے اور گرہ لگا کر ان میں پھونکنے والوں کے شر سے بھی اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی، کہ جب وہ حسد کرے''۔

سورت الناس مع ترجمہ

﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾

(۱) جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند النوم، ح۳۵۷۵۔ ابو داؤد، کتاب الادب، ح ۵۰۸۲۔
(۲) صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، ح۵۰۱۷۔
(۳) نسائی، کتاب الاستعاذة، باب ماجآء فی سورتی المعوذتین، ح۵۴۳۹۔

''(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں، لوگوں کے مالک کی اور لوگوں کے معبود کی پناہ میں (آتا ہوں)۔ وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، خواہ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔''

سورۃ الاخلاص مع ترجمہ

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾

''(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، اس نے کسی کو جنم نہیں دیا اور نہ اسے کسی نے جنا ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے''۔

۷)......کلمہ توحید و تہلیل

کلمہ توحید و تہلیل سے مراد یہاں یہ وظیفہ ہے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ))

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہی اور حمد وثنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

اس وظیفہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ جو شخص روزانہ سو مرتبہ یہ وظیفہ پڑھے تو اسے درج ذیل فوائد حاصل ہوں گے:

(۱)......دس غلام آزاد کرنے کا ثواب حاصل ہوگا۔

(۲)......اس کے لیے سو (100) نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔

(۳)......اس کے سو (100) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

(۴)......اس دن شام تک وہ آدمی شیطان سے محفوظ رہے گا۔

(۵)......اس دن اللہ کے ہاں اس شخص کا ثواب سب سے زیادہ ہوگا۔ البتہ جو شخص اس وظیفہ کو اس سے زیادہ کرے تو وہ (سو مرتبہ پڑھنے والے سے بھی) افضل ہوگا۔''[۱]

اس روایت کے فائدہ نمبر چار کے پیش نظر انسان، جنوں اور شیطانوں کے شر سے سارا دن محفوظ رہتا ہے۔

---

(۱) مسلم، کتاب الذکر الدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء، ح۲۶۹۱۔

۸)......ذکر الٰہی کی پابندی

اس سے مراد وہ تمام مسنون اذکار، دعائیں اور وظائف ہیں جو آنحضرت ﷺ نے حالات کی مناسبت سے مختلف اوقات کے لیے اپنی امت کو سکھائے ہیں۔ ان میں صبح و شام کے مخصوص اذکار، عبادات سے متعلقہ اَوراد اور دیگر معاملات سے متعلقہ وظائف واَذکار وغیرہ شامل ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اَذکار پر مشتمل مستند کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب ضرور اپنے پاس رکھے۔ اگر جیبی سائز کی کتاب ہو تو زیادہ مناسب ہے اور اس کی مدد سے آہستہ آہستہ ان تمام وظائف کو یاد کر کے حرزِ جاں بنالینا چاہیے کیونکہ ذکر الٰہی شیطان سے بچاؤ کے لیے ہر مومن شخص کے لیے خدائی قلع ہے۔

۹)......جادو، جنات سے بچاؤ کے لیے چند ایک خاص مفید اَذکار و وظائف

ہم یہاں جادو، جنات سے بچاؤ کے لیے چند خاص مجرب و مفید اَذکار درج کر رہے ہیں:

۱)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص (بغرضِ جماع) اپنی بیوی کے پاس جائے، تو یہ دعا پڑھ لے:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا))

"اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ۔ یااللہ! ہمیں اور جو بچہ تو ہمیں عطا کرے، اسے شیطان سے محفوظ فرما" تو (اس دعا کی برکت سے) شیطان اس بچے کو کبھی تکلیف نہیں دے گا۔"[1]

۲)......بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھ لیں، تو حدیث نبویؐ کے مطابق آپ شیطان سے محفوظ رہیں گے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ))[2]

"یااللہ! میں شریر جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔"

۳)......صحیح احادیث کی رو سے درج ذیل وظیفہ جن و شیاطین، نظر بد اور موذی چیزوں سے بچاؤ کرتا ہے:

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ))[3]

---

(۱) بخاری، کتاب الوضوء، باب التسمه علی کل حال وعند الوقاع، ح۱٤۱۔

(۲) بخاری، ایضاً، ح۱٤۲۔

(۳) ایضاً، کتاب احادیث الانبیاء، باب ۱۰، حدیث، ۳۳۷۱۔ابو داؤد، ح٤۷۳۷۔

''میں اللہ تعالیٰ سے اس کے مکمل کلمات کے ساتھ ہر شیطان مردود سے، موذی جانور سے اور نظر بد سے پناہ مانگتا ہوں۔''

نوٹ: اگر کسی مرد کو دم کرنا ہو تو اَعُوْذُ کی جگہ اُعِیْذُكَ پڑھیں، عورت ہو تو پھر اُعِیْذُكِ پڑھیں یعنی 'ک' پر زیر کے ساتھ۔ باقی دعا اسی طرح پڑھیں جس طرح اوپر لکھی ہے۔

۴)......حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (دوران سفر) کسی جگہ پڑاؤ کرے اور یہ دعا پڑھے:

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ))

''میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ اس کی پیدا کردہ ہر چیز سے پناہ مانگتا ہوں''

تو اسے اس وقت تک وہاں کوئی چیز تکلیف نہ پہنچا سکے گی جب تک کہ وہ وہاں سے کوچ نہ کر لے۔[1]

۵)......ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر شکوہ کیا کہ مجھے بچھو نے کاٹ لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نے یہ دعا (جو نیچے مذکور ہے) شام کے وقت پڑھ لی ہوتی تو تمہیں بچھو نقصان نہ پہنچاتا۔[2] (وہ دعا یہ ہے:)

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ))

''میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ اس کی پیدا کردہ ہر چیز سے پناہ مانگتا ہوں''۔

۶)......ابان بن عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص ہر صبح اور شام تین مرتبہ یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ))

''اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کے ساتھ آسمان و زمین کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

---

(۱) مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقا وغیرہ، ح۶۷۰۸۔ مؤطا، کتاب الاستئذان، ح۳۴۔ ترمذی، ح۳۴۳۷۔ ابن خزیمہ، ج۴ ص۱۵۰۔ احمد، ج۶ ص۳۷۷۔ ابن ماجہ، ح۳۵۴۷۔

(۲) مسلم، ح۶۷۰۹۔

تو اسے کوئی چیز تکلیف نہیں دے گی۔(ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ وہ اچانک پن کی مصیبت سے محفوظ رہے گا)

خود اس روایت کے راوی ابان بن عثمان کو فالج ہو چکا تھا تو جب انہوں نے یہ حدیث بیان کی تو سننے والا حیرت کے ساتھ ابان کی طرف دیکھنے لگا۔(یعنی اگر اس دعا کی برکت سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی تو آپ کو فالج کیسے ہو گیا؟)ابان نے کہا کہ میری طرف حیرانی سے کیا دیکھتے ہو؟ حدیث بالکل اسی طرح ہے، البتہ جس دن اللہ کی تقدیر مجھ پر غالب آئی تھی، اس دن میں یہ دعا نہ پڑھ سکا تھا۔(اور مجھ پر فالج کا حملہ ہو گیا)[۱]

۷)......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مکاتب غلام آ کر کہنے لگا کہ میں اپنے مالک کے ساتھ مکاتبت (یعنی مال دے کر آزادی حاصل کرنے) کے معاہدے کو پورا کرنے سے عاجز ہوں، لہٰذا آپ میرا کچھ (مالی) تعاون کریں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھا دوں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائے تھے۔اور فرمایا تھا کہ اگر تجھ پر پہاڑ برابر بھی قرض ہو گا تو اللہ تعالیٰ ان کلمات کی برکت سے اسے اتار دیں گے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات مجھے سکھائے:

((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ))

"یا اللہ! اپنے حلال کے ذریعے، حرام سے مجھے بچا لے اور اپنے فضل و کرم سے مجھے دوسروں (کے سامنے دست سوال پھیلانے) سے غنی فرما دے"۔[۲]

اس روایت میں قرض کی پریشانی سے نجات کا وظیفہ بیان ہوا ہے، اور ہم نے اسے جادو جنات سے بچاؤ کے وظائف میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ جادو جنات سے متاثر ہونے والے اکثر لوگ کاروبار میں بری طرح مقروض بھی ہو جاتے ہیں۔ایسے حضرات کے لیے یہ وظیفہ لکھا گیا ہے تا کہ وہ اس مصیبت میں مبتلا ہوں یا نہ، بہر دو صورت اس کا ورد کیا کریں۔



(۱) ترمذی، کتاب الدعوات، باب ۱۳، حدیث ۳۳۸۸۔ابو داؤد، ح ۵۰۷۹۔ابن ماجہ، ح ۳۸۶۹۔

(۲) ترمذی، ابواب الدعوات، باب ـ ۱۱۰، حدیث ۳۵۷٤۔مسند احمد، ج ۱ ص ۱۵۳۔حاکم، ج ۱ ص ۵۳۸۔

باب ۸

جادُو کے توڑ کا بیان

اگر انسان روزمرہ کے تمام اُذکار و وظائف کی پابندی کرتا رہے تو پھر اسے کسی جن، جادو، آسیب اور ٹونے ٹونے کی بالعموم شکایت نہیں ہوتی، لیکن بعض اوقات غفلت، سستی، بھول چوک اور کارِ گناہ میں مبتلا ہو کر ایک انسان جادو جنات کے حملے کا شکار ہو بھی سکتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ سمجھنا چاہیے کہ ایک طرف تو تقدیر کا فیصلہ ہی ایسے تھا کہ اس شخص نے اس مرض میں مبتلا ہونا تھا اور دوسری طرف تقدیر ہی کے فیصلے کی بنیاد پر اس کا ظاہری سبب یہ بن جاتا ہے کہ انسان اپنے اُذکار و وظائف سے کسی وقت غافل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے نقصان پہنچانے والے دشمن کامیاب ہو جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ بعض لوگ جادو جنات وغیرہ سے انکار کرتے ہوئے یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ ان چیزوں کا شکار نہیں ہوتے تھے، اس لیے ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ حالانکہ بعض ایسے واقعات کتب احادیث میں ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی جنات اور جادو کا اثر لوگوں پر ہوتا تھا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جادو ہوا جس کا توڑ حضرت جبریلؑ نے معوذتین کے دم کے ساتھ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ انہوں نے جادو اور جنات سے متاثر لوگوں کا علاج کیا۔ ان میں سے کچھ واقعات گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں اور کچھ آئندہ صفحات میں ذکر کیے جائیں گے۔

اگرچہ یہ واقعات شاذ و نادر ہیں لیکن ان کے شاذ و نادر ہونے کا یہ معنی نہیں کہ ان چیزوں کا کوئی ثبوت، حقیقت یا اثر نہیں۔ بلکہ ان کی حقیقت اور تاثیر اپنی جگہ برحق ہے۔ البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالعموم ان حوادث کا شکار اس لیے نہیں ہوتے تھے کہ وہ ذکر و اذکار کے انتہائی پابند، خوفِ خدا سے ہر وقت ترساں و لرزاں اور اللہ کی محبت سے ہمہ وقت سرشار رہتے تھے جس کی وجہ سے جادو جنات وغیرہ کا اثر ان پر ہونے ہی نہیں پاتا تھا اور آج بھی یہ تجربے و مشاہدے کی بات ہے کہ مسنون وظائف اور ذکر و اذکار سے اپنی زبانوں کو تر رکھنے والے لوگ جادو جنات، اور ٹونوں دونوں کا کم ہی شکار ہوتے ہیں۔

جادو کے توڑ کے لئے سب سے پہلے یہ اطمینان کر لیں کہ مطلوبہ مریض جادو میں مبتلا ہے یا کسی اور جسمانی بیماری میں۔ یہ جاننے کے لیے کچھ علامات ہیں۔ اگر تو مریض جسمانی مرض میں مبتلا ہے تو اس پر جسمانی مرض سے متعلقہ عام دم کر دیں اور اسے کسی ڈاکٹر یا حکیم سے باقاعدہ علاج کروانے کا مشورہ دیں لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس مریض میں جادو کی علامات پائی جاتی ہیں تو پھر اس کے جادو کے توڑ کا روحانی علاج کیا جائے۔ لیکن ضروری نہیں کہ ہماری تجویز کردہ یہ علامات خالصتاً جادوئی اثرات پر دلالت کریں کیونکہ علامت ہمیشہ حقیقت تک پہنچنے کا ایک قرینہ ہوتی ہے، اس لیے ان علامات کی بنیاد پر مریض کو طبی علاج معالجہ سے منع نہ کریں۔ بلکہ یہ بھی یاد رکھیں کہ بعض اوقات جادوئی اثرات کی وجہ سے انسان جسمانی طور پر بھی کئی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ اب چند ضروری علامات ملاحظہ کریں:

جادو سے متاثر مریض کی علامات

۱)...... گھر والوں، دوست اَحباب اور رشتہ داروں سے تمام معاملات درست ہوں مگر اچانک کسی وجہ کے بغیر ہی معاملات خراب ہو جائیں۔

۲)...... بیوی بچوں اور گھر والوں کے ساتھ محبت وشفقت کا رویہ بغیر کسی ظاہری سبب کے اچانک نفرت میں بدل جائے۔

۳)...... نماز، روزہ اور دیگر عبادات سے اچانک دل اُکتا جائے۔

۴)...... ہر وقت پریشانی، سستی، گھبراہٹ، خاموشی، خلوت پسندی کی عادت پیدا ہو جائے۔

۵)...... جسم کے کسی حصہ میں مسلسل درد ہو اور طبی معائنہ کے باوجود اس کی کوئی وجہ سمجھ نہ آتی ہو۔

۶)...... خواب اور بیداری میں چیخ وپکار کانوں سے ٹکرائے مگر کوئی چیز دکھائی نہ دے۔

۷)...... شادی شدہ کو اپنے شریکِ حیات کے پاس جانے کی رغبت ختم ہو جائے۔

۸)...... کسی جگہ پر مریض گھبراہٹ اور بے چینی محسوس کرتا ہو اور جونہی وہاں سے دور ہو تو افاقہ محسوس کرے۔

۹)...... مریض کے لیے ذہنی انتشار کی کیفیت پیدا ہو جائے اور بتدریج بڑھتی چلی جائے۔

۱۰)...... مریض کو مذکورہ بالا علامتوں کے علاوہ ڈراؤنے خواب بھی آتے ہوں۔

اس کے علاوہ بعض عامل ایک اور علامت بھی بتاتے ہیں، وہ یہ کہ سادہ پانی اور چینی لے کر اس پر آیۃ

الکرسی ،سورۂ فاتحہ اور معوذات وغیرہ کا دم کر کے پانی مریض کو پلائیں اور چینی کھلائیں، اگر مریض کو پانی یا چینی کا ذائقہ کڑوا معلوم ہو تو پھر سمجھیے کہ اس پر جادو کیا گیا ہے۔ ہمارے بعض عامل دوست اس سے استفادہ کرتے ہیں اور اسے مجرب مانتے ہیں۔خود میں نے بھی بعض مریضوں پر اس کا تجربہ کیا ہے، کبھی تو یہ مفید ثابت ہوا لیکن کبھی بالکل بے فائدہ رہا۔

یادر ہے کہ بعض اوقات جادوئی اثرات سے پیدا ہونے والی علامات جناتی مریض پر پوری اترتی ہیں اور بعض اوقات اس کے برعکس ہوتا ہے۔اس لیے جناتی مریض کی علامات بھی ذہن میں رہنی چاہییں ۔[یہ علامات اگلے باب میں ملاحظہ کریں]

جادو سے متاثر مریض کا علاج

جادو سے متاثر شخص کے علاج کی کئی صورتیں ہیں، انہیں ہم ذیل میں ذکر کر رہے ہیں، لہٰذا کسی جادوگر یا کفریہ اور غیر مسنون یا مشکوک عملیات کرنے والے کے پاس جانے کی بجائے خود ان صورتوں کو آزمائیے یا ایسے عامل کو تلاش کیجیے جو مسنون طریقۂ علاج میں معروف اور ماہر ہو۔

ا)......جادو کے توڑ کی پہلی صورت، جادو کا اخراج

نبی کریم ﷺ پر جادو ہوا تو آپ اس وقت تک اس سے متاثر رہے جب تک وہ نکال کر ضائع نہیں کر دیا گیا۔اس لیے سب سے پہلے یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ مریض پر کیا جانے والا جادو کہاں چھپایا گیا ہے۔ اگر مریض پر جادو کے ساتھ جنات کا بھی اثر ہو تو جنات کے توڑ والا عمل، جو اگلے باب میں بیان کیا گیا ہے، کر کے جن کو حاضر کریں اور اس سے جادو کی جگہ کے بارے میں دریافت کریں۔

اگر اس طرح یا کسی اور طریقہ سے جادو والی چیز مل جائے تو اس پر آیۃ الکرسی ،معوذات ،سورۂ بقرۃ کی آخری آیات اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر پھونکیں اور پھر کسی غیر آباد جگہ پر اسے دفنا دیں یا پانی میں بہا دیں یا جلا دیں یا پھر کسی اور طریقے سے اسے ضائع کر دیں۔ اگر آپ کو یہ وظیفہ یاد نہیں یا فوراً اسے پڑھ نہیں سکتے تو پھر اس پر صرف تعوذ پڑھ کر اس جادو شدہ چیز کو ضائع کر دیں۔

بعض اوقات جادو کسی ایسی چیز پر کر دیا جاتا ہے جو قابل استعمال ہوتی ہے۔ایسی چیز پر مذکورہ وظیفہ پڑھنے کے بعد اسے زیر استعمال بھی لایا جا سکتا ہے کیونکہ اب اس سے جادو کا اثر زائل ہو چکا ہے لیکن اگر آپ اس

نیز ہو سکے تو پانی میں نمک ملانا چاہتے تو کوئی حرج نہیں۔

یاد رہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے خلوص دل سے دعا مانگی جائے تو الہام یا خواب کے ذریعے بھی جادو کے بارے میں اللہ کی طرف سے کوئی اشارہ اور رہنمائی مل سکتی ہے۔ میں یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا تو اس کے اخراج کے لیے بذریعہ وحی آپ کی رہنمائی کی گئی، ہم میں سے کسی کے پاس وحی تو آ نہیں سکتی، اس لیے ہماری رہنمائی کے لیے الہام، اور خواب ہی کے ذرائع باقی ہیں۔

جادو شدہ چیز کی تلاش کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ مریض سے یہ پوچھیں کہ کس جگہ اٹھنے بیٹھنے یا آنے جانے سے زیادہ اثر محسوس ہوتا ہے۔ یقیناً وہ کوئی نہ کوئی جگہ ضرور بتائے گا کہ فلاں جگہ پر بیٹھنے یا داخل ہونے سے زیادہ جادوئی اثر محسوس ہوتا ہے۔ آپ بذات خود یا مریض کے ذریعے اس جگہ کی اچھی طرح تلاشی لیں ممکن ہے وہاں سے جادو شدہ چیز مل جائے۔ اور اگر کوئی ایسی مشکوک چیز دکھائی دے جس پر جادو کیے جانے کا شبہ ہو سکتا ہے تو اسے بھی مذکور بالا طریقے کے مطابق دفنا دیں یا ضائع کر دیں۔

۲)..... جادو کے توڑ کی دوسری صورت، یعنی شرعی دم

جادو کے توڑ کی دوسری صورت یہ ہے کہ آپ جادو سے متاثر مریض پر وہ تمام دم درود کریں جو شرعاً جائز ہیں، اس سلسلہ میں حافظ ابن قیم فرماتے ہیں:

"جادو کا سب سے بہتر اور مناسب علاج وہ ہے جو شرعی دم سے کیا جائے، کیونکہ جادو بدروحوں کے اثرات بد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کے بد اثرات کا دفاع اور علاج اسی چیز سے کیا جا سکتا ہے جو ان کا مقابلہ کر سکے، اور وہ مسنون اذکار اور قرآنی آیات ہی ہیں جن کے ذریعے ان بدروحوں کے برے اثرات کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔"

پر تاثیر، اتفاقی مفید، مستند اور مجرب دم کے لئے درج ذیل روحانی وظائف اختیار کریں

(۱) سورۃ الفاتحہ (مکمل)
(۲) آیۃ الکرسی
(۳) سورۃ الاخلاص (مکمل)
(۴) سورۃ الفلق (مکمل)
(۵) سورۃ الناس (مکمل)
(۶) سورۃ البقرہ کی آخری دو یا تین آیات
(۷) سورۃ [illegible] (مکمل)
(۸) سورۃ البقرہ (آیت ۱۰۲)

(۹) سورۃ البقرۃ (آیات: ۱۶۳، ۱۶۴)
(۱۰) سورۃ المؤمنون (آیات: ۱۱۵ تا ۱۱۸)
(۱۱) سورۃ الصّٰفّٰت (آیات: ۱ تا ۱۰)
(۱۲) سورۃ الحشر (آیات: ۲۱ تا ۲۴)
(۱۳) سورۃ الاعراف (آیات: ۱۱۷، ۱۱۹)
(۱۴) سورۃ یونس (آیات: ۷۹ تا ۸۲)
(۱۵) سورۃ طٰهٰ (آیات: ۶۵ تا ۶۹)۔ [1]

مذکورہ بالا پندرہ چیزیں جنھیں ہم نے جادو کے توڑ کے لیے شرعی دم کے طور پر بیان کیا ہے، ان میں سے بعض کے مستند ہونے کی دلیل پیچھے گزر چکی ہے (مثلاً معوذتین، آیۃ الکرسی، وغیرہ) جبکہ درود ابراہیمی کو ہم نے ان احادیث کی بنیاد پر شامل کیا ہے جن کی رو سے اسے دعا میں شامل کرنا قبولیت دعا کا ایک ذریعہ ہے اور بقیہ کچھ ظائف کے حوالے آئندہ سطور میں آ رہے ہیں۔

اس کے علاوہ دیگر آیات جن کے حوالے پیچھے یا آئندہ ذکر نہیں کیے گئے، کے بارے میں یہ یاد رہے کہ ان آیات میں سے چند آیات کے ساتھ علاج کرنا تو صحیح احادیث سے ثابت ہے، البتہ باقی آیات کا ثبوت عمومی دلائل پر مشتمل ہے جیسا کہ مجموعی طور پر قرآن مجید کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [سورۃ بنی اسرائیل: ۸۲]

''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت کا باعث ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں روحانی و جسمانی دونوں طرح کے امراض کا علاج موجود ہے۔ امام بخاری نے بھی ''باب الرقی بالقرآن'' کے عنوان سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں عمومی و مجموعی طور پر قرآن مجید کی مختلف آیات سے دم اور روحانی علاج کرنے کا ثبوت اس حدیث سے بھی ملتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک عورت تھی جو ان کا علاج معالجہ اور دم درود کر رہی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ دیکھا تو فرمایا: ''عالجیها بکتاب اللہ'' اللہ کی کتاب سے اس کا علاج کرو۔''

اس سے بھی معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی مختلف آیات سے روحانی علاج کیا جا سکتا ہے [illegible]

[1] [illegible]

میں کوئی ایسی صورت اور طریق کار اختیار نہ کیا جائے جس سے قرآن مجید کی بے حرمتی لازم آئے۔

معالج کو چاہیے کہ مریض پر ان وظائف کا دم کر کے پھونکے اور مریض کو بھی یہ دم پڑھنے کی ہدایت کرے۔ اللہ نے چاہا تو مریض سے جادو کا اثر زائل ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھیں کہ اگر جادو کمزور ہو اور روحانی معالج کا تقویٰ اور دینداری کی کیفیت اچھی ہو تو نہایت ہی مختصر دم سے مریض صحت یاب ہو جاتا ہے اور اگر جادو قوی ہو یا بار بار جادوئی عملیات کیے جا رہے ہوں تو پھر زیادہ سے زیادہ دم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض اوقات تو مسلسل دم کرتے رہنے کی نوبت بھی آ جاتی ہے۔

جادو کے توڑ کے لیے سورۃ الفاتحہ کے ذریعے دم

حضرت خارجہ بن صلت رضی اللہ عنہ کے چچا سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے بعد واپس آرہے تھے کہ راستے میں ایک قبیلے سے ہمارا گذر ہوا، تو قبیلہ والوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر و بھلائی کی باتیں سیکھ کر آرہے ہو، تو کیا تمہارے پاس کوئی ایسا دم یا دوا وغیرہ ہے جس کے ذریعے تم ہمارے آسیب زدہ شخص کا علاج کر سکو؟ ہم نے کہا کہ ہاں بالکل ہے۔ پھر وہ ایک آدمی لے کر آئے جو رسیوں میں جکڑا ہوا (محسوس ہوتا) تھا۔

صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے تین دن صبح و شام اس پر سورت فاتحہ کے ساتھ دم کیا اور جب میں دم کرتا تو اپنے منہ میں تھوک جمع کر کے اس پر تھوتھو کر دیتا۔ بالآخر وہ تندرست ہو گیا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اس کی رسیاں کھول دی ہیں۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جادو کے مریض پر مسلسل صبح و شام سورت فاتحہ کے ساتھ دم کیا جائے تو اسے شفا مل جاتی ہے۔

جادو کے توڑ کے لیے معوذتین (یعنی سورۃ الفلق اور الناس) کے ذریعے دم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لبید بن اعصم یہودی نے جادو کر دیا تھا اور کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے وحی کی ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مطلع کر دیا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ فلاں کنویں میں جادو کی ہوئی چیز چھپائی گئی ہے۔ وہاں جا کر تلاشی لینے سے ایک غلاف برآمد ہوا جس میں کنگھی اور بالوں کے ساتھ ایک

(۱) ابو داؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی، ح۳۸۹۸۔

تانت کے اندر گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں اور موم کا ایک پتلا تھا جس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں۔ چنانچہ معوذتین سورتیں نازل ہوئیں جن کی گیارہ آیات ہیں اور ایک ایک آیت پڑھنے کے ساتھ ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی گئی۔ اور سوئیاں بھی پتلے سے نکال دی گئیں اور آپ ﷺ جادو کے اثر سے بالکل تندرست ہو گئے۔ (اس کا حوالہ پیچھے جادو کے بیان میں گزر چکا ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ معوذتین (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) جادو کے توڑ کے لیے بڑی مؤثر ہیں۔

۳)......اگر جادو کی وجہ سے جسم کے کسی خاص حصے میں درد ہو تو اس کا علاج

بعض اوقات جادو کا اثر جسم کے کسی خاص حصہ پر ہوتا ہے جس کی وجہ سے مریض اس حصے میں درد محسوس کرتا ہے لیکن طبی طور پر اس کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں علاج کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت یعنی مخصوص دم کے ساتھ

پہلی صورت تو یہ کہ مریض کے اس حصہ پر درج ذیل دم کریں تو جادو کا اثر ان شاء اللہ زائل ہو جائے گا:

(۱) : ((اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْھِبَ الْبَاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَاشَافِيَ اِلَّا اَنْتَ، شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا))(۱)

''اے اللہ! لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کرنے والے! شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں ہے۔ تو ایسی شفا عطا فرما کہ مرض کا نام و نشان باقی نہ رہے۔''

(۲) : حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے تب سے جسم میں درد محسوس کر رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ متاثرہ حصے پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ بسم اللہ پڑھو اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھ کر دم کرو:

((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ)) وفی بعض الروایات: [اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ...]

''میں اللہ تعالیٰ کی جلال وعزت اور قدرت وقوت کے ساتھ اس کی پناہ میں آتا ہوں۔ اس تکلیف سے جو میں محسوس کر رہا ہوں یا جس سے میں ڈرتا ہوں۔''(۲)

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب رقیة النبی، ح ۵۷٤۲۔ مسلم، ح ۲۱۹۱۔

(۲) مسلم، کتاب السلام، باب استحباب وضع یدہ موضع الالم، ح ۲۲۰۲۔ ابوداؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی، ح ۳۸۹۱۔ ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی دواء ذات الجنب۔

اس کے بعد یہ صحابی تندرست ہو گئے تھے۔ان کا واقعہ پیچھے تفصیل سے گزر چکا ہے۔
لہٰذا اپنے مریض کو یہ دونوں دعائیں لکھ کر دے دیں تا کہ وہ متاثرہ حصے پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کے ساتھ دم کرے۔ان شاء اللہ بہت جلد شفا ہو گی۔

دوسری صورت یعنی سینگی (پچھنے) کے ساتھ

جسم کے کسی حصہ میں جادو کے ذریعے مسلسل درد رہتا ہو تو اس کے علاج کی دوسری صورت یہ ہے کہ سینگی (پچھنا) لگوا کر فاسد خون وہاں سے نکال دیا جائے۔تجربہ کار اہل علم نے اس صورت کا ذکر کیا ہے۔علاوہ ازیں اس لیے بھی کہ بہت سی صحیح احادیث میں نبی کریم ﷺ نے سینگی لگوانے کے عمل کو انتہائی شفا بخش قرار دیا ہے اور جدید تحقیقات بھی سینگی لگوانے کو مفید قرار دے چکی ہیں۔بلکہ بعض اہل علم مثلاً حافظ ابن قیم وغیرہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ پر جب جادو ہوا تو آپ ﷺ نے سینگی بھی لگوائی تھی۔آج بھی سینگی لگانے کی مختلف شکلیں اطباء کے ہاں معروف ہیں اس لیے ان سے استفادہ کرنا چاہیے۔

(۴)..... جادو کے توڑ کے لیے دم کیے گئے پانی سے غسل کروائیں

جادو کے توڑ کا ایک انتہائی مفید اور مجرب نسخہ یہ ہے کہ کسی برتن میں صاف پانی ڈال کر اس پر وہ دم جو پیچھے جادو کے توڑ کی دوسری صورت یعنی ''شرعی دم'' کے تحت گزر چکا ہے، کریں اور پھر وہ پانی مریض کو پلائیں اور اس سے اسے غسل کروائیں۔ایک سے لے کر سات مرتبہ تک مسلسل یہ عمل کریں، ان شاء اللہ کامیابی ہو گی۔بصورت دیگر جادو ختم ہونے تک اسے جاری رکھیں۔بہت سے اہل علم اس عمل کے قائل رہے ہیں، مثلاً مفسر قرطبیؒ نے وھب بن منبہ کے حوالے سے جادو کے توڑ کے لیے اسی طرح کا ایک مجرب نسخہ ذکر کیا ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

''بیری کے سات سبز پتے لے کر انہیں باریک کوٹ کر پھر کسی برتن میں پانی لے کر اس میں ملا دیں اور اس پر آیت الکرسی پڑھ کر دم کریں۔پھر اس دم والے پانی میں سے تین گھونٹ پی لئے جائیں اور باقی پانی سے غسل کر لیا جائے تو اس کے ساتھ ہر طرح کا جادو زائل ہو جائے گا، ان شاء اللہ۔اگر جادو کی وہ قسم ہو جس میں جماع کی بندش کی جاتی ہے تو اس کے علاج کے لئے تو یہ نہایت کامیاب نسخہ ہے''۔[1]

(۱) تفسیر قرطبی، ج ۲ ص ۴۹۔

عصر قریب کے مشہور مفتی عرب شیخ ابن باز نے بھی دم شدہ پانی کے ساتھ غسل کو مفید قرار دیا ہے[1]۔ خود راقم الحروف نے جادو کے کئی مریضوں کو یہ نسخہ بتایا اور انہوں نے اس پر عمل کیا تو انہیں بہت جلد جادوئی اثرات سے شفا نصیب ہوئی۔

۵)......جادو کے توڑ کے چند طبی نسخے

۱) کلونجی کے تیل پر دم کر کے مریض کے متاثرہ حصے پر پہنچوں تک مالش کروائیں ان شاء اللہ شفا ہوگی۔ جیسا کہ حضرت خالد بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر کے لئے روانہ ہوئے اور ہمارے ساتھ غالب بن ابجر بھی تھے۔ وہ راستے میں اچانک مریض ہو گئے اور جب ہم مدینہ پہنچے تب تک وہ اسی حالت میں رہے۔ ابن ابی عتیق ان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے تو انہیں دیکھنے کے بعد ہم سے کہنے لگے کہ لازمی طور پر کلونجی کے پانچ یا سات دانے لے کر پیس لو اور پھر اسے تیل میں ملا کر اس مریض کے ناک کے دونوں سوراخوں میں چند قطرے ٹپکاؤ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ((إِنَّ هٰذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَآءَ شِفَآءٌ مِّنْ كُلِّ دَآءٍ إِلَّا مِنَ السَّامِ))
"کلونجی میں موت کے سوا ہر بیماری کے لیے شفا موجود ہے۔"[2]

۲) اگر معدے یا پیٹ میں مسلسل درد رہتی ہو تو روزانہ نہار منہ کلونجی کے پانچ یا سات دانے پانی کے ساتھ استعمال کریں لیکن حاملہ عورتیں حکیم اور ڈاکٹر کے مشورہ کے بغیر اسے استعمال نہ کریں۔

۳) قرآن مجید میں شہد کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ

﴿فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾ [سورة النحل: ٦٩]
"اس میں لوگوں کے لیے شفا (رکھی گئی) ہے"۔

اس لیے روزانہ نہار منہ ایک چمچ شہد چاٹیے۔ اگر گرمی کا موسم ہو تو اسے پانی کے ساتھ استعمال کریں، ورنہ (موسم سرما میں) نیم گرم دودھ میں ملا کر استعمال کریں۔ اور یہ بات یاد رکھیں کہ شہد خالص ہو اور حاملہ عورتیں طبیب کے مشورہ کے بغیر اسے استعمال نہ کریں۔

۴) عجوہ کھجور اگر مل سکے تو اسے ضرور استعمال کریں کیونکہ اس بارے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

---

(۱) دیکھیے: رسالة في حكم السحر والكهانة، از شیخ ابن باز، ص ۲۷۔

(۲) بخاری، کتاب الطب، باب الحبة السوداء، ح ۵۶۸۷ ، مسلم، کتاب السلام، ح ۲۲۱۵۔

((مَنِ اصْطَبَحَ كُلَّ يَوْمٍ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرَّهُ سَمٌّ وَ لَا سِحْرٌ ذٰلِكَ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ))[1]

''جو شخص روزانہ صبح کے وقت چند عدد عجوہ کھجوریں کھا لے تو اس دن اسے رات تک کوئی زہر اور جادو نقصان نہیں دے گا۔''

یاد رہے کہ بعض روایات میں سات عدد کھجوریں استعمال کرنے کا ذکر ہے۔[2]

بعض روایات میں ہے کہ نہار منہ عجوہ کھجور کھائی جائے تو وہ زہر اور جادو سے شفا بخشتی ہے۔[3]

۵)..... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص صبح سویرے مدینہ کی سات کھجوریں (خواہ کسی قسم کی ہوں) کھائے تو اسے شام تک کسی قسم کا زہر تکلیف نہیں دے گا''۔[4]

اس روایت سے بعض اہل علم نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر عجوہ کھجور نہ ملے تو مدینہ کی دیگر اقسام کی کھجوریں استعمال کرنی چاہییں کیونکہ وہ بھی شفا بخش ہیں۔ اور ایک رائے یہ بھی ہے کہ اگر یہ بھی دستیاب نہ ہوں، تو کوئی بھی دستیاب کھجور استعمال میں رکھنی چاہیے۔



(۱) بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعجوۃ للسحر، ح۵۷۶۸۔ مسلم، ح۲۰۴۷۔

(۲) بخاری، ایضاً، ح۵۷۶۹۔

(۳) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، للألبانی، ج۴، ص۶۵۵۔

(۴) مسلم، کتاب الاشربہ، باب فضل تمر المدینہ، ح۲۰۴۷۔

باب ۹

جنات کے توڑ کا بیان

اس باب میں ہم جنات وشیاطین کا شکار ہونے والے لوگوں کے علاج کی مختلف صورتیں بیان کریں گے۔اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کے منافی کوئی بات نہیں کی گئی، بلکہ قرآن وحدیث کے دائرہ میں رہتے ہوئے روحانی علاج معالجہ کے مستند ومجرب نسخے تجویز کیے گئے ہیں۔اور جو طریقے غلط ہیں، ساتھ ساتھ ان کی نشاندہی بھی کردی گئی ہے۔

جن نکالنے اور دور بھگانے کے طریقے

جنات سے متاثر شخص کی علامات

سب سے پہلے تو یہ اطمینان کرلیا جائے کہ جس شخص کا آپ نے جن نکالنا ہے، وہ فی الواقع جن کا شکار ہے بھی یا نہیں۔اس چیز کی پہچان کے لیے مریض میں چند علامات تلاش کرنے کی کوشش کریں۔کچھ علامات حالتِ بیداری سے تعلق رکھتی ہیں اور کچھ حالتِ نیند سے۔یہ علامات مریض اور اس کے رشتہ داروں وغیرہ سے سوالات کے ذریعے پوچھی جاسکتی ہیں لیکن ضروری نہیں کہ وہ آپ کو یہ علامات سو فیصد صحیح بتادیں اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ یہ علامات خالصتاً جناتی اثرات پر دلالت کریں بلکہ علامت ہمیشہ حقیقت تک پہنچنے کا قرائنی ذریعہ ہوتی ہے، اس لیے ان علامات کی بنیاد پر مریض کو طبی علاج معالجہ سے منع نہ کریں۔بلکہ یہ بھی یاد رکھیں کہ بعض اوقات جناتی اثرات کی وجہ سے انسان جسمانی طور پر بھی کئی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔

حالتِ بیداری کی علامات

۱)......مریض کو ایسے دورے پڑتے ہوں کہ وہ ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہو، اور اس حالت میں بہکی بہکی باتیں کرتا ہو۔

۲)......اس میں عام آدمی کی طاقت کی بجائے کئی گنا زیادہ طاقت پیدا ہوجاتی ہو۔

۳)......طبی تحقیقات کے مطابق مریض پاگل پن کا شکار نہ ہو مگر اس کے باوجود پاگلوں کی سی حرکتیں کرتا ہو۔

۴)......بعض اوقات مریض مختلف قسم کی چیخ و پکار کرتا اور عجیب و غریب قسم کی آوازیں نکالتا ہو۔
۵)...... مریض اپنے پاس آنے والے ہر شخص کو یا اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہو۔
۶)...... مریض کو دورے کے وقت مارا پیٹا جائے تو اسے اس وقت اور بعد میں بھی کوئی تکلیف محسوس نہ ہو۔
۷)...... اذان یا قرآنی کلمات سن کر مریض تڑپتا، بے چین ہوتا اور دور بھاگتا ہو۔
۸)...... ہوش و حواس برقرار ہونے کے بعد مریض اپنے بارے میں مذکورہ بالا علامتوں کا انکار کرتا ہو۔
۹)......مریض اجنبی زبان میں باتیں کرتا ہو یا جانوروں کی سی آوازیں نکالتا ہو۔
۱۰)......کبھی کبھار مریض، اگر مرد ہے تو عورت کے اور عورت ہے تو مرد کے انداز میں گفتگو کرتا ہو۔
۱۱)...... بعض اوقات مریض کی آنکھیں پتھرا جاتی ہوں اور بند کرنے کے باوجود بند نہ ہوتی ہوں۔
۱۲)...... یا بعض دفعہ آنکھیں بند ہو جاتی ہوں اور کھولنے کے باوجود نہ کھلتی ہوں۔
۱۳)......مریض کے جسم کے کسی حصہ میں مسلسل درد رہتا ہو اور اس کی کوئی طبی وجہ بھی نہ ہو۔
۱۴)...... بسا اوقات مریض ذہنی طور پر انتشار کی کیفیت محسوس کرتا ہو۔
۱۵)......مریض ہوش و حواس کی حالت میں بھی صفائی اور پاکیزگی کو نظر انداز کرنے لگے۔

حالتِ نیند کی علامات

۱)......مریض کو تھکاوٹ اور نیند کی ضرورت کے باوجود گھنٹوں نیند نہ آتی ہو۔
۲)......گہری نیند کی بجائے غنودگی اور بے خوابی کی سی کیفیت رہتی ہو۔
۳)......مریض کو عجیب و غریب اور ڈراؤنے خواب آتے ہوں۔
۴)......مریض خواب میں اپنے آپ کو بلندی سے گرتے یا موت سے دوچار ہوتے دیکھتا ہو۔
۵)......خواب میں گندی چیزیں دکھائی دیتی ہوں۔
۶)......خواب میں سانپ، کالے کتے، بلیاں اور اونٹ وغیرہ دکھائی دیتے ہوں۔
۷)......سوتے وقت بار بار ڈر جانے کی کیفیت پیدا ہوتی ہو۔
۸)......خواب میں عجیب و غریب قسم کے لوگ دکھائی دیتے ہوں۔
۹)......خواب میں ہیولے، سائے وغیرہ نظر آتے ہوں۔
۱۰)......بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہو جیسے کوئی گلا دبانے کی کوشش کر رہا ہے۔

اذان، تلاوت قرآن اور مسنون اَذکار کے ذریعے تشخیص

اگر آپ مریض کے کان میں اذان کے کلمات پڑھیں یا قرآن مجید کی مختلف سورتوں اور آیات کی تلاوت کریں، یا مسنون اذکار کریں تو کچھ دیر بعد آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ یہ مریض جادو جنات سے متاثر ہے یا نہیں۔ اس لیے کہ اس عمل کے ساتھ جنات کو سخت تکلیف ہوتی ہے، اور مریض کی ظاہری حالت سے آپ کو خود ہی اس کا اندازہ ہو جائے گا۔ بلکہ بعض اوقات تو جن اس مریض کے منہ سے فوراً بول اٹھے گا اور آپ پہچان لیں گے کہ یہ جن و شیاطین کی کارستانی ہے۔

معالج کے لیے ضروری ہدایات

اگر آپ معالج ہیں تو آپ کو چاہیے کہ مریض کی مذکورہ بالا علامات کی جانچ پڑتال کر لینے کے بعد ہی اس کا علاج شروع کریں اور دوران علاج ان باتوں کا خیال ضرور رکھیں:

۱) علاج سے پہلے آپ کا جسم، لباس اور مطلوبہ جگہ پاک صاف ہو اور اگر آپ باوضو ہوں تو زیادہ بہتر ہے، البتہ جنابت کی حالت میں علاج نہ کریں۔

۲) علاج سے پہلے خود اپنے جسم پر آیۃ الکرسی، معوذات (سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) سورۃ البقرۃ کی آخری تین آیات اور درود ابراہیمی پڑھ کر پھونک لیں، ورنہ خدشہ ہے کہ جنات و شیاطین آپ پر بھی کسی صورت حملہ آور ہو جائیں۔

۳) اپنے اوپر اعتماد رکھیں کہ آپ کے پاس ایسا ہتھیار ہے جس سے بڑے سے بڑا جن بھی ڈرتا ہے۔

۴) اللہ تعالیٰ پر بھرپور توکل اور پورا بھروسہ رکھیں اور تقدیر پر ناقابل متزلزل ایمان ہونا چاہیے۔

۵) ....اگر مریض کوئی غیر محرم عورت ہے تو پردے کا اہتمام کریں اور خلوت میں اس کا علاج نہ کریں۔

۶)......علاج کے وقت چند لوگ موجود ہوں جو ضرورت پڑنے پر مریض کے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے پکڑ لیں کیونکہ ایسی حالت میں بعض اوقات جن بھی اپنی طاقت دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔

۷) کسی کھلے میدان میں علاج کرنے کی بجائے بند اور محفوظ جگہ پر علاج کریں۔

۸)... کوشش کریں کہ علاج اس وقت کیا جائے جب مریض میں جناتی مرض کی علامتیں پوری ہوں اور اس وقت اس کی حالت غیر ہو چکی ہو کیونکہ اس وقت جن حاضر ہوتا ہے اور اسے مغلوب کرنا بھی آسان ہوتا ہے۔

۹)......اگر مریض نارمل حالت میں ہو اور اس کے ہوش وحواس قائم ہوں تو پھر اس کے ہاتھ پاؤں پکڑنے اور اسے لٹانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

۱۰)......دورانِ علاج کسی طرح کی غیر شرعی حرکت کا ارتکاب نہ کریں۔ اور یاد رکھیں کہ غیر شرعی عمل میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ علاج معالجے میں مصروف ہو کر نماز ہی چھوڑ دیں۔ اس لئے اگر نماز کا وقت قریب ہو تو پہلے نماز پڑھ لیں پھر عمل شروع کریں۔

۱۱)......انتہائی بے دردی سے مریض کو زدوکوب نہ کریں کیونکہ بعض دفعہ یہ تکلیف مریض کے اپنے جسم کو ہوتی ہے نا کہ اس میں موجود جن کو۔ اور بعض دفعہ یہ تکلیف جن کو ہوتی ہے۔ مہارت اور تجربے سے ان دونوں حالتوں کا بخوبی اندازہ لگالیا جاتا ہے۔ اگر آپ کو یہ یقین ہو کہ آپ کے پاس آنے والا مریض جنات کا شکار ہے تو علاج کے دوران جس وقت جن حاضر ہو جائے، اس وقت اسے مارا اور ڈرایا دھمکایا جاسکتا ہے۔

۱۲)......مریض کی جب حالت غیر ہو اور آپ کو یقین ہو جائے کہ جن سامنے آچکا ہے تو مریض کی گردن کی دونوں جانب کی بڑی رگوں میں سے کسی ایک رگ کو دبا کر رکھیں مگر اسے اس طرح دبانے کی کوشش ہرگز نہ کریں کہ مریض جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اور نہ ہی اسے زیادہ دیر تک دبائیں کیونکہ اس میں خون گردش کرتا ہے اور بندش خون سے انسانی جسم کو نقصان پہنچتا ہے۔ البتہ اسی خون کی گردش کے ساتھ جن بھی گردش کرتا ہے۔ جب خون کی اس نالی کو دبایا جاتا ہے تو جسم میں داخل ہونے والے جن کو بھی سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح اس بات کا بھی خیال رہے کہ گردن کی دونوں نالیوں کو بیک وقت نہ دبایا جائے ورنہ مریض بے ہوش ہو جائے گا۔

معالج کے لیے کچھ اور مفید باتیں

ان ہدایات کے علاوہ درج ذیل چند مزید باتیں بھی یاد رکھیں:

۱)......جس طرح دیگر بیماریوں کے علاج معالجہ میں اس طرح ہوتا ہے کہ بعض اوقات مریض ایک ہی دن کی دوا کھانے سے تندرست ہو جاتا ہے، بعض اوقات چند ہفتے یا چند مہینے مرض موجود رہتا ہے اور بسا اوقات سالوں تک نوبت جا پہنچتی ہے، اسی طرح روحانی علاج معالجہ میں ہوتا ہے کہ بعض اوقات مریض جلد ہی صحت یاب ہو جاتا ہے اور بسا اوقات کئی کئی مہینے اور سال بھی لگ سکتے ہیں۔

۲)......جن نکالنے کی دو صورتیں ہیں؛ ایک تو یہ کہ آپ فوری طور پر اس شخص سے جن نکال دیں اور مریض اپنی نارمل حالت میں لوٹ آئے۔ لیکن اس میں یہ خدشہ ہوتا ہے کہ جن دوبارہ تنگ کرنے آ جائے گا بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ وقتی طور پر اپنی اذیت اور تکلیف روک دے اور مریض کی نارمل حالت دیکھ کر آپ سمجھیں کہ جن بھاگ گیا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ آپ اس مریض کا مستقل علاج کریں تاکہ وہ جن دوبارہ اس شخص کی طرف آنے کی کوشش نہ کرے۔ آئندہ سطور میں ان دونوں صورتوں کے بارے میں تفصیل دی جا رہی ہے۔

جن نکالنے کی پہلی صورت

اس کے لیے آسان ترین حل یہ ہے کہ آپ اس مریض کے کان میں اذان کے کلمات دہرانا شروع کریں۔ عموماً پہلی دو تین اذانوں ہی میں جن بھاگنے کی کوشش کرنے لگے گا اور اگر ایسے اثرات دکھائی نہ دیں تو نو اور گیارہ مرتبہ تک پوری اذان بار بار اونچی آواز سے مریض کے کان میں پڑھیں۔ کان کے قریب منہ لگانے کی بجائے زیادہ بہتر اور قابل احتیاط طریقہ یہ ہے کہ کسی پائپ نما چیز کے ذریعے اس طرح اذان دیں کہ اس کا ایک سرا مریض کے کان پر ہو اور دوسرا سرا آپ کے منہ میں۔ اگرچہ اذان کے ذریعے جن بھگانے کا یہ عمل تجرباتی ہے لیکن اس کی بنیاد صحیح البخاری وغیرہ کی درج ذیل حدیث پر ہے:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پاد مارتا ہوا بھاگتا ہے حتی کہ شیطان اذان کی آواز نہیں سنتا اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو وہ پھر پلٹ آتا ہے اور جب اقامت کہی جاتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے''۔ (۱)

واضح رہے کہ بعض روایات میں صراحت کے ساتھ بھی یہ لفظ مذکور ہیں کہ

''جب تمہیں جن بھوت پریشان کریں تو بلند آواز سے آواز دیا کرو''۔ (۲)

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ ''جب جن بھوت مختلف صورتوں میں تمہارے سامنے آئے تو با آواز بلند اذان دو کیونکہ شیطان جب اذان سنتا ہے تو پاد مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔'' (۳)

---

(۱) بخاری، کتاب السہو، باب اذا لم یدر کم صلی، ح۱۲۶۶۔ احمد، ج۲ص۵۰۳۔ ابو داؤد، ح۵۸۔

(۲) دیکھیے: ابن ابی شیبہ، ج۱ص۲۹۷۔ احمد، ج۳ص۳۰۵۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة، ج۳ص۲۷۷۔

(۳) دیکھیے: مجمع الزوائد، ج۱۰ص۱۳۴۔

گذشتہ مذکورروایات میں سے صحیح البخاری کی پہلی روایت کے علاوہ بقیہ روایات کی صحت پر بعض ائمہ محدثین نے کلام کیا ہے۔تاہم صحیح البخاری کی مذکورہ روایت کی بنیاد پر اذان دینے کا عمل کیا جا سکتا ہے بلکہ میں اپنے تجربے کی بنیاد پر یہ بھی کہوں گا کہ جنات کو بھگانے میں یہ بڑا آزمودہ نسخہ ہے۔

اس طریقے سے جن نکلنے کی علامت یہ ہے کہ مریض کے ہوش وحواس درست ہو جائیں گے۔اور وہ سنجیدہ انداز میں آپ سے پوچھے گا کہ میرے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے؟ مجھے کیا ہوا ہے..... ؟ مجھے چھوڑ دو وغیرہ وغیرہ۔اور اس حالت میں ممکن ہے کہ وہ رونا اور غم کرنا شروع کر دے۔اس لیے کامیاب معالج کی علامت یہ ہے کہ وہ مریض کو مختلف طریقوں سے مطمئن کرے اور یہ ظاہر نہ ہونے دے کہ اس پر کسی جن کا سایہ ہو گیا ہے۔کیونکہ جن کا جسم میں داخل ہونا اور انسان کو تنگ کرنا عام آدمی کے لیے بڑی وحشت ناک اور خوفناک بات ہے جس کی وجہ سے وہ نفسیاتی امراض کا بھی شکار ہو سکتا ہے۔

جن نکالنے کی دوسری صورت

دوسری صورت یہ ہے کہ آپ اس مریض کا مستقل علاج کریں۔اس کے لیے آپ کوشش کریں کہ مریض کے جسم سے جن کو حاضر کر کے اپنا عمل پورا کریں۔جب جن انسان کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے تو ضروری نہیں کہ وہ ہمہ وقت مریض میں حاضر رہے بلکہ وہ چھپ کر بیٹھ رہتا ہے اور مختلف اوقات میں مریض کو تنگ کرتا ہے یا کبھی جسم سے نکل جاتا ہے اور کبھی لوٹ آتا ہے۔جب وہ مریض پر حاوی ہو جاتا ہے اور مریض اپنے ہوش وحواس تقریباً کھو بیٹھتا ہے تو اسے عملیات کی دنیا میں جن کا حاضر ہونا کہا جاتا ہے۔جن کو حاضر کرنے کے لیے اذان کے کلمات بھی انتہائی مؤثر ہیں اور اس کے علاوہ درج ذیل وظائف حسب ضرورت طاق (یعنی ایک، تین، پانچ، سات وغیرہ) کی تعداد میں بار بار پڑھ کر مریض پر پھونکیں:

(۱) سورۃ الفاتحہ (مکمل)
(۲) آیۃ الکرسی
(۳) سورۃ الاخلاص (مکمل)
(۴) سورۃ الفلق (مکمل)
(۵) سورۃ الناس (مکمل)
(۶) سورۃ البقرہ مکمل یا آخری دو یا تین آیات
(۸) تعوذ (یعنی اعوذ باللہ)
(۹) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْكَ
(۱۰) اَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ
(۱۱) [illegible]

(۱۲) سورۃ البقرہ (آیات: ۱ تا ۵)
(۱۳) سورۃ البقرہ (آیت: ۱۰۲)
(۱۴) سورۃ البقرہ (آیات: ۱۶۳، ۱۶۴)
(۱۵) سورۃ الاعراف (آیات: ۱۱۷، ۱۲۲)
(۱۶) سورۃ یونس (آیات: ۸۱، ۸۲)
(۱۷) سورۃ طٰہٰ (آیات: ۶۵ تا ۷۳)
(۱۸) سورۃ المؤمنون (آیات: ۱۱۵ تا ۱۱۸)
(۱۹) سورۃ الصّٰفّٰت (آیات: ۱ تا ۱۰)
(۲۰) سورۃ الاحقاف (آیات: ۲۹ تا ۳۲)
(۲۱) سورۃ الرحمٰن (آیات: ۳۳ تا ۳۶)
(۲۲) سورۃ الحشر (آیات: ۲۱ تا ۲۴)
(۲۳) سورۃ الجن (آیات: ۱ تا ۹)
(۲۴) سورۃ بنی اسرائیل (آیت: ۸۲)
(۲۵) سورۃ طٰہٰ (آیت: ۱۱۱)

جب جن حاضر ہو جائے تو کیا کریں؟

یہاں ایک دلچسپ بات یاد آ گئی۔ میرے ایک شاگرد جنہوں نے مجھ سے روحانی علاج معالجہ سیکھا اور اب ایک اچھے عامل بن چکے ہیں، نے ایک مرتبہ مجھے فون کیا اور بڑی گھبرائی ہوئی آواز میں کہنے لگے: حافظ جی! جن حاضر ہو گیا ہے!۔ میں نے کہا: کیا مطلب؟ انہوں نے وضاحت کیے بغیر پھر گھبرائی ہوئی آواز میں کہا کہ جن حاضر ہو گیا ہے!۔ میں نے مزاح سے کہا کہ جن حاضر ہو گیا ہے تو تم غائب ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگا: میں تو مریض چھوڑ کے چھت پہ آ گیا ہوں۔ (مریض چھوڑ کر بھاگ آیا ہوں)

ہوا یوں کہ یہ ان کا پہلا تجربہ تھا کہ انہوں نے آسیب زدہ شخص کا علاج شروع کیا اور جن حاضر ہو گیا اور جب جن کو ایک انسان کی زبان سے باتیں کرتا سنا تو وہ ڈر گئے اور مریض کا علاج کیا کرتے، اسے وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہ واقعہ آپ کو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ نے اس طرح نہیں کرنا، اس لیے کہ جن کے حاضر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مریض کو چھوڑ کر آپ کا گلا پکڑ لے گا۔ بلکہ یہ علاج کا پہلا مرحلہ ہے، اس سے آگے تو ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ علاوہ ازیں بہتر ہے کہ اگر آپ آسیب زدگی کا علاج کرنا چاہتے ہیں تو پہلے کسی اچھے عامل کے پاس تھوڑا سا وقت گزار کر یہ سمجھیں کہ جن کیسے حاضر ہوتا ہے اور جن کی [illegible] مشاہدہ و تجربے کے بعد یہ چیز آپ کے لیے نئی نہیں رہے گی اور بغیر کسی خوف کے آپ روحانی علاج کر سکیں گے۔

[illegible]

جب آپ مریض پر یہ وظیفہ پڑھیں گے تو کچھ دیر کے عمل کے بعد مریض کا جن حاضر ہو جائے گا۔ اس کی علامت یہ ہوگی کہ مریض بولنے کی کوشش کرنا چاہے گا لیکن مریض اس وقت نارمل حالت میں ہرگز نہیں ہوگا یعنی وہ حالت غیر ہی میں بولنے کی کوشش کرے گا اور اس حالت میں مریض نہیں بلکہ اس میں چھپا ہوا جن بولتا ہے۔ لہٰذا جب آپ کو اندازہ ہو جائے کہ یہ بولنے کی کوشش میں ہے تو اسے بلوائیے۔ اور اس سے اس کا نام وغیرہ پوچھیے۔ وہ جن آپ کو اردو، ہندی، عربی، انگریزی یا کسی بھی مقامی زبان میں جسے مریض بھی سمجھتا ہے، اپنا نام بتائے گا اور وہ نام مریض کے نام کے علاوہ کوئی اور نام ہوگا۔ اس سے پہلے اگر آپ نے مریض کا نام پوچھ لیا ہو تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مریض کا یہ نام نہیں جو اس کے اندر چھپے جن نے بتایا ہے بلکہ یہ تو اسی جن کا نام ہے، تو اب آپ یقین کر لیں کہ جن حاضر ہو چکا ہے۔

اس کے بعد آپ اس جن سے یہ معلوم کیجئے کہ اس کا دین و مذہب کیا ہے۔ اور یاد رکھیں کہ عام طور پر مسلمان جن اس طرح نقصان نہیں پہنچاتا۔ اگر بالفرض وہ جن مسلمان ہو تو پھر ممکن ہے کہ اس مریض نے اسے پہلے تنگ کیا ہو۔ (ایسا عموماً غیر شعوری طور پر ہوتا ہے مثلاً جنوں کی رہائش گاہ اگر کسی درخت پر ہو یا اس کے نیچے کسی بل اور سوراخ میں ہو تو وہاں اس مریض نے غلطی سے پیشاب کر دیا ہو جس کی وجہ سے وہ جن اس سے بدلا لینا چاہتا ہو۔ یا اس کے علاوہ عشق و محبت والا مسئلہ بھی ہو سکتا ہے۔)

لہٰذا ایسی صورت میں آپ اس جن سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ وہ اس مریض کو کیوں نقصان پہنچاتا ہے اور اگر جن کوئی معقول وجہ پیش کرے تو آپ مریض کی طرف سے معذرت پیش کریں اور قرآن و سنت کی روشنی میں اسے سمجھائیں کہ جس طرح اسلام جنوں کو تنگ کرنے اور ان سے کام لینے کی اجازت نہیں دیتا، اسی طرح اسلام کسی مسلمان جن کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی مسلمان انسان کو تنگ کرے۔ گویا اس طرح آپ کی وعظ و نصیحت اگر اس مسلمان جن پر اثر کر جائے تو وہ اس مریض کو یقیناً چھوڑ دے گا۔

لیکن یہ بات یاد رہے کہ اکثر و بیشتر جن غیر مسلم ہوتے ہیں اور اگر کوئی جن اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور آپ کے وعظ و تبلیغ کے باوجود اس مریض سے نکلنے کی حامی نہ بھرے تو زیادہ امکان یہ ہے کہ یہ مسلمان جن نہیں ہے بلکہ یہ جھوٹ بول رہا ہے اور جن جھوٹ بول کر اپنا دفاع بھی کر لیتا ہے اور ساتھ اپنا مقصد (یعنی مریض کو تکلیف پہنچانا) بھی پورا کر لیتا ہے، لہٰذا کامیاب معالج کے لیے ضروری ہے کہ وہ جنوں کے ان

تمام حربوں سے آگاہ اور ہوشیار رہے۔

اگر تنگ کرنے والا جن غیر مسلم ہو؟

جب جن کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ یہ غیر مسلم ہے تو اسے سب سے پہلے مسلمان ہونے کی دعوت دیں۔ اگر وہ راضی ہو جائے تو اسے کلمہ پڑھائیں اور اگر وہ خلوصِ دل سے کلمہ پڑھ لے گا تو خود بخود اس مریض سے نکل جائے گا لیکن اگر اب بھی وہ اس مریض سے نہ نکلے تو آپ اس پر اپنا وہ وظیفہ دہرانا شروع کر دیں جو ہم نے یہاں ذکر کیا ہے اور یاد رکھیں کہ یہ قرآنی آیات اور مسنون اَذکار و وظائف کے کلمات جنوں پر تیر و تلوار سے بڑھ کر شدید ثابت ہوتے ہیں۔ اور ان کلمات کا اس قدر اثر ہوتا ہے کہ وہ جن آپ سے التجائیں اور فریادیں کرے گا کہ تم ان کلمات کو پڑھنا چھوڑ دو۔ ایسی صورت میں آپ اس سے وعدہ لیں کہ پہلے وہ اس مریض کو چھوڑے، ورنہ یہ وظائف کا عمل جاری رہے گا۔

اگر آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال رہی تو آپ یقیناً کامیاب ہو جائیں گے اور وہ جن نکل کر بھاگ جائے گا۔ یاد رہے کہ اگر کسی شخص کو یہ سارے وظائف یاد نہ ہوں تو وہ صرف اللہ اکبر، اعوذ باللہ اور سورۃ الاخلاص وغیرہ جیسے مختصر کلمات اور سورتیں ہی مسلسل پڑھتا رہے تو تب بھی کامیابی اسے ہی حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے نام کی تاثیر بھی واضح ہو جائے گی۔

اگر جن اور جادو دونوں کا اثر ہو؟

بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ اس مریض پر جن کے علاوہ جادو بھی کیا گیا ہوتا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ عام حالات میں بھی اس مریض کو جادوئی اَثرات معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ اگر ایسا معاملہ ہو تو کوشش کریں کہ اس جن سے یہ معلومات بھی حاصل ہو جائیں کہ اس پر کس نے جادو کیا ہے اور وہ جادو کی ہوئی چیز کس جگہ دفن یا معلق ہے۔ اگر آپ روحانی عمل کے ذریعے جن کو مغلوب کر لیں گے تو وہ جن اَز خود آپ کو جادو کے متعلق بھی بتا دے گا۔ اس صورت میں وہ جن جھوٹ بھی بول سکتا ہے لیکن اطمینان کے لیے آپ بار بار عمل کریں اور اس سے اگلوائیں کہ جادو کہاں دفن ہے۔ پھر اس کی بتائی ہوئی جگہ پر اپنے آدمی روانہ کر کے معلوم کریں کہ واقعی وہاں جادو کی ہوئی وہ چیز ہے جس کی علامات جن نے بتائی ہیں یا نہیں۔ اگر جن کی بتائی ہوئی جگہ سے جادو شدہ چیز مل جائے تو اسے حاصل کر کے ضائع کر دیں۔

اگر مریض کو جن کے ساتھ جادو کی بھی شکایت ہو تو سمجھ لیں کہ کسی عامل نے سازش کے ذریعے اس جن کو

بھیجا ہے اور ایسی صورت میں اگر جن مغلوب ہو کر بھاگنا بھی چاہے تو وہ عامل / جادوگر اس پر دیگر جنات کی مدد سے اس سے طاقت ور جنات بطور محافظ مقرر کر دیتا ہے جو اسے مریض کے جسم سے نکلنے نہیں دیتے۔ ایسی صورت میں اگر جن مسلمان ہو چکا ہو یا مسلمان ہونے کی صورت میں تائب ہو چکا ہو تو اس کی مدد کریں اور اسے آیۃ الکرسی اور دیگر وظائف بتائیں اور اسے سمجھائیں کہ ان کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے۔

جنات کی ہر بات پر اعتماد نہ کریں

اسی طرح یہ بھی یاد رکھیں کہ بعض اوقات شریر جن مریض کے خاندان اور دوست اُحباب وغیرہ میں پھوٹ ڈالنے کے لئے کذب بیانی کرے گا اور اس کے قریبی اُحباب کا نام لے کر کہے گا کہ فلاں نے اس پر جادو کیا ہے۔ لیکن اول تو اس کی ہر بات کو تسلیم نہ کریں کیونکہ یہ بہت زیادہ جھوٹ بولتے ہیں اور دوسرا یہ کہ جن لوگوں کا نام وہ آپ کو بتائے، زیادہ سے زیادہ ان سے محتاط رہیں لیکن اس وقت تک کسی کے بارے میں غلط خیالات دل میں پیدا نہ ہونے دیں جب تک کہ اس کے بارے یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اسی نے جادو کیا یا کروایا ہے۔

اگر جن چالاک اور طاقتور ہو؟

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جن بڑا طاقتور یا چالاک ثابت ہوتا ہے اور آپ بار بار عمل کر کے تھک جاتے ہیں مگر وہ نکلنے کا نام نہیں لیتا۔ ایسی صورت میں آپ درج ذیل دو طریقوں کو استعمال کر سکتے ہیں:

۱)...... جنات وشیاطین پر سخت ثابت ہونے والے اَذکار و کلمات اور قرآنی آیات وغیرہ کو کیسٹ میں پہلے سے تیار کر کے رکھیں اور کیسٹ مریض کے سرہانے لگا دیں۔ جب تک کامیابی نہیں ہوتی کیسٹ کا استعمال جاری رکھیں اور مریض کو ایسی کیسٹ مہیا کر دیں کہ جب وہ خود اذکار و وظائف سے تھک جائے تو بقدرِ ضرورت اس کیسٹ کو سنتا رہے۔

۲)...... بعض قرآنی آیات ایسی ہیں جو جنوں پر بڑی گراں گزرتی ہیں، اگرچہ مذکورہ بالا تجویز کردہ وظیفے میں زیادہ تر حصہ ایسے ہی مسنون اور سلف صالحین سے منقول کلمات پر مشتمل ہے۔ البتہ کچھ مزید آیات تجربے و مشاہدے کی وجہ سے انتہائی کارگر معلوم ہوئی ہیں، اس لیے انہیں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اس میں

زیادہ تر وہ آیات شامل ہیں جن میں جنوں کے معتوب ہونے، عذاب اور آگ کے شعلوں کا شکار ہونے اور کافروں، سرکشوں پر اللہ کے عذاب اور سزا وغیرہ کا ذکر ہے۔ ایسی تمام آیات سے جن ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ آیات ہم نے تجویز کر دی ہیں، جو پیچھے گزریں، (کتاب ہذا کے آخر میں انہیں دیکھا جا سکتا ہے)۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے آپ مزید ایسی آیات تلاش کر سکتے ہیں۔

جن نکالتے وقت تصوراتی عمل سے گریز کریں

دیکھنے اور سننے میں آیا کہ بعض عامل قرآن وسنت سے علاج کرنے کے ساتھ ساتھ تصوراتی عمل بھی اختیار کرتے ہیں۔ راقم کے اپنے ایک معروف عامل استاد جو باعمل، عالمِ دین بھی ہیں، تصوراتی طریقے کو بڑا استعمال کرتے ہیں مگر راقم کو اس طریقے سے کچھ اختلاف ہے کیونکہ اس کی بنیاد سراسر تخیلات وتصورات پر مبنی ہے۔ اس تصوراتی عمل کا طریقہ کچھ اس طرح ہے کہ

عامل صاحب مریض کی آنکھوں میں شہد یا کلونجی وغیرہ کا تیل ڈال کر اسے پورے عمل کے دوران آنکھیں بند رکھنے کا حکم دیتے ہیں۔ (یاد رہے کہ یہ دونوں چیزیں آنکھوں میں سخت چبھن اور تکلیف و اضطراب پیدا کر دیتی ہیں) اس کے بعد جس ماحول اور نوعیت کا مرض ہوتا ہے، اسی کی مناسبت سے اس کا تصوراتی علاج شروع کیا جاتا ہے مثلاً اگر مریض یہ کہتا ہے کہ مجھے اپنے کمرے میں خوف وہراس اور وحشیانہ چیزوں کا احساس ہوتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ خیال کرو کہ اس وقت تم اپنے کمرے میں داخل ہو گئے ہو۔ (اب ظاہر ہے کہ عامل کے پاس بیٹھے ہونے کے باوجود اس مریض کے خیال میں اس کا کمرہ اسی طرح دکھائی دے گا جس طرح وہ ہوش وحواس میں اسے دیکھتا ہے) پھر مریض سے کہا جاتا ہے کہ سوچو تمہارے کمرے میں کیا کیا چیزیں موجود ہیں؟ ظاہر ہے مریض کوئی نہ کوئی چیز تو ضرور بتائے گا۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کے گرد دائرہ لگا دو۔ اب وہ مریض اپنے تصور میں اس پر دائرہ لگا دیتا ہے اور آیۃ الکرسی یا درود یا کوئی اور آسان وظیفہ جو مریض پڑھ سکتا ہو، وہ پڑھنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ اس چیز کو اب توڑ دو۔ چنانچہ مریض خیالات ہی میں اسے توڑ دیتا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ اس پر مٹی کا تیل چھڑک کر اسے آگ لگا دو۔ مریض اپنے خیالات ہی میں ایسا کر کے جواب دیتا ہے کہ آگ لگا دی ہے۔ اب مریض سے کہا جاتا ہے کہ اس کی خاک وغیرہ پر دائرہ لگا کر فلاں

سورت یا دعا وغیرہ پڑھ کر پھونکو اور سمجھو کہ یہ ہوا میں اڑ کر ختم ہو رہا ہے۔ اور مریض خیال ہی خیال میں ایسا کرتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تمہارا جن مار دیا گیا ہے اور اب تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ اور اس سارے عمل میں آنکھ میں سخت لگنے والی دوائیں ڈال کر آنکھیں بند رکھوائی جاتی ہیں تا کہ تصوراتی عمل میں مریض کے خیالات زیادہ سے زیادہ گرفت میں رکھے جا سکیں۔

یاد رکھیے کہ اس طرح کے تصوراتی عمل سے نہ جن مرتا ہے اور نہ بھاگتا ہے، البتہ اس سے نفسیاتی طور پر آپ کسی مریض کو متاثر ضرور کر سکتے ہیں۔ اس لئے اگر مریض کو محض متاثر کرنا ہی مقصود ہو تو یہ الگ بات ہے۔

جن نکالنے کے بعد

اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھوں مریض کو شفا عطا فرما دے اور جنات کا اثر جاتا رہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور فخر وتکبر کا اظہار کرنے کی بجائے عاجزی وانکساری اختیار کریں۔ نیز اس مریض کو نصیحت کریں کہ وہ قرآن وسنت پر سچے دل سے عمل پیرا ہو جائے۔ نماز باجماعت کی پابندی کرے۔ اَذکار و وظائف میں سستی ہرگز نہ کرے۔ اپنی رہائش گاہ کو تمام ایسی فحش اور گندی چیزوں سے پاک رکھے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے اور رحمت کے فرشتے دور بھاگتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے مکمل طور پر اجتناب کرتے ہوئے سچے دل سے مسلمان بن جائے۔

کس مکان (یا دوکان وغیرہ) سے جن بھگانے کا طریقہ

جنات وشیاطین عموماً غیر آباد جگہوں، صحراؤں اور جنگلوں وغیرہ میں رہتے ہیں مگر بعض اَوقات وہ انسانوں کی آبادیوں میں بھی کسی جگہ پر قبضہ جما لیتے ہیں اور ایسا اکثر و بیشتر اس جگہ پر ہوتا ہے جو عرصہ دراز سے بے آباد پڑی رہے یا گندگی کا ڈھیر بنی رہے مثلاً کوئی ایسا گھر جو ایک طویل عرصہ سے ویران رہا ہو، یا کسی گھر میں اللہ کا ذکر ہی نہ کیا جاتا ہو تو وہاں جن اپنی رہائش اختیار کر لیتے ہیں اور اگر خالی مکان ہونے کی وجہ سے لوگ وہاں گندگی بھی پھینکتے ہوں، تو پھر ضرور جن اس جگہ کا رخ کرتے ہیں کیونکہ گندگی تو ان کی خوراک ہے۔

بعض لوگوں کے ہاں یہ مشہور ہے کہ فلاں گھر میں کسی نیک بابے کا قبضہ ہے اور جو وہاں داخل ہو، اسے اس بابے سے تھپڑ لگتے ہیں حالانکہ یہ کوئی نیک بابے یا روحیں وغیرہ نہیں ہوتیں بلکہ اگر کچھ ہوتا ہے تو وہ کوئی نہ

کوئی جن ہوتا ہے جو وہاں قبضہ جمائے ہوتا ہے اور وہاں آنے والوں یا رہائش اختیار کرنے والوں کو تنگ کرتا ہے تاکہ وہ اس مکان کو چھوڑ جائیں۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہاں کوئی جن، بھوت وغیرہ نہیں ہوتے لیکن کسی اور پُر اسرار وجہ سے لوگوں میں معروف ہو جاتا ہے کہ وہاں کوئی جن رہتا ہے۔ اس کی ایک دلچسپ مثال ملاحظہ فرمائیے:

ہمارے کچھ دوستوں نے بتایا کہ ہم میرپور کے کسی نواحی علاقے میں ایک تبلیغی دورے پر گئے اور وہاں رہائش کے لیے کوئی مناسب اور معقول جگہ کا بندوبست مشکل ہو گیا حتی کہ اسی دوران ایک بڑی عالیشان کوٹھی کے مالک نے ہمیں اپنی کوٹھی میں بغیر کرائے کے رہنے کی فرمائش کر دی جس پر ہم خوش ہی نہیں بلکہ حیران بھی ہوئے اور ہمارے اصرار پر مالک نے بتایا کہ اس کوٹھی پر جنوں کا قبضہ ہے۔ ہم نے پوچھا اس کی کیا دلیل ہے؟ تو اس نے کہا کہ رات کے وقت اس کے فلاں فلاں کمروں کے روشندانوں سے عجیب و غریب آوازیں اور کھڑ کھڑاہٹ سنائی دیتی ہے لیکن وہاں کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی......!

ہم نے کہا کہ صرف انہی کمروں کی چابیاں ہمیں دے دیں۔ پھر ہم وہاں شفٹ ہو گئے۔ پہلی رات تو ہم بھی ڈر گئے کہ واقعی جس کمرے میں ہم سوئے تھے، وہاں ساری رات کوئی جن روشن دانوں کو کھڑ کھڑاتا رہا ہے۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی ہمیں اسی طرح محسوس ہوا حتی کہ ہم نے ان کمروں کے روشن دانوں کا اچھی طرح جائزہ لے کر انہیں مضبوطی سے بند کر دیا اور اس کے بعد وہاں کوئی آواز یا کھڑ کھڑاہٹ پھر ہمیں محسوس نہ ہوئی اور ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ روشندان ہی کچھ اس انداز سے فٹ کیے گئے تھے کہ ہوا چلنے سے ان میں کھڑ کھڑاہٹ ہوتی تھی اور رات کے وقت یہ آواز بڑی بھیانک محسوس ہوتی ہے جسے ان لوگوں نے جنوں کی آوازیں سمجھ کر مشہور کر دیا کہ یہاں جنوں کا قبضہ ہے جبکہ فی الواقع وہاں جنوں کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔

لیکن اگر یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ کسی گھر میں جنوں کا قبضہ ہے اور یہ کوئی وہم وگمان یا خیال ہی نہ ہو بلکہ فی الحقیقت وہاں رہنے والوں کو جن تنگ کرتے ہوں تو وہاں سے جنوں کے نکالنے کے لیے درج ذیل طریقے اختیار کریں:

۱)......اگر جنات سانپوں کی شکل میں دکھائی دیتے ہوں تو سانپ دیکھ کر انہیں تین دن تک تین تین مرتبہ با آوازِ بلند اس طرح مخاطب کریں: ''اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہوئے اس گھر سے نکل

جاؤ''۔ اگر تین دن کے بعد بھی وہاں کوئی سانپ نظر آئے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

۲)......اگر جنات سانپ کے علاوہ کسی اور جانور یا انسان وغیرہ کی شکل میں آ کر ڈراتے اور اذیت پہنچانے کی کوشش کرتے ہوں تو انہیں بھی تین دن یہی کہیں کہ وہ یہ گھر چھوڑ کر چلے جائیں، ورنہ ان کے ساتھ سختی کی جائے گی۔

۳)......اس کے ساتھ اس گھر میں تین، پانچ یا سات دنوں تک مسلسل سورۃ البقرہ کی تلاوت کریں یا اس سورت پر مشتمل کیسٹ اونچی آواز سے چلاتے رہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''جن اس گھر سے دور بھاگ جاتا ہے جہاں سورۃ البقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے''۔ (۱)

۴)......نیز ایک روایت میں ہے کہ ''جس گھر میں تین دن تک مسلسل سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھی جائیں تو شیطان اس (گھر) کے قریب بھی نہیں آتا۔ (۲)

۵)......سارے گھر کی اچھی طرح پانی سے صفائی کریں اور تمام غیر شرعی اور فضول چیزیں مثلاً تصاویر، ٹی وی، وی سی آر، گانوں کی کیسٹیں اور فلمیں وغیرہ نکال کر ضائع کر دیں۔ پھر کسی بڑے برتن میں صاف پانی لے کر اس میں خوشبو وعطریات ملائیں اور اس پر مکمل سورۂ بقرہ پڑھ کر گھر کے چاروں اطراف میں اس پانی کا چھڑکاؤ کر دیں۔ ان شاء اللہ جنات بھاگ جائیں گے۔ یہ تجرباتی اور آزمودہ نسخہ ہے۔

اس کے علاوہ اور بہت سے طریقے لوگوں نے اختیار کر رکھے ہیں لیکن ان میں سے زیادہ تر محل نظر ہیں مثلاً کسی عامل سے نوکیلے کیلوں پر دم کروا کر انہیں گھر کے دروازوں پر ٹھونک دیا جاتا ہے۔ یا مختلف نقش بنا کر لٹکا دیئے جاتے ہیں۔ یا بعض چیزوں کے بارے میں فرض کر لیا جاتا ہے کہ یہ جنات بھگانے میں مددگار ہیں حالانکہ ان چیزوں میں ایسی کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔ لہٰذا ایسی تمام چیزوں سے گریز کریں۔

رہائشی جگہ سے جنات بھگانے کے لیے پیشگی تحفظات

اس کے علاوہ کچھ مزید تحفظات بھی مدنظر رکھیے مثلاً:

۱)......جب کوئی نیا مکان خریدیں تو وہاں رہائش سے پہلے یا رہائش کے فوراً بعد سورۃ البقرہ کی تین دن تک

---

(۱) مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب ۲۹، حدیث ۸۰۔ ترمذی، ح ۲۸۷۷۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی مروی ہے کہ جہاں سورت بقرہ پڑھی جائے وہاں سے شیاطین بھاگ جاتے ہیں۔ دیکھیے: دارمی، ج ٦ ص ٤٤٧۔

(۲) حاکم، ج ٤ ص ٢٤٠۔ امام حاکمؒ اور حافظ ذہبیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

مسلسل تلاوت کر لیں۔

۲)......اگر کسی جگہ جنات کا قبضہ ہو بھی تو وہاں رہنے والے تمام افراد صبح وشام کے اذکار، جنات سے بچاؤ کے وظائف، آیۃ الکرسی اور معوذات وغیرہ کا ورد کرنے میں سستی نہ کریں۔

۳)......مذکورہ بالا نسخہ پر عمل کرنے سے بڑے سے بڑا جن بھی بھاگ جاتا ہے لیکن ایسی جگہ رہائش رکھنے میں اگر نفسیاتی طور پر پریشانی اور طبیعت میں ناگواری ہو تو اس جگہ کو تبدیل کر لینا چاہیے۔ (۱)

سوتے میں ڈرنے والے کا علاج

بعض اوقات آدمی سوتے ہوئے اچانک ڈر جاتا ہے اور پھر جاگنے کے بعد اس پر عجیب وغریب وحشت طاری ہو جاتی ہے۔ دل گھبرا رہا ہوتا ہے اور جسم سے بسا اوقات پسینے چھوٹ رہے ہوتے ہیں۔ اس طرح کی کیفیت عموماً تین وجوہات کی بنا پر ہوتی ہے:

۱۔ بعض اوقات انسان کوئی ڈراؤنا اور شیطانی خواب دیکھتا ہے جس کی وجہ سے اس پر اس قدر وحشت اور خوف طاری ہو جاتا ہے کہ وہ چیخیں مارتا ہوا اٹھ بیٹھتا ہے، حالانکہ یہ صرف شیطانی خواب ہوتا ہے جس کی خواب سے بڑھ کر کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ کیونکہ احادیث کے مطابق خواب تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) سچے خواب (۲) شیطانی خواب (۳) اور پراگندہ خیالات پر مشتمل خواب۔ (۲)

اگر شیطانی خواب آئے تو تین مرتبہ بائیں جانب تھوکیے اور تین مرتبہ تعوذ پڑھیے اور پہلو بدل کر لیٹ جائیے۔ اللہ کی توفیق سے وہ خواب کوئی نقصان نہیں دے گا، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ (۳)

اور اگر باوضو ہو کر دو نفل ادا کر لیے جائیں تو بہت ہی اچھا ہے، جیسا کہ بعض احادیث میں مذکور ہے۔ (٤)

۲۔ بعض اوقات انسان کو کوئی جسمانی تکلیف لاحق ہوتی ہے اور سوتے وقت اس تکلیف کا اثر بڑھ جاتا ہے

---

(۱) امام بخاریؒ نے اپنی 'صحیح' میں کتاب الطب کے تحت جو یہ عنوان قائم کیا ہے: بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنْ أَرْضٍ لَا تُلَائِمُهُ. ''اس چیز کا بیان کہ کوئی شخص ایسی جگہ چھوڑ سکتا ہے جو اسے موافق نہ ہو' اور اس کے تحت جس حدیث سے غیر موافق جگہ بدلنے کے مسئلہ پر استدلال کیا ہے، اس سے بھی ہماری اس رائے و تجویز کی تائید ہوتی ہے۔

(۲) بخاری، کتاب التعبیر، باب القید فی المنام، ح۷۰۱۷۔ مسلم، ح۲۲٦۳۔

(۳) دیکھیے: مسلم، کتاب الرؤیا، ح۲۲٦۱۔ ابوداؤد، ح۵۰۲۲۔ ابن ماجہ، ح۳۹۰۸۔

(٤) مثلاً دیکھیے: بخاری، ح ۱۱۵٤۔

مثلاً سانس اور دل کی تکلیف میں عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ سوتے ہوئے عمل تنفس میں رکاوٹ پیدا ہونے لگتی ہے یا اپنا ہی ہاتھ دل پر آ جاتا ہے یا پہلو تبدیل کرنے کی وجہ سے دل پر دباؤ بڑھ جاتا ہے، تو ایسی تمام صورتوں میں جب گھٹن بڑھتی ہے تو انسان تکلیف کی وجہ سے گھبرا کر اچانک اٹھ جاتا ہے۔ اگر کوئی ایسا معاملہ ہو تو پھر ایسی صورت میں ڈاکٹر سے علاج کے لئے رجوع کرنا چاہیے۔

۳۔ بعض اوقات کوئی جن اور شیطان انسان کو ڈراتا ہے اور حالتِ نیند میں اس پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لیے ایسی صورت میں اول تو سوتے وقت کے مسنون اعمال ہرگز نہ بھولیے۔ یعنی بستر پر لیٹنے سے پہلے اسے جھاڑ لیں کہ کوئی زہریلی چیز نہ ہو۔ پھر تین مرتبہ یہ عمل کریں کہ سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر ہاتھوں میں پھونک مار کر سارے جسم پر مل لیں۔ اس کے علاوہ آیۃ الکرسی اور سونے کی دیگر دعائیں پڑھیے مثلاً:

" اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی " (یا اللہ! میں تیرے ہی نام کے ساتھ سوتا اور تیرے ہی نام کے ساتھ بیدار ہوتا ہوں)(۱)

اور پھر مطمئن ہو کر سو جائیں۔ بعض اوقات آدمی لیٹ کر یہ اذکار کرتا ہے اور نیند کے غلبہ کی وجہ سے اذکار پورے ہونے سے پہلے ہی نیند غالب آ جاتی ہے اور اس کوتاہی سے شیطان فائدہ اٹھا لیتا ہے۔ اس لیے کوشش کریں کہ سونے سے پہلے بیٹھ کر اذکار پڑھ لیں، پھر دائیں کروٹ ہو کر سو جائیں۔ اس کے باوجود اگر کبھی شیطانی حملہ ہو یا گھبراہٹ طاری ہو تو آیۃ الکرسی اور یہ دعا پڑھ لیں:

" اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ "

''میں اللہ تعالیٰ سے اس کے مکمل کلمات کے ساتھ اس کے غصہ، عذاب، اس کے بندوں کے شر، شیطانوں کے حملے اور ان کے (تکلیف پہنچانے کے لیے) حاضر ہونے سے پناہ مانگتا ہوں''۔



(۱) بخاری، ح ۶۳۱۲۔ واضح رہے کہ آنحضرتؐ نے نیند میں گھبراہٹ اور وحشت طاری کا یہی (مذکورہ بالا) علاج بیان کیا ہے، دیکھیے: احمد، ج ۴ ص ۵۷۔ ج ۲ ص ۱۸۱۔ ابوداؤد، ح ۳۸۹۳۔ حاکم، ج ۱ ص ۵۴۸۔ مؤطا، ح ۷۲۴۔

باب ۱۰

نظر بد کی حقیقت اور اس کے روحانی علاج کا بیان

بعض اوقات ایک انسان کو دوسرے انسان کی بری نظر لگ جاتی ہے جس کی وجہ سے نظر بد کا شکار شخص متاثر (مریض) ہو جاتا ہے۔ اگر یہ نظر بد اس کے بدن کو لگی ہو تو وہ جسمانی طور پر مرض کا شکار ہوتا ہے اور اگر یہ نظر اس کے کاروبار کو لگی ہے، تو کاروبار میں نقصان ہونے لگتا ہے۔ جسم اور کاروبار ہی نہیں بلکہ انسان کی کسی بھی اچھی چیز کو حاسد شخص کی نظر بد لگ سکتی ہے، اور حاسد شخص ہی نہیں بلکہ محبت کی بھی نظر لگ سکتی ہے۔

نظر بد اور قرآن مجید

قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے اہل علم نے نظر بد کے بارے میں استدلال کیا ہے:

(۱) : ﴿ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ وَمَا اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ [سورة يوسف: ٦٧]

''[حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے جب وہ مصر جا رہے تھے، کہا] اے میرے بیٹو! ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔ اور میں اللہ کے مقابلے میں کسی چیز میں بھی تمہاری کفایت نہیں کر سکتا، حکم تو بس اللہ ہی کا چلتا ہے، اسی پر میں میرا بھروسہ ہے اور اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے''۔

حافظ ابن کثیرؒ سورۂ یوسف کی ان آیات (۶۷، ۶۸) کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے بنیامین اور باقی بیٹوں کو مصر جانے کی اجازت دی تو انہیں تلقین کی کہ سب کے سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، محمد بن کعب رضی اللہ عنہ، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور سدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے بقول اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اس بات سے خائف

تھے کہ کہیں ان کے بیٹے نظر بد کا شکار نہ ہو جائیں کیونکہ نظر لگنا ثابت ہے حتی کہ نظر بد کی وجہ سے گھڑ سوار گھوڑے سے گر جاتا ہے"۔ (۱)

(۲) : ﴿ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴾ [سورة الفلق:٥]

"(کہہ دیجیے کہ میں پناہ مانگتا ہوں) حسد کرنے والے کی برائی سے، جب وہ حسد کرے۔"

اس آیت سے بھی بعض اہل علم نے یہ مراد لیا ہے کہ حسد کرنے والے سے دوسرے شخص کو غیر محسوس شکل میں جو نقصان پہنچتا ہے، وہ نظر بد ہی کا نتیجہ ہے۔

نظر بد اور اَحادیث

نظر بد کے ثبوت کے لیے آئندہ سطور میں چند صحیح اَحادیث درج کی جا رہی ہیں:

۱)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْعَيْنُ حَقٌّ ......)) "نظر بد لگ جانا برحق ہے"۔ (۲)

۲)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "نظر بد، برحق ہے۔ اگر تقدیر سے کوئی چیز سبقت لے جا سکتی ہے تو وہ نظر بد ہے اور جب تم میں سے کسی شخص سے غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے (تا کہ اس کے غسل کا پانی اس شخص پر ڈالا جائے جسے اس کی نظر لگی ہے) تو وہ غسل کرے"۔ (۳) [یہ غسل نظر بد کے توڑ کا ایک طریقہ علاج ہے، اسکی تفصیل آگے آ رہی ہے]

۳)......ایک حدیث میں ہے کہ "نظر بد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو کیونکہ نظر بد اثر کر جاتی ہے"۔ (٤)

۴)......ایک اور حدیث میں ہے کہ "نظر بد انسانوں پر اثر انداز ہوتی ہے حتی کہ اگر کوئی اونچی جگہ (پہاڑ یا چھت وغیرہ) پر کھڑا ہو تو نظر بد کی وجہ سے نیچے گر سکتا ہے"۔ (٥)

٥)......حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاں ایک لڑکی دیکھی جس

(۱) تفسیر ابن کثیر، ج۲ ص۷٤۹۔
(۲) بخاری، کتاب الطب، باب العين حق، ح۵۷٤۰۔
(۳) مسلم، کتاب السلام، باب الطب و المرض و الرقى، ح۲۱۸۸۔
(٤) السلسلة الصحيحة، للألبانی، ح۷۳۷۔ ابن ماجه، ح۳۵۰۸۔ صحيح الجامع الصغير، للألبانی، ح۹۳۸۔
(٥) السلسلة الصحيحة، ح۸۸۹۔

کے چہرے پر کالا (یا زرد) نشان تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ نظرِ بد کا شکار ہوئی ہے، اس پر دم کرو۔'' [۱]

نظرِ بد کا انکار ممکن نہیں!

بعض لوگوں نے نظرِ بد کی بری تاثیر کا اس لیے انکار کیا ہے کہ اس کی کوئی سائنٹفک یا عقلی توجیہ ان کی سمجھ میں نہیں آ سکی۔ یہ رویہ درست نہیں، اس لیے کہ اگر کوئی بات قرآن وحدیث سے ثابت ہو جائے تو اس کا محض اس بنیاد پر انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے اَسباب ووجوہات اور عقلی وسائنسی توجیہات ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔ ہو سکتا ہے اس کے یہ مادی اَسباب بھی کسی وقت ظاہر ہو ہی جائیں اور ان کی تحقیقات کی ضرورت واہمیت سے بھی انکار نہیں، لیکن یہ واضح رہے کہ قرآن وحدیث کی باتیں ان تحقیقات کی محتاج نہیں اور نہ ہی قرآن وحدیث پر ہمارا ایمان ان چیزوں کے ساتھ معلق رہنا چاہیے۔

نیک اور محبت کرنے والے کی نظر بھی لگ سکتی ہے

یہ بات بھی یاد رکھیں کہ کسی نیک اور محبت کرنے والے شخص کی بھی نظرِ بد لگ سکتی ہے خواہ اس کے ذہن میں دوسرے شخص کے بارے میں کوئی غلط یا قابلِ حسد خیال پیدا نہ ہوا ہو۔ حتیٰ کہ بچے کو خود اپنے ماں باپ کی نظر بھی لگ جاتی ہے۔ اسی طرح کسی خوبصورت چیز کو دیکھ کر اس کی خوبصورتی پر عش عش کر اٹھنے پر بھی نظرِ بد لگ جاتی ہے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ کی عمومی تعلیمات سے یہ بات ثابت ہے کہ جب کسی شخص میں کوئی اچھی چیز نظر آئے تو اسے دیکھ کر برکت کی دعا کی جائے مثلاً یہ کلمات کہے جائیں:

(۱) مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه

(۲) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم

(۳) بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ

(٤) اَللّٰهُ زِدْ فَزِدْ

(۵) مَبْرُوكًا...... وغیرہ وغیرہ۔

علاوہ ازیں اردو یا پنجابی یا کسی بھی مادری ومقامی زبان میں برکت کی دعا کی جا سکتی ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ العین: ح ۵۷۳۹۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، ح ۲۱۹۷۔

نظر بد سے بچاؤ کے طریقے

جس طرح نظر بد مختلف طریقوں سے اثر انداز ہوتی ہے، اس طرح اس کا توڑ بھی مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ آئندہ سطور میں نظر بد سے حفاظت اور اس کے علاج کے مختلف طریقے درج کیے جاتے ہیں:

(۱)......نظر بد سے بچاؤ کے لیے پیشگی تحفظ

نظر بد سے بچاؤ کے لیے ضروری نہیں کہ آپ ہی دوسروں کی نظر سے بچنے کا اہتمام کریں، بلکہ آپ کو یہ اہتمام بھی کرنا چاہیے کہ کوئی آپ کی نظر کا شکار بھی نہ ہو۔ اس لیے اس سلسلہ میں دو صورتیں پیش نظر ہیں:

۱)......آپ کی نظر دوسروں کو نہ لگے

پہلی صورت یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان شخص جب دوسرے مسلمان بھائی کی کوئی اچھی چیز یا حسن و جمال وغیرہ دیکھے تو اس کے لیے برکت کی دعا کرے اور حاسدانہ رویے سے اجتناب کرے۔ قرآن مجید کی سورۂ کہف میں دو آدمیوں کا ایک قصہ مذکور ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کے پاس دو عمدہ اور پھلدار باغ تھے مگر وہ ظالم، متکبر اور اللہ تعالیٰ کے انعامات پر شکر کی بجائے کفر کرنے والا تھا جب کہ دوسرا آدمی جو صاحبِ ایمان تھا، اسے کہا کرتا تھا کہ اپنے باغ دیکھ کر فخر و غرور کی بجائے مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھا کرو مگر اس نے ان دعائیہ کلمات کی بجائے اپنی معاندانہ روش کو جاری رکھا جس کی وجہ سے بالآخر اللہ تعالیٰ نے آسمانی عذاب کے ذریعے اس کے دونوں باغوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا ڈالا۔[۱]

اس واقعہ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ

((وَلِهٰذَا قَالَ بَعْضُ السَّلَفِ مَنْ اَعْجَبَهُ شَيْءٌ مِّنْ حَالِهٖ اَوْ مَالِهٖ اَوْ وَلَدِهٖ فَلْيَقُلْ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَهٰذَا مَاْخُوْذٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ الْكَرِيْمَةِ))[۲]

''اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے بعض ائمہ سلف نے بیان کیا ہے کہ جب کسی شخص کو اپنی صورت حال، مال و دولت یا اولاد وغیرہ کو دیکھ کر خوشی محسوس ہو تو اس وقت اسے مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے، اللہ کی قوت و طاقت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا) پڑھنا چاہیے۔ اور یہ دعا

---

(۱) دیکھیے: سورۃ الکہف، آیات ۳۲ تا ۴۴۔

(۲) تفسیر ابن کثیر، ج۳ص ۱۳۷۔

اسی آیت سے ماخوذ ہے۔"

اسی طرح بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کا جسم دیکھ کر ان کی تعریف کی تو حضرت سہل کو ان کی نظر لگ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر رضی اللہ عنہ کو ڈانٹتے ہوئے کہا: اَلَا بَرَّکْتَ......؟ "تو نے اس کا جسم دیکھ کر برکت کی دعا کیوں نہیں کی؟ تجھے علم نہیں کہ نظر بد حق ہے!"؟[1]

اس سے معلوم ہوا کہ کسی اچھی چیز کو دیکھ کر برکت کی دعا کرنی چاہیے تا کہ نظر بد کا اثر ہی نہ ہو سکے۔ اور یہ برکت کی دعا اس طرح کرنی چاہیے: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ یا اردو میں یہ کہنا چاہیے: "اللہ تعالیٰ تجھے اور زیادہ برکت دے"۔ یا کسی بھی زبان میں برکت کی دعا کی جا سکتی ہے۔ اس کی مزید تفصیل آگے آ رہی ہے۔

۲)......دوسروں کی نظر آپ کو نہ لگے

دوسری صورت یہ ہے کہ جس شخص کو اپنی کسی اچھی چیز (خوبصورتی) مال و دولت کی کثرت، کاروبار کی ترقی اور وسعت، اولاد کی کثرت و برکت وغیرہ کے بارے میں نظر بد کا خدشہ ہو تو اسے درج ذیل وظائف بکثرت پڑھتے رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر کرنا چاہیے:

(۱) : مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

"جو اللہ چاہے، اللہ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کیا جا سکتا"۔

(۲) : لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

"اللہ بلند و عظمت والے کے حکم کے بغیر نہ کچھ کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی (شر) سے بچا جا سکتا ہے"۔

(۳) : اَللّٰهُ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ[2]

"یا اللہ! ہمیں اس چیز میں برکت دے اور اسے اور بڑھا دے"۔

(٤) : اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ هَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ[3]

"میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ (اس کی) پناہ طلب کرتا ہوں ہر شیطان، موذی چیز اور نقصان

(۱) شرح السنہ، کتاب الطب، ح ٣٢٤٥۔ صحیح الجامع الصغیر، ح ٤٠٢٠۔

(۲) یاد رہے کہ یہ تینوں دعائیں قرآن و سنت کے مجموعی و عمومی دلائل سے ثابت ہیں۔

(۳) بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، ح ٣٣٧١۔

پہنچانے والی بری نظر سے"۔

(۵) : اپنے اوپر مذکورہ بالا دم (یعنی دم نمبر۴) کریں۔ اگر کسی پر دم کرنا ہو تو اس دم کا پہلا لفظ اس طرح پڑھیں: أُعِيـــذُكَ باقی دم اسی طرح ہے، البتہ مونث کے لیے 'ک' پر زبر نہیں بلکہ زیر پڑھی جائے گی یعنی: أُعِيذُكِ۔[۱]

(٦) : ((بِسْمِ اللّٰهِ)) تین مرتبہ، (بسم اللہ پڑھیں) اس کے بعد سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

((اَعُوذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ))[۲]

"میں اللہ تعالیٰ کی عزت وقدرت کے ساتھ ان تمام چیزوں کے شر سے (اللہ کی) پناہ طلب کرتا ہوں جنہیں میں محسوس کرتا ہوں اور جن سے میں ڈرتا ہوں"۔

نبی کریم ﷺ نے یہ دم اپنے ایک صحابی حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو سکھایا تھا کیونکہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے جسم میں شدید درد ہوا کرتی تھی، سنن ابی داؤد کی حدیث (۳۸۹۱) میں یہ بھی ہے کہ یہ صحابی (یعنی حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ "اس دم سے میری درد بالکل ختم ہو گئی"۔

(۷) اگر آپ کو کسی کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ یہ آپ سے حسد رکھتا ہے تو ایسی صورت میں اسے وعظ نصیحت کریں، اسے تحفے تحائف وغیرہ دے کر اپنے سے خوش رکھنے کی کوشش کریں لیکن اگر اس کی حاسدانہ روش میں تبدیلی نہ آئے تو اس سے پریشان ہرگز نہ ہوں بلکہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کرتے رہیں، اگر پھر بھی وہ نہ سمجھے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں۔ بعض اہل علم ایسے شخص کو قید میں ڈالنے یا لوگوں سے الگ تھلگ رکھنے کا مشورہ دیتے ہیں، تاوقتیکہ اس کے حاسدانہ جذبات ختم ہو جائیں اور لوگوں کو اس سے نقصان نہ پہنچے۔[۳]

(۸) کوشش کریں کہ اپنے محاسن، خوبیاں اور اہم معاملات لوگوں سے مخفی رکھیں، بالخصوص اگر کوئی بڑا اور اہم کام کر رہے ہوں تو دوسروں کو اس سے مطلع کرنے سے گریز کریں، تاوقتیکہ آپ اس میں

(۱) بخاری، ایضاً۔

(۲) مسلم، کتاب السلام، باب استحباب وضع یده موضه الالم، ح۲۲۰۲۔

(۳) زاد المعاد، ج٤ ص ١٦٨۔

کامیاب ہو جائیں۔اس لیے کہ آپ کے جاننے والوں میں ہر طرح کے لوگ موجود ہوتے ہیں، محبت رکھنے والے بھی اور حسد کرنے والے بھی۔

(۹) وقتاً فوقتاً صدقہ وخیرات بھی کرتے رہیں۔[۱]

نظر بد سے بچاؤ کے غیر اسلامی طریقے

بعض لوگ نظر بد سے بچاؤ کے لیے مکان کی دیواریں کالی کر لیتے ہیں یا چھت پر ہنڈیاں رکھ دیتے ہیں یا جانوروں کے گلے میں جوتیاں لٹکا دیتے ہیں یا بچوں کو سیاہ دھاگے اور ڈورے یا کڑے اور چھلے وغیرہ ڈال دیتے ہیں۔بعض لوگ اپنی سواری (کار،بس،وغیرہ) کے ساتھ جوتا یا سیاہ کپڑا وغیرہ باندھ لیتے ہیں حالانکہ یہ تمام صورتیں خود ساختہ اور فضول ہیں۔لہٰذا ان صورتوں کو پیشگی تحفظات کے لیے مد نظر رکھنے کی بجائے گزشتہ بالا ذکر کی گئی ان آٹھ صورتوں پر عمل کریں جو اسلامی دائرے میں داخل ہیں۔

(۲)......نظر بد لگ جانے کے بعد علاج کے مختلف طریقے

پہلا طریقہ

بعض اوقات واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں شخص کی نظر لگی ہے۔ایسی صورت میں اس شخص سے کسی برتن میں وضو یا غسل اس طرح کروایا جائے کہ اس کا استعمال شدہ پانی اسی برتن میں دوبارہ جمع ہو جائے یا دو برتن لے کر ایک سے پانی انڈیلا جائے اور دوسرے برتن میں وہ استعمال شدہ پانی جمع کر لیا جائے اور پھر اس جمع شدہ پانی کو لے کر مریض پر چھڑک دیں یا مریض کی پشت پر بہا دیں یا مریض کو اسی پانی سے غسل کروا دیں۔

درج بالا طریقے کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے غسل کے لیے اپنے جسم سے قمیص اتاری تو دوسرے صحابی حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے ان کا جسم دیکھتے ہوئے کہا کہ بخدا میں نے آج تک اتنی خوبصورت جلد کسی کنواری لڑکی کی بھی نہیں دیکھی۔(ان کا یہ کہنا تھا کہ) حضرت سہل رضی اللہ عنہ کو دورا پڑا اور وہ زمین پر جا گرے۔دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس واقعہ کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) اس طرح کی بعض صورتیں حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب: بدائع الفوائد، ج ۲ ص ۲۳۸ تا ۲۴۵ میں ذکر کی ہیں۔

تک پہنچائی اور آپ سے کہا کہ سہل رضی اللہ عنہ کی تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ وہ اپنا سر بھی اوپر نہیں اٹھا سکتے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تمہیں اس بارے میں کسی کی نظر بد کا شک تو نہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہمیں عامر ہی پر شک ہے کہ انہی کی بات سے سہل رضی اللہ عنہ کی یہ حالت ہوئی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے عامر کو بلوایا اور انہیں ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو قتل کرنے کے درپے کیوں ہو جاتا ہے؟ تم نے اس کی خوبصورتی دیکھ کر برکت کی دعا کیوں نہ پڑھی؟ چلو اس کے لیے غسل کرو۔ چنانچہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے، پاؤں، ازار بند کے اندرونی حصے، ایک ٹب میں دھوئے پھر اس جمع شدہ پانی کو حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے اوپر بہا دیا گیا۔ اور اس کے بعد حضرت سہل رضی اللہ عنہ اس طرح شفایاب ہو گئے کہ گویا انہیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((إِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ تَوَضَّأْ لَهُ)) (۲)

"نظر بد، برحق ہے لہٰذا سہل رضی اللہ عنہ کے لیے وضو کرو"۔ (پھر اس وضو کا جمع شدہ پانی حضرت سہل رضی اللہ عنہ پر بہا دیا گیا)

ایک روایت میں ہے کہ "جس شخص کی نظر بد لگی ہو اور اس سے غسل کا مطالبہ کیا جائے تو وہ غسل کرے۔ (تاکہ اس غسل سے حاصل ہونے والے پانی سے مریض کو غسل یا وضو کرایا جا سکے) (۳)

امام محمد بن شہاب زہریؒ نے اپنے دور کے علماءِ تابعینؒ کے حوالے سے نظر بد کے علاج کے لیے غسل مسنون کا ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ پھر اس پانی کو مریض شخص کے سر کے پچھلی جانب سے اس پر بہا دیا جائے تو وہ مریض تندرست ہو جائے گا۔ (۴)

مذکورہ بالا تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ نظر بد کے علاج کے لئے اس شخص سے کہ جس کی نظر لگی ہے، وضو یا غسل یا بیک وقت غسل اور وضو دونوں کروا کر اس کا پانی ضائع ہونے سے بچا لیا جائے اور اسی پانی کو اللہ کا

(۱) شرح السنه، کتاب الطب والرقى، باب ما رخصى فيه من الرقى، ح٣٢٤٥-١٢-١٦٤۔
(۲) مؤطا، کتاب العين، باب الوضوء من العين، ١-٢۔
(۳) مسلم، کتاب السلام، باب الطب و المرض والرقى، ح٢١٨٨۔
(۴) السنن الکبرٰی، للبیهقی، ج٩ ص ٢٥٢۔

نام لے کر نظر بد سے متاثر مریض پر بہا دیں یا مریض کو اس پانی سے وضو یا غسل کروا دیں یا بعض اَوقات صرف چند چھینٹے ہی مار دیئے جائیں تو ان تمام صورتوں کی ان روایات ہی سے گنجائش نکلتی ہے اور اس طریقہ علاج سے نظر بد کا شکار مریض اللہ کی توفیق سے شفایاب ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ!

دوسرا طریقہ

اللہ کے رسول ﷺ نے نظر بد کے مریض کا علاج کرنے کے لیے اس پر دم کرنے کا حکم دیا ہے[1]۔

اس لیے اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ جس شخص کی نظر لگی ہے، اس کے بارے میں علم نہ ہو تو پھر اس مریض پر دم کریں اور یاد رہے کہ کوئی شرکیہ دم ہرگز نہ کریں بلکہ قرآن وسنت سے ثابت شدہ دم کا اہتمام کریں۔ لیکن اگر کوئی ایسا دم جو من وعن قرآن وسنت میں مذکور نہ ہو اور نہ ہی اس میں کفر وشرک کا شائبہ ہو تو وہ دم بھی کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام ؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ہم دورِ جاہلیت میں مختلف قسم کے دم کیا کرتے تھے، آپ ﷺ ان کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقٰى مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ شِرْكٌ))

''تم اپنے دم پیش کرو جو کوئی ان میں سے شرک سے پاک ہے، اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں''[2]

تیسرا طریقہ

حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب 'زاد المعاد' کی جلد چہارم میں نظر بد کے حوالے سے بڑی عمدہ اور تفصیلی بحث سپردِ قلم فرمائی ہے۔ علاوہ اَزیں انہوں نے اپنے تجربات پر مشتمل کچھ ایسے وظائف بھی بیان کئے ہیں جن کی مدد سے نظر بد کا توڑ کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ وظائف، نظر بد کا مریض خود پڑھے۔ ان مجرب وظائف سے استفادہ کے لیے انہیں ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

(۱) ((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ))

(۲) ((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ هَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ))

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الطب، باب رقیہ العین، ح۵۷۳۹۔ مسلم، کتاب السلام، ح۲۱۹۵۔ ح۱۲۹۷۔

(۲) مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ من العین، ح۲۲۰۰۔

(۳) ((اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ))

(۴) ((اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَحْضُرُوْنِ))

(۵) ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَاْثَمَ وَالْمَغْرَمَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ))

(۶) ((اَعُوذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ لَا شَيْءَ اَعْظَمُ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ وَاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ وَمِنْ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ لَّا اُطِيْقُ شَرَّهُ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ))

(۷) ((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ))

(۸) ((تَحَصَّنْتُ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلٰهِيْ وَاِلٰهُ كُلِّ شَيْءٍ وَاعْتَصَمْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَاسْتَدْفَعْتُ الشَّرَّ بِلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ حَسْبِيَ الرَّبُّ مِنَ الْعِبَادِ حَسْبِيَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوْقِ حَسْبِيَ الرَّزَّاقُ مِنَ الْمَرْزُوْقِ حَسْبِيَ اللّٰهُ هُوَ حَسْبِيْ، حَسْبِيَ الَّذِيْ بِيَدِهِ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ، حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى، سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا، لَيْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ مَرْمٰى، حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ))[۱]

(۱) زادالمعاد، ج ۴ ص ۱۵۵۔

یاد رہے کہ مذکورہ بالا وظائف میں نظر بد وغیرہ سے بچاؤ اور توڑ کے لیے اللہ ہی سے پناہ اور مدد طلب کی گئی ہے۔ان وظائف میں کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن وسنت اور عقیدہ توحید کے منافی ہو، اس لیے ان کے ترجمے کی ہم ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ دم کے لیے انہیں عربی ہی میں پڑھا جائے۔

چوتھا طریقہ

آنحضرت ﷺ نظر بد اور دیگر امراض کے لیے چند مخصوص دم کیا کرتے تھے اور سچی بات ہے کہ ان میں بے انتہا تاثیر مخفی ہے، لہٰذا انہیں یاد کر کے ایسے مریضوں پر ضرور آزمائیں جنہیں جلد شفا نہ ہو رہی ہو۔ یہ دم باحوالہ ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں:

(۱) : ((اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْھِبَ الْبَاْسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ لَا يُغَادِرُ سَقَمًا))[1]

''اے اللہ! لوگوں کے رب! بیماری دور کرنے والے! تو شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شافی نہیں، ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کا نام ونشان تک نہ چھوڑے''۔

(۲) : ((اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاْسَ وَاشْفِهٖ وَاَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا))[2]

''اے اللہ! لوگوں کے رب! بیماری دور کر دے اور شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شافی نہیں، ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کا نام ونشان تک نہ چھوڑے''۔

(۳) : ((اَمْسِحِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ بِيَدِكَ الشِّفَاءَ لَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا اَنْتَ))[3]

''لوگوں کے رب! بیماری دور فرما دے! تیرے ہی ہاتھ میں شفا ہے، تیرے سوا کوئی بیماری دور کرنے والا نہیں''۔

(٤) : ((بِسْمِ اللّٰهِ)) تین مرتبہ، (بسم اللہ پڑھیں) اس کے بعد سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ))[4]

---

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب رقیة النبی، ح۵۷٤۲۔ مسلم، کتاب السلام، ح۲۱۹۱۔

(۲) صحیح البخاری، ایضاً، ح۵۷٤۳۔

(۳) بخاری، ایضاً، ح۵۷٤٤۔ مسلم، ح۲۱۹۱۔٤۹۔

(٤) مسلم، ح۲۲۰۲۔

''میں اللہ تعالیٰ کی عزت وقدرت کے ساتھ ان تمام چیزوں کے شر سے (اللہ کی) پناہ طلب کرتا ہوں جنہیں میں محسوس کرتا اور جن سے میں ڈرتا ہوں''۔

یہ دم مریض کو سکھا دیں کہ وہ خود ہی اپنے جسم یا متاثرہ حصے پر ہاتھ رکھ کر یہ دم کرلیا کرے۔

(٥) : ((بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا يُشْفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا)) (١)

''اللہ کے نام کے ساتھ، ہماری زمین کی مٹی ہے، ہم میں سے بعض کے تھوک کے ساتھ، کہ ہمارے مریض کو اللہ کے حکم سے شفا مل جائے''۔

اس دم کو اور آگے چھ نمبر دم کو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انگلی پر تھوک کر اسے مٹی پر پھیریں پھر اس مٹی لگی انگلی کو درد یا زخم والی جگہ رکھ کر یہ دم کریں۔ مریض خود بھی یہ عمل کرسکتا ہے۔

(٦) : ((بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا يُشْفَى سَقِيمُنَا)) (٢)

''اللہ کے نام کے ساتھ، ہماری زمین کی مٹی ہے، ہم میں سے بعض کے تھوک کے ساتھ، کہ ہمارے مریض کو (اللہ کے حکم سے) شفا مل جائے''۔

(٧) : سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس، سورۃ الفاتحہ، آیۃ الکرسی، طاق عدد یعنی ایک یا تین یا پانچ یا سات یا نو یا گیارہ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔

(٨) : ((أُعِيذُكَ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ)) (٣)

''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ (اللہ کی) پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان سے، ہر موذی چیز سے اور ہر بدنظر سے''۔

(٩) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب بیمار ہوتے تو حضرت جبریل علیہ السلام، حضور ﷺ پر یہ دم کیا کرتے تھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِي عَيْنٍ))

(١) بخاری، ح ٥٧٤٥۔ مسلم، ح ٢١٩٤۔

(٢) بخاری، ح ٥٧٤٥۔

(٣) بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ١٠، حدیث ٣٣٧١۔ مریض عورت کے لئے أُعِيذُكَ کی بجائے أُعِيذُكِ ---یعنی کَ کے نیچے زیر کے ساتھ--- پڑھیں۔

''اللہ کے نام کے ساتھ، وہ تمہیں صحت دے گا، اور ہر بیماری سے وہ تمہیں شفا دے گا، اور حسد کرنے والا جب حسد کرے تو اس کے حسد سے اور ہر نظر بد کے شر سے بھی تمہیں بچائے گا''۔ (۱)

(۱۰) : ((بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ)) (۲)

''اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ پر دم کرتا ہوں، ہر اس چیز کے مقابلے میں جو آپ کو اذیت پہنچائے، ہر نفس کے شر سے اور حسد کرنے والے کی نظر بد سے اللہ آپ کو شفا دے گا، اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں''۔

(۱۱) : سنن ابن ماجہ میں یہ دم ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ حَسَدِ حَاسِدٍ وَمِنْ عَيْنٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ)) (۳)

''اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ پر دم کرتا ہوں، ہر اس چیز کے مقابلے میں جو آپ کو اذیت پہنچائے، ہر حسد کرنے والے کے حسد سے اور ہر نظر بد سے اللہ آپ کو شفا دے''۔

(۱۲) : حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے گیا تو آپ کو اتنی سخت تکلیف تھی کہ اس کی شدت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر شام کے وقت میں دوبارہ آپ کی عیادت کے لیے گیا تو آپ کو آرام تھا۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! صبح کے وقت جب میں آیا تھا تو آپ کو سخت تکلیف تھی اور اب میں آیا ہوں تو آپ کو بالکل آرام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن صامت! مجھے جبریل نے دم کیا ہے جس کے ساتھ میں تندرست ہو گیا ہوں...... کیا میں تمہیں وہ دم سکھا دوں؟ میں نے کہا: جی ہاں ضرور سکھا دیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دم (جو اوپر ۱۰، اور ۱۱ نمبر میں مذکور ہے) سکھا دیا۔ (٤)

(۱) مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، ح ۲۱۸۵۔
(۲) مسلم، ایضاً، ح ۲۱۸٦۔
(۳) ابن ماجه، کتاب الطب، باب ما يعوذ به من الحمی، ح ۳۵۲۷۔ امام بوصیری فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔
(٤) صحیح مسلم، ح ۲۱۸٦۔ الفتح الربانی، از: احمد عبدالرحمن البناء، ج ۱۷ ص ۱۷۹۔

پانچواں طریقہ

اگر کوئی جانور یا سواری وغیرہ نظر بد کا شکار ہو تو درج ذیل وظیفہ پڑھیں:

((بِسْمِ اللّٰهِ حَبْسٌ حَابِسٌ وَحَجَرٌ يَابِسٌ وَشِهَابٌ قَابِسٌ رَدَدْتُ عَيْنَ الْعَائِنِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيْهِ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيْرٌ))

یہ وظیفہ بھی حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب 'زادالمعاد' میں نقل کیا ہے، اور اس کے فوائد میں ایک دلچسپ واقعہ ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

''ابوعبداللہ ساجی نامی ایک شخص، حج یا جہاد کے لیے اپنی بہترین اونٹنی پر سوار ہو کر نکلا، ان کے قافلے میں ایک ایسا شخص تھا جس کی نظر پُر تاثیر تھی حتی کہ اگر وہ کسی چیز کی طرف دیکھتا تو وہ چیز تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی۔ ابوعبداللہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ اس شخص سے اپنی اونٹنی کو محفوظ رکھیں۔ ابوعبداللہ فرمانے لگے کہ یہ میری اونٹنی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس بدنظر شخص کو کسی نے یہ بات پہنچادی تو وہ موقع تلاش کرنے لگا اور جب اسے موقع ملا کہ ابوعبداللہ کی سوراى کے پاس کوئی نہیں تو وہ شخص آیا اور اونٹنی کو بری نگاہ سے گھورنے لگا۔ حتی کہ اونٹنی تڑپتے تڑپتے زمین پر گر گئی۔ جب ابوعبداللہ آئے تو لوگوں نے بتایا کہ فلاں بدنظر شخص آیا اور اس کے دیکھنے سے اونٹنی کی یہ حالت ہوگئی۔ ابوعبداللہ نے کہا کہ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے۔ لوگوں نے جگہ بتائی اور آپ نے وہاں جا کر مذکورہ بالا دعا پڑھی جس کے نتیجہ میں بدنظر آدمی کی آنکھیں خراب ہوگئیں اور دوسری طرف اونٹنی بالکل تندرست ہوگئی۔''(۱)



(۱) زاد المعاد، ج٤ ص١٦٠۔

باب ۱۱

جسمانی بیماریوں کے روحانی علاج کا بیان

اس باب میں ہم جسمانی بیماریوں کے روحانی علاج سے متعلقہ وہ مسنون اَذکار و وظائف پیش کر رہے ہیں جو صحیح اَحادیث سے ثابت ہیں۔ مارکیٹ میں روحانی علاج سے متعلقہ بہت سی ایسی کتب دستیاب ہیں، جن میں روحانی علاج معالجہ کے وظائف تو ضرور جمع کر کے پیش کر دیے جاتے ہیں مگر ان میں صحت وضعف کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ اور بعض ایسی کتابیں بھی راقم الحروف کی نظر سے گزری ہیں جن میں قرآنی آیات لکھ کر ان کے بارے میں از خود ہی اس طرح کے دعوے کر دیے گئے ہیں کہ یہ آیت اتنی مرتبہ پڑھی جائے تو فلاں مرض سے شفا ہوگی اور فلاں آیت اتنی مرتبہ پڑھی جائے تو فلاں بیماری سے نجات ملے گی۔ یہی دعوے اسمائے حسنیٰ اور مختلف قرآنی سورتوں کے حوالے سے بھی کیے جاتے ہیں حالانکہ ایسے دعوے کرنے والوں سے اگر یہ پوچھا جائے کہ ان کے پاس ان دعووں کا قرآن وحدیث سے کیا ثبوت ہے کہ اس طرح کرنے سے ہمیشہ ایسا ہی ہوگا، تو ان کے پاس اس کا کوئی معقول جواب نہیں ہوتا......؟!

بعض لوگ جواب کے طور پر یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارا یا ہمارے فلاں بزرگ کا مجرب شدہ عمل ہے۔ حالانکہ کوئی شخص اپنے مجرب شدہ عمل کے بارے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ ہر کسی کے لیے اسی طرح مفید ہوگا جس طرح میرے لیے مفید ثابت ہوا۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ ہندو جوگیوں، پنڈتوں، جادوگروں اور غیر اسلامی مذاہب کے روحانی عملیات کرنے والوں کی دیکھا دیکھی ہمارے ہاں بعض مسلمان بھی عامل بننے کے لیے ایسے ایسے وظیفے اور عمل کرتے ہیں کہ جن سے کفر وشرک کی بو آتی ہے، حتیٰ کہ ان وظائف اور عملیات کے نام سے قرآن مجید کی آیات کا بھی حلیہ بگاڑنے کی کوشش کی جاتی ہے، نعوذ باللہ من ذٰلك!

آئندہ سطور میں ہم صحیح احادیث کے حوالہ جات کے ساتھ صرف انہی وظائف کا انتخاب پیش کر رہے ہیں جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا کوئی نہ کوئی واضح ارشاد موجود ہے کہ اس وظیفے سے کیا فائدہ ہوگا اور اس کے کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی وظیفہ ایسا نہیں جس کے لیے کسی مخصوص چلہ کشی کی ضرورت ہو بلکہ چلہ کشی کا ایسا کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے جس کی پابندی بعض عاملوں کے ہاں شد و مد سے

پائی جاتی ہے۔اس سلسلہ میں بعض لوگ نبی کریم ﷺ کے غارِ حرا میں خلوت کی مثال بطور دلیل پیش کرتے ہیں، حالانکہ موجودہ چلہ کشی کی صورتیں (جن میں جنات وشیاطین سے مدد بھی مانگی جاتی ہے) اور غارِ حرا میں حضور نبی کریم ﷺ کا عبادت کے لیے خلوت اختیار کرنا دونوں میں بہت فرق ہے تاہم اس کے باوجود یہ بات واضح رہے کہ نبوت ملنے سے پہلے تو آنحضرت ﷺ عبادت کے لیے خلوت نشینی اختیار کیا کرتے تھے مگر نبوت کے بعد بقیہ تیئس (۲۳) سالوں میں آپؐ نے عبادت کے لیے ایسی کوئی خلوت بھی اختیار نہ کی۔ بلکہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس چیز کو دوسروں کے لیے بھی پسند نہیں کیا۔[۱]

یہ بھی یاد رہے کہ اگر چلہ کشی کی کوئی صورت اسلام میں ہوسکتی ہے تو وہ اعتکاف ہے جو ماہِ رمضان میں کچھ دنوں کے لیے مسجد میں کیا جاتا ہے اور اس کے احکام بالکل واضح ہیں۔

جسمانی بیماریوں کے روحانی علاج کے حوالے سے ایک یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ روحانی طریقۂ علاج یعنی دم منتر وغیرہ کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ان کا طبی علاج چھوڑ بیٹھیں بلکہ طبی علاج کے لیے بھی جس حد تک ممکن ہو ڈاکٹروں حکیموں سے علاج جاری رکھیں۔ روحانی علاج بنیادی طور پر دعا کی قبیل سے ہے یعنی یہ ایک لحاظ سے دعا کی صورت ہوتی ہے کہ دم کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے بیمار کی صحت کے لیے شفا مانگی جاتی ہے جیسا کہ مختلف بیماریوں سے متعلقہ دم وغیرہ کے کلمات کے ترجمے سے بھی یہ پہلو واضح ہوتا ہے، لہٰذا جس طرح دعا کی موجودگی میں جسمانی علاج بند نہیں کردیا جاتا، اسی طرح روحانی علاج کے ساتھ طبی علاج بھی ترک نہیں کرنا چاہیے۔

روحانی مسائل سے متعلقہ بنیادی اور اصولی باتیں ہم گزشتہ صفحات میں چھٹے باب ''روحانی علاج اور اس سے متعلقہ چند اصولی مسائل کا بیان'' کے تحت ذکر کر چکے ہیں، انہیں پھر سے ایک نظر دیکھ لینا مفید ہوگا۔

سانپ، بچھو اور دیگر زہریلی چیزوں کے زہر کا روحانی تریاق

زہریلی چیزوں کے کاٹے پر دم کرنا مسنون ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے زہریلے جانور کے کاٹنے پر دم کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اس کی اجازت فرمائی۔[۲]

---

(۱) دیکھیے: شرح السیر الکبیر، از: امام سرخسی، ج۳، ص ۷۔
(۲) بخاری، کتاب الطب، باب رقیة الحیة والعقرب، ح ۵۷٤۱۔ مسلم، ح ۲۲۰۱۔

پائی جاتی ہے۔اس سلسلہ میں بعض لوگ نبی کریم ﷺ کے غارِ حرا میں خلوت کی مثال بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں، حالانکہ موجودہ چلہ کشی کی صورتیں (جن میں جنات وشیاطین سے مدد بھی مانگی جاتی ہے) اور غارِ حرا میں حضور نبی کریم ﷺ کا عبادت کے لیے خلوت اختیار کرنا دونوں میں بہت فرق ہے تاہم اس کے باوجود یہ بات واضح رہے کہ نبوت ملنے سے پہلے تو آنحضرت ﷺ عبادت کے لیے خلوت نشینی اختیار کیا کرتے تھے مگر نبوت کے بعد بقیہ تیئیس (۲۳) سالوں میں آپؐ نے عبادت کے لیے ایسی کوئی خلوت بھی اختیار نہ کی۔ بلکہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس چیز کو دوسروں کے لیے بھی پسند نہیں کیا۔ (۱)

یہ بھی یاد ہے کہ اگر چلہ کشی کی کوئی صورت اسلام میں ہوسکتی ہے تو وہ اعتکاف ہے جو ماہِ رمضان میں کچھ دنوں کے لیے مسجد میں کیا جاتا ہے اور اس کے احکام بالکل واضح ہیں۔

جسمانی بیماریوں کے روحانی علاج کے حوالے سے ایک یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ روحانی طریقۂ علاج یعنی دم منتر وغیرہ کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ان کا طبی علاج چھوڑ بیٹھیں بلکہ طبی علاج کے لیے بھی جس حد تک ممکن ہو ڈاکٹروں حکیموں سے علاج جاری رکھیں۔روحانی علاج بنیادی طور پر دعا کی قبیل سے ہے یعنی یہ ایک لحاظ سے دعا کی صورت ہوتی ہے کہ دم کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے بیمار کی صحت کے لیے شفا مانگی جاتی ہے جیسا کہ مختلف بیماریوں سے متعلقہ دم وغیرہ کے کلمات کے ترجمے سے بھی یہ پہلو واضح ہوتا ہے،لہٰذا جس طرح دعا کی موجودگی میں جسمانی علاج بند نہیں کر دیا جاتا،اسی طرح روحانی علاج کے ساتھ طبی علاج بھی ترک نہیں کرنا چاہیے۔

روحانی مسائل سے متعلقہ بنیادی اور اصولی باتیں ہم گزشتہ صفحات میں چھٹے باب ''روحانی علاج اور اس سے متعلقہ چند اصولی مسائل کا بیان'' کے تحت ذکر کر چکے ہیں،انہیں پھر سے ایک نظر دیکھ لینا مفید ہوگا۔

سانپ، بچھو اور دیگر زہریلی چیزوں کے زہر کا روحانی تریاق

زہریلی چیزوں کے کاٹے پر دم کرنا مسنون ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے زہریلے جانور کے کاٹنے پر دم کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اس کی اجازت فرمائی۔ (۲)

(۱) دیکھیے: شرح السیر الکبیر، از: امام سرخسی، ج۳، ص ۷۔
(۲) بخاری ،کتاب الطب ، باب رقیۃ الحیۃ والعقرب ،ح ۵۷۴۱۔مسلم،ح ۲۲۰۱۔

آئندہ سطور میں اس سلسلہ کی اہم احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

۱)......زہریلی چیزوں سے پیشگی تحفظ کے لیے درج ذیل دعا پڑھتے رہا کریں:

((اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ))(۱)

''میں تمام مخلوقات کے شر سے بچاؤ کے لیے اللہ تعالیٰ کے کامل تاثیر والے کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں''۔

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ ایک صحابی کو بچھو نے ڈس لیا اور اسے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا کہ ''اگر یہ شخص یہ دعا (مذکورہ بالا) پڑھ لیتا تو بچھو وغیرہ سے محفوظ رہتا''۔

۲)......حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ایک دن نماز پڑھا رہے تھے کہ جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو بچھو نے آپ کی انگلی مبارک کو ڈس لیا۔ آپؐ نے اس بچھو کو وہیں مار ڈالا اور نماز ختم کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ اس بچھو پر لعنت کرے، نہ یہ نمازی کو چھوڑتا ہے اور نہ ہی غیر نمازی کو اور نہ ہی یہ نبی کو چھوڑتا ہے اور نہ غیر نبی کو۔ پھر آپؐ نے پانی اور نمک منگوایا اور ایک برتن میں اسے ملا کر انگلی مبارک اس نمک والے پانی میں رکھ دی اور سورت اخلاص اور معوذتین سورتیں پڑھنا شروع کر دیں حتی کہ آپ ﷺ کو آرام آ گیا۔(۲)

۳)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے چند صحابہ ایک مرتبہ کسی سفر پر روانہ ہوئے تو راستے میں انہوں نے ایک عرب قبیلہ میں پڑاؤ کیا اور چاہا کہ قبیلہ والے ان کی مہمان نوازی کریں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر کیا ہوا کہ اس قبیلہ کے سردار کو کسی زہریلی چیز نے کاٹ لیا اور انہوں نے بڑا اعلاج کیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ پھر انہی میں سے کسی شخص نے مشورہ دیا کہ یہ مسافر لوگ جنہوں نے قریب ہی پڑاؤ کیا ہے، ان کے پاس جاؤ، ممکن ہے کہ ان میں سے کسی کے پاس کوئی مؤثر منتر ہو۔

چنانچہ وہ صحابہ کرامؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے مسافرو! ہمارے سردار کو کسی زہریلی چیز (بعض روایات میں بچھو کا ذکر ہے) نے کاٹ لیا ہے اور ہم نے علاج معالجے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، لیکن کامیابی نہ ہونے پر تمہارے پاس آئے ہیں تو کیا تمہارے پاس اس کے علاج کے لیے کوئی نسخہ ہے؟

---

(۱) مسلم، کتاب الذکر و الدعاء، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء وغیرہ، ح ۲۷۰۹۔

(۲) المعجم الصغیر، ج۲ ص ۸۳۰۔ مجمع الزوائد، ج۵ ص ۱۱۱۔ امام ہیثمی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

ایک صحابی (خود ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ ہاں! اللہ کی قسم میں دم جھاڑ جانتا ہوں۔ لیکن ہم نے تم سے کہا تھا کہ تم ہماری مہمان نوازی کرو لیکن تم نے نہیں کی، اس لیے میں بھی اس وقت تک علاج نہیں کروں گا جب تک کہ تم کوئی اجرت مقرر نہ کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے کچھ بکریاں (بعض روایات کے مطابق تقریباً تیس عدد بکریاں) دینے کا وعدہ کیا۔ پھر یہ صحابی رضی اللہ عنہ گئے اور سورت فاتحہ پڑھ کر اس مریض پر ہلکے ہلکے تھوک والی پھونکیں مارتے رہے حتیٰ کہ اس دم کی برکت سے وہ اس طرح ہو گیا جیسے اس کی رسی کھل گئی ہے اور وہ اٹھ کر اس طرح چلنے لگا جیسے اسے کوئی تکلیف آئی ہی نہیں۔

اب اس قبیلہ والوں نے حسبِ وعدہ اس صحابی کو بکریاں دے دیں۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ بکریاں تقسیم کر لی جائیں لیکن دم کرنے والے صحابی نے کہا کہ ابھی ایسا نہ کرو بلکہ پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر ہم سارا واقعہ پیش کریں گے اور دیکھیں گے کہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ پھر وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس (سورۂ فاتحہ) کے ساتھ دم کیا جا سکتا ہے (گویا آپ حیران ہوئے اور ان کی دل جوئی اور تائید کے لیے فرمایا کہ) میرا بھی اس کے ساتھ ایک حصہ نکالنا۔ (۱)

بعض روایات میں ہے کہ جب یہ صحابی اس سردار کا روحانی علاج کر کے واپس تشریف لائے تو دوسرے صحابہؓ نے ان سے پوچھا: اَکُنْتَ تُحْسِنُ رُقْیَةً اَوْ کُنْتَ تَرْقِیْ؟ ''کیا آپ روحانی علاج میں ماہر اور تجربہ کار ہیں؟..... تو اس صحابی نے جواب دیا: نہیں، میں ماہر تو نہیں ہوں البتہ میں نے صرف سورۂ فاتحہ کے ساتھ علاج کیا ہے۔ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ صرف سورۂ فاتحہ کے ساتھ بھی موذی جانوروں کے کاٹے کا علاج کیا جا سکتا ہے۔

۴)......بعض روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ کسی صحابی کو سانپ نے کاٹ لیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی اس پر دم کرنے والا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آلِ حزم (قبیلہ والے) سانپ کے کاٹے پر دم کیا کرتے تھے اور جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (شرکیہ و کفریہ) دم سے منع فرمایا، تو انہوں نے اس کے بعد دم کرنا بالکل چھوڑ رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب النفث فی الرقیة، ح۵۷۴۹۔ مسلم، ح۲۲۰۱۔

(۲) ایضاً، کتاب فضائل القرآن، باب فضل فاتحة لکتاب، ح۵۰۰۷۔

کہ عمارہ بن حزم (اس قبیلے کا روحانی معالج) کو بلاؤ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے بلا لائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اپنا دم پیش کرو۔ اس نے آپؐ کے سامنے اپنا دم پیش کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس دم میں کوئی غلط (کفر و شرک والی) چیز نہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ اس مریض پر دم کرو، تو اس نے اس مریض صحابی پر دم کر دیا (اور وہ صحت یاب ہو گیا)۔ (۱)

اس صحابی نے کون سا دم کیا، اس کی اس حدیث میں کوئی صراحت نہیں، البتہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دم کے لیے رائج کوئی بھی منتر پڑھ کر دم کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اس میں کوئی غیر اسلامی بات نہ ہو۔

۵)......اس سے ملتی جلتی ایک روایت صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے کہ ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکیہ دم جھاڑ سے منع کیا تو بنو عمر بن حزم رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم بطورِ خاص بچھو وغیرہ کے ڈسے ہوئے پر دم کیا کرتے تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کرنے سے منع کر دیا ہے (اب کیا حکم ہے؟)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا وہ دم مجھے سناؤ، تو انہوں نے وہ دم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سن کر فرمایا کہ اس دم میں کوئی قباحت نہیں لہٰذا اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو کسی طرح فائدہ پہنچا سکتا ہے، تو وہ ضرور اسے فائدہ پہنچائے''۔ (۲)

زخموں اور پھوڑوں پھنسیوں کا علاج

۱)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کسی شخص کو کوئی زخم وغیرہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی زمین کی مٹی پر پھیرتے پھر اسے اٹھا کر یہ دم کرتے:

((بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا)) (۳)

''اللہ کے نام کے ساتھ۔ ہماری زمین کی مٹی سے، ہمارے بعض کے تھوک سے، تاکہ ہمارا مریض اللہ کے حکم سے شفا پائے''۔

(۱) حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو اپنی کتاب: الاصابة فی تمییز الصحابہ میں حضرت عمارہؓ کے حالات میں ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اسے امام بخاریؒ نے تاریخ صغیر میں عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے، دیکھیے: الاصابہ، ج ٤ ص ۲۷۵۔

(۲) مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين والنملة، ح ۲۱۹۹۔

(۳) ایضاً، باب رقية لمريض بالمعوذات والنفث، ح ۲۱۹٤۔ نیز دیکھیے: بخاری، ح ۵۷٤٦۔ ابو داؤد، ح ۳۸٦۱۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ دم کرنے والا اپنی تھوک اپنی انگشت شہادت پر پھینکے، پھر اس انگلی کو مٹی پر رکھے تا کہ کچھ مٹی اس کے ساتھ مل جائے اور پھر اس انگلی کو زخم والی جگہ پر رکھ کر یہ دم کرے۔ (۱)

۲)......جسم پر کوئی پھوڑا پھنسی وغیرہ ہو تو یہ دم بھی کیا جا سکتا ہے:

((اَللّٰهُمَّ مُطْفِئَ الْكَبِيْرَ وَمُكَبِّرَ الصَّغِيْرَ اَطْفِئْهَا عَنِّيْ)) (۲)

''یا اللہ! بڑے کو چھوٹا کرنے والے اور چھوٹے کو بڑا کرنے والے، اس پھنسی کو مجھ سے دور فرما دے۔''

۳)......ابوبکر بن سلیمان سے مروی ہے کہ ایک انصاری صحابی کو دانے نکل آئے تو لوگوں نے کہا کہ شفا بنت عبداللہ نامی ایک عورت ایسے پھوڑے پھنسیوں پر (کامیاب) دم کرتی ہے، چنانچہ وہ صحابی اس عورت کے پاس چلا گیا اور اس سے دم کرنے کی درخواست کی۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم جب سے میں مسلمان ہوئی ہوں، تب سے میں نے کبھی دم نہیں کیا۔ تو وہ انصاری اس عورت کا جواب سن کر اللہ کے رسول پاس پہنچ گیا اور اس عورت کے بارے میں بتایا (کہ اس نے دم سے انکار کر دیا ہے) تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس عورت کو بلوایا اور کہا: اپنا دم پیش کرو۔ اس نے آپ ﷺ کے سامنے اپنا دم پیش کیا تو آپ نے اسے کہا کہ اس مریض پر یہ دم کر دو اور یہ دم حفصہ رضی اللہ عنہا (جو آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں) کو بھی اسی طرح سکھا دو جس طرح تم نے اسے لکھنا سکھایا ہے۔ (۳)

اس عورت کا یہ مخصوص دم بعض روایات میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ ضَلَّتْ حَتّٰى تَعُوْدَ مِنْ اَفْوَاهِهَا وَلَا تَضُرُّ اَحَدًا اَللّٰهُمَّ اكْشِفِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ))

حافظ ابن قیمؒ اس دم کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

''وہ عورت اس دم کو سات مرتبہ عود کی لکڑی پر پڑھتی پھر کسی پاک صاف جگہ پر اس لکڑی کو پتھر پر رکھ کر

(۱) زادالمعاد، ج ٤ ص ١٧١۔

(۲) مسند احمد، ج ٥-٣٧٠۔ حاکم، ج ٧-٢٠۔ عمل الیوم ولیلۃ، ج ١٠٣١۔

(۳) حاکم، ج ٤ ص ٥٦۔ حاکم اور ذہبی نے اس کی سند کو صحیح کہا۔ نیز شیخ البانی نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیے: السلسلة الصحيحة، للألبانی، ج ١٧٨۔ علاوہ ازیں یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ ان کتابوں میں بھی موجود ہے: مسند احمد، ج ٦ ص ٣٢٧۔ ابو داؤد، کتاب الطب، ج ٣٨٨٧۔ شرح معانی الآثار، للطحاوی، ج ٢ ص ٣٨٨۔ نیل الاوطار، للشوکانی، ج ٤ ص ١٧٠۔

کوٹتی اور اس کے ساتھ تیز سرکہ ملا دیتی اور پھر اس مرکب کے ساتھ متاثرہ حصے پر لیپ کر دیتی‘‘۔ (۱)

دیوانے، مجنوں، پاگل اور ذہنی اَمراض میں مبتلا شخص کا علاج

حضرت خارجہ بن صلت رضی اللہ عنہ کے چچا روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیارت سے بامشرف ہو کر واپس جا رہے تھے کہ راستے میں ہمارا گزر ایک قبیلے سے ہوا تو قبیلے والوں نے کہا: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے خیر و بھلائی کی باتیں سیکھ کر آ رہے ہیں، تو کیا آپ کے پاس کوئی ایسی دوا یا دم وغیرہ ہے جس کے ساتھ آپ ہمارے ایک پاگل آدمی کا علاج کر سکو؟ ہم نے کہا: ہاں، ہے! پھر وہ ایک آدمی کو لے کر آئے جسے انہوں نے بیڑیوں میں جکڑ رکھا تھا۔

خارجہ بن صلت رضی اللہ عنہ کے چچا فرماتے ہیں کہ میں نے تین روز مسلسل صبح و شام اس پر سورت فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ شفایاب ہو گا۔ (اور میں دم اس طرح کرتا تھا کہ) جب میں سورت فاتحہ پڑھ لیتا تو اپنا تھوک منہ میں جمع کر کے اس پر ہلکی بوچھاڑ کے ساتھ تھوتھو کرتا۔ بالآخر وہ تندرست ہو گیا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اس کی رسیاں کھول دی ہیں۔ (۲)

سر درد اور دیگر دردوں کا علاج

۱)..... حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں، تب سے میرے جسم میں شدید درد رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسم کے جس حصہ پر درد ہوتی ہے، وہاں اپنا ہاتھ رکھ کر یہ دم کیا کرو:

((بِسْمِ اللّٰهِ)) تین مرتبہ پڑھو، پھر اس کے بعد سات مرتبہ یہ دعا پڑھو:

((اَعُوذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ)) (۳)

’’میں اللہ تعالیٰ کی عزت و قدرت کے ساتھ ان تمام چیزوں کے شر سے (اللہ کی) پناہ طلب کرتا ہوں جنہیں میں محسوس کرتا ہوں اور جن سے میں ڈرتا ہوں‘‘۔

ابوداود کی حدیث (۳۸۹۱) میں یہ بھی ہے کہ یہ صحابی (یعنی حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ) فرماتے

(۱) زادالمعاد، ج ٤ ص ۱۷۰۔

(۲) ابو داؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی ---، ح۳۸۹۸۔

(۳) مسلم، کتاب السلام، باب استحباب وضع یدہ موضع الالم، ح۲۲۰۲۔

ہیں کہ ''اس دم سے میری درد بالکل ختم ہوگئی''۔

۲)......مذکورہ بالا دم مریض خود کرے، البتہ درج ذیل دم مریض اور معالج دونوں کر سکتے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَأْسَ وَاشْفِهِ وَاَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَآءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا))[۱]

''اے اللہ! لوگوں کے رب! بیماری دور کرنے والے! تو شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شافی نہیں، تو ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کا نام ونشان تک نہ چھوڑے''۔

جسمانی تھکاوٹ دور کرنے کا وظیفہ

۱)......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنگی قیدی آئے ہیں تو وہ اس غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں گئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکوہ کریں کہ چکی پیس پیس کر میرے ہاتھوں میں تکلیف ہونے لگی ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی تکلیف بیان کر کے واپس چلی آئیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ ہمیں بھی کوئی غلام مل جائے گا اور اس طرح کام کاج میں سہولت ہو جائے گی۔ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہؓ کے تشریف لانے کی اطلاع دی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہمارے گھر تشریف لے آئے جبکہ ہم سونے کی لیے لیٹے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ میں تمہیں ایسی خیر کی بات نہ بتاؤں جو تمہارے لیے غلام سے بہتر ہو؟ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جب سونے لگو تو تینتیس (33) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (33) مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس (34) مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو''۔ (یعنی اس سے تمہاری تھکاوٹ ختم ہو جائے گی)[۲]

۲)......بعض روایات میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کنوئیں سے پانی کھینچ کھینچ کر میرے سینے میں تکلیف ہونا شروع ہوگئی ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اللہ کی قسم! چکی پیتے پیتے میرے ہاتھ گھس گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیدی عطا کئے ہیں لہٰذا آپ ہمیں بھی ایک

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب رقیة النبی، ح۵۷۴۳۔ مسلم، کتاب السلام، ح۲۱۹۱۔

(۲) بخاری، کتاب النفقات، باب عمل المرأة فی بیت زوجها، ح۵۳۶۱۔

خادم عطا کر دیجیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری نسبت اصحابِ صفہ ان کے زیادہ حقدار ہیں، اس لیے میں ان قیدیوں کو بیچ کر ان کی قیمت اصحابِ صفہ پر خرچ کروں گا۔ یہ جواب سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس آ گئے، بعد میں اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے اور مذکورہ وظیفہ سکھانے کے بعد کہا کہ یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔ (۱)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر سونے سے پہلے یہ وظیفہ کر لیا جائے تو سارے دن کی جسمانی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور یہ خود حضور کا تجویز کردہ نسخہ ہے جبکہ ان کلمات کا اجر و ثواب اس کے علاوہ ہے......!

غم، پریشانی، اِضطراب اور ذہنی انتشار وغیرہ کا علاج

ذہنی انتشار کی کئی صورتیں ہیں جن میں غم، خوف، پریشانی اور شیطانی خیالات وغیرہ سبھی شامل ہیں۔ ان سب سے نجات کے لیے درج ذیل باتیں یاد رکھیں اور اپنے مریضوں کو بھی انہی چیزوں کی تلقین کریں:

۱)...... یہ بات اچھی طرح ذہن میں بٹھا لیں کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا ہے، وہ ہو کر رہے گا، الا یہ کہ آپ اپنے لیے خیر و بھلائی کی دعائیں ہمیشہ کرتے رہیں اور ان دعاؤں میں سے کوئی دعا قبول ہو جائے جس کی وجہ سے آپ کسی آنے والی مصیبت سے محفوظ ہو جائیں، لہٰذا بلا وجہ کسی ذہنی پریشانی، Depression وغیرہ کا شکار نہ ہوں بلکہ ہر حال میں صبر و شکر والا رویہ اپنائیں اور یہ دعا پڑھا کریں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (یعنی ہر حال میں اللہ کا شکر ہے) لیکن اس دعا کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ سے کوئی حال چال پوچھے اور آپ سخت پریشان یا بیمار ہونے کے باوجود کہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ اور اپنی اصل صورت حال بتانا غلط سمجھیں، بلکہ اپنی صورت حال اس انداز میں بیان کر دینی چاہیے کہ آپ کا جواب جھوٹ کی ملاوٹ سے بچ جائے، نیز اس میں بے صبری اور ناامیدی کا رویہ بھی نہ آئے۔ کسی کو اپنی صورت حال بتانے سے دو فائدے ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس سے آپ کا بوجھ ہلکا ہو گا، دوسرا یہ کہ ہو سکتا ہے وہ شخص آپ کے کسی کام آ سکے۔ اگر کچھ بھی نہیں تو کم از کم وہ آپ کے لیے شاید خیر و برکت کی دعا ہی کر دے گا۔

۲)...... بعض اوقات مریض اپنی بیماری سے بڑا پریشان ہوتا ہے اور وہ بیماری بھی دُور ہونے کا نام نہیں لیتی۔

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب الطبقات الکبیر، لابن سعد، ج۸ ص ۲۵۔ مسند احمد، ج۱ ص ۲۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۰ ص ۲۳۲۔ مسند بزار، ج ۷۵۷۔

ایسی صورت میں پریشانی ایک فطری عمل ہے، لہٰذا ایسے مریض کی اس فطری پریشانی کو دور کرنے کے لیے اسے سمجھائیے کہ حدیثِ نبویؐ کے مطابق یہ بیماریاں انسان کو گناہوں سے پاک کرنے کا ذریعہ ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو فرماتے:

((لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ!))[1]

"کوئی بات نہیں، یہ بیماری تمہارے گناہوں کو دھوڈالے گی۔ ان شاء اللہ!"

۳)...... بیماری کے علاج کے باوجود شفا اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اللہ کا حکم ہو، لہٰذا اگر علاج معالجہ کے باوجود شفا نہ مل رہی ہو یا جن حالات کی وجہ سے پریشانی پیدا ہوئی، وہ حالات سنورتے دکھائی نہ دے رہے ہوں تو پھر بھی صبر کریں، اور اللہ سے بہتری اور ایمان پر ثابت قدمی کی دعا کرتے رہیں۔ آنحضرت ﷺ کے دور میں ایک عورت کو بڑے سخت دورے پڑا کرتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ میرے لیے شفا کی دعا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو، تو تمہارے لیے جنت کی ضمانت ہے۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے میں صبر کروں گی۔[2]

بعض احادیث کے مطابق صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کتاب جنت میں داخلے کی ضمانت دی گئی ہے۔

۴)...... اگر مریض کو روزمرہ کے حالات کے مطابق عمومی طور پر، پریشانی اور غم لاحق رہتا ہو تو اسے درج ذیل دعائیں لکھ کر دیں کہ وہ ہر نماز کے بعد بالخصوص، اور دیگر اوقات میں بالعموم ان کا ورد کرتا رہے، ان شاء اللہ ان کے ورد سے اس کی تمام پریشانیاں بالآخر دور ہو جائیں گی:

(۱) : ((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ))[3]

"یا اللہ! میں تجھ سے غم و الم، عاجزی و سستی، کنجوسی و بخیلی، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غالب آجانے سے پناہ مانگتا ہوں۔"

---

(۱) بخاری، کتاب المرضی، باب عیادة الاعراب، ح ٥٦٥٦۔

(۲) بخاری، کتاب المرضی، باب فضل من یصرع من الریح۔۔۔، ح ٥٦٥٢۔

(۳) بخاری، کتاب الدعوات، باب الاستعاذه۔۔۔، ح ٦٣٦٩۔

(۲): حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سخت غم اور مصیبت کی حالت میں یہ پڑھا کرتے تھے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ))[1]

''اللہ تعالیٰ جو صاحبِ عظمت اور بردبار ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اللہ، عرش عظیم کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی اللہ آسمانوں، زمین اور عرش کریم کا رب ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

(۳): حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سخت مصیبت یا پریشانی کے وقت مجھے یہ دعا پڑھنے کا مشورہ دیا:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْکَرِیْمُ الْحَلِیْمُ سُبْحَانَهٗ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ))[2]

''اللہ تعالیٰ جو صاحبِ تکریم اور بردبار ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ پاک ہے۔ وہ اللہ بابرکت ہے۔ وہ اللہ، عرش عظیم کا رب ہے۔ ہر قسم کی تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

(۴): حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بے چینی اور حالتِ اضطرار کے وقت درج ذیل وظیفہ پڑھنے کی تلقین کی ہے:

((اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ! لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا))[3]

''اللہ! اللہ! میرے رب! میں تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتی'' (مرد کے لیے مذکر ہے: ٹھہراتا)

بعض اوقات نبی کریم ﷺ یہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے:

(۵): ((اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْا فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّهٗ لَا

---

(۱) بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند الکرب، ح ٦٣٤٦۔ مسلم، ح ٢٧٣٠۔

(۲) مسند احمد، ج ۱ ص ۹۴۔ موارد الظمآن، ح ٢٣٧١۔

(۳) ابوداؤد، ح ۱۵۲۵، ابن ماجہ، ح ٣٨٨٢۔

اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ))

''یااللہ! میں تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں، لہٰذا تو مجھے ایک لمحے کے لیے بھی میرے نفس کے سپرد نہ کر، اور تو میرے ہر کام کی اصلاح فرما دے، تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔''[1]

(۶): آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص یہ درج ذیل دعا پڑھے گا، اس کے تمام غم اور پریشانیاں دور ہو جائیں گی:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ اِبْنُ عَبْدِكَ اِبْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِیْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَائُكَ اَسْاَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجِلَاءَ حُزْنِیْ وَذِهَابَ هَمِّیْ))[2]

''یااللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ مجھ پر تیرا حکم ہی چلتا ہے۔ تیرا فیصلہ میرے لیے عدل ہی عدل ہے۔ میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تو نے خود اپنے لیے تجویز کیا ہے، یا اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے، یا اپنے غیبی علم میں محفوظ کر رکھا ہے۔ (میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ) تو قرآن مجید کو میرے دل کے لیے بہار بنا دے، میرے سینے کے لیے نور بنا دے، میری پریشانی کا مداوا اور میرے غم کا علاج کرنے والا بنا دے۔''

شیطانی وسواس دور کرنے کا وظیفہ

شیطانی وسواس دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ وظیفہ سکھایا ہے:

﴿ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ﴾ [سورۃ فصلت:۳۶]

''اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ طلب کرو (یعنی تعوذ پڑھ لیا کرو)۔''

پناہ مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ تعوذ کے کلمات پڑھے جائیں، اور اس کے لیے سب سے بہتر الفاظ یہ ہیں:

((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ))

---

(۱) ابو داؤد، ح: ۵۰۹۰۔ موارد الظمآن، ح: ۲۳۷۰۔

(۲) مسند احمد، ج ۱ ص ۳۹۱۔

’’میں شیطان مردود سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں‘‘۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جب شیطان تم میں سے کسی کے پاس آ کر کہے کہ اسے کس نے پیدا کیا ہے؟ اُسے کس نے پیدا کیا ہے؟ حتیٰ کہ جب وہ یہاں تک کہنا شروع کر دے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہاں رک جاؤ اور (شیطانی وسوسوں سے بچنے کے لیے) اعوذ باللہ پڑھو‘‘۔ (۱)

لہٰذا جب شیطان کی طرف سے ایسے خیالات پیدا ہونا شروع ہو جائیں کہ ایمان خطرے میں پڑ جائے، تو ایسی حالت میں مریض کو تعوذ کا بکثرت وظیفہ کروائیں اور اس کے علاوہ درج ذیل وظائف بھی کروائیں:

(۱) : ﴿رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ﴾ [سورة المؤمنون:۹۷، ۹۸]

’’اے میرے پروردگار! میں شیطان کے وسوسوں سے (بچنے کے لیے) تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے بھی کہ وہ میرے پاس (مجھے تنگ کرنے کے لیے) حاضر ہوں‘‘۔

(۲) : ((اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ)) (۲)

’’میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں‘‘۔

(۳) : ﴿هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (۳)

’’وہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے اور وہی ہر چیز کا جاننے والا ہے‘‘۔

(۴) : سورۃ الاخلاص پڑھ کر تین مرتبہ بائیں جانب ہلکی تھوک پھینکیں یعنی تین مرتبہ تھو، تھو، تھو کریں اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیں۔ (۴)

(۵) : ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ نَفْخِهِ وَنَفْثِهِ وَهَمْزِهِ)) (۵)

---

(۱) بخاری، ح:۳۲۷۶۔ مسلم، ح:۱۳۴۔

(۲) مسلم، کتاب الایمان، ح:۱۳۴۔ ابو داؤد، ح:۴۷۰۸۔

(۳) ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی رد الوسوسة، ح:۵۱۱۰۔

(۴) ابو داؤد، کتاب السنة، باب فی الجهمية، ح:۴۷۰۹۔ السلسلة الصحيحة، ح:۱۱۶۔

(۵) ابن ماجه، کتاب الصلاة، باب الاستعاذة فی الصلاة، ح:۸۰۷، ح:۸۰۸۔ ابو داؤد، ح:۷۰۸۔ احمد، ج:۴ ص:۸۰۔ ابن حبان، ح:۱۷۷۹۔ ابن خزیمه، ح:۴۶۹۔ حاکم، ج:۱ ص:۲۳۵۔ حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

ڈرنے والے شخص کا علاج

جس طرح دنیا میں بہادر اور دلیر لوگ ہوتے ہیں، اسی طرح بہت سے بزدل اور کمزوردل لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اسلام نے بہادر اور دلیر لوگوں کو پسند کیا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِيْ كُلٍّ خَيْرٌ))(۱)

''طاقتور مؤمن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر ہے اور دونوں مومنوں کے لیے بھلائی ہے''۔

بزدلی کی بنیادی وجہ نفسیاتی مرعوبیت ہے۔ اس لیے اگر اس نفسیاتی رعب اور وہم کو دور کر دیا جائے تو انسان بلاشبہ بہادر اور دلیر ہو جاتا ہے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے بعض ایسی دعائیں اور وظائف سکھائے ہیں جنہیں معمول کے ساتھ پڑھتے رہنے سے ایک طرف اس نفسیاتی کمزوری کا بھی علاج ہو جاتا ہے اور دوسری طرف فی الواقع ان کلمات کی تاثیر بھی محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے ایسے شخص کے علاج کے لیے ہم درج ذیل مسنون وظائف تجویز کرتے ہیں:

(۱) : ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی کا ورد

(۲) : سونے سے پہلے آیۃ الکرسی اور معوذات (یعنی سورۃ الاخلاص، الفلق اور الناس) کا ورد۔

(۳) : ((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ))(۲)

''میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ (اس کی) پناہ طلب کرتا ہوں اس کے غضب سے، اس کی سزا سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطان کے وسوسوں سے (بچنے کے لیے) اور اس بات سے بھی کہ وہ (شیطان مجھے تنگ کرنے کے لیے) حاضر ہوں۔''

(۴) : ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ))(۳)

''یا اللہ! میں تجھ سے غم و الم، عاجزی و سستی، کنجوسی و بخیلی، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غالب آ جانے

---

(۱) مسلم، کتاب القدر، باب الایمان بالقدر والاذعان له، ح ۲۶۶۴۔

(۲) مسند احمد، ج ۴ ص ۵۷۔ ابو داؤد، ح ۳۸۹۳۔ الصحیحة، ح ۷۲۴۔

(۳) بخاری، کتاب الدعوات، باب الاستعاذة من الجبن والکسل، ح ۶۳۶۹۔

سے پناہ مانگتا ہوں۔"

(۵) : اگر دشمن یا چور ڈاکو وغیرہ کا خوف ہو تو حفاظتی تدابیر کے علاوہ یہ وظیفہ بھی کریں:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ))[1]

"یا اللہ! ہم تجھے ہی ان (دشمنوں) کے مقابلے میں پیش کرتے ہیں اور ان کے شر سے تیری ہی پناہ طلب کرتے ہیں۔"

ڈر اور خوف کا شکار ہونے والے مریض کو یہ تمام وظائف لکھ دیں اور اسے ان کا وظیفہ کرنے کی تلقین کریں۔ اگر وہ آپ کے پاس علاج کے لیے آئے تو اس پر آیۃ الکرسی وغیرہ کے ساتھ جادو کے توڑ والا روحانی عمل کریں تا کہ اگر اسے جادو کی شکایت ہو تو اس کا بھی ازالہ ہو جائے۔

مشکلات سے نجات کا وظیفہ

اس کے لیے درج ذیل وظیفہ یاد کرلیں، خود بھی پڑھیں اور مریضوں کو بھی پڑھنے کے لیے لکھ دیں:

((اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهُ سَهْلًا وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ اِذَا شِئْتَ سَهْلًا))[2]

"یا اللہ! کوئی کام آسان نہیں مگر جسے تو آسان کردے اور فکر و غم کو بھی جب تو چاہے آسان بنا دیتا ہے۔"

بخار کا علاج

۱)..... حضرت عبدالعزیز تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں اور ثابت، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو ثابت نے حضرت انس سے کہا: اے ابوحمزہ! (یہ حضرت انس کی کنیت تھی) مجھے بخار کی تکلیف ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'کیا میں تمہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سکھایا ہوا دم نہ کردوں؟' انہوں نے کہا ضرور کردیں، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان پر یہ دم کیا:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاْسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ [شِفَاءً] لَا يُغَادِرُ سَقَمًا))

"اے اللہ! لوگوں کے رب! بیماری دور کرنے والے! تو شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شافی نہیں، ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کا نام و نشان تک نہ چھوڑے"۔[1]

۲)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورت اخلاص اور معوذتین (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کا دم کیا کرتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے

---

(۱) ابو داؤد، ح ۱۵۳۷۔ موارد الظمآن، ح ۲۳۷۳۔

(۲) ابن السنی، ۳۵۱۔ موارد الظمآن، ۲۳۷۳۔

فرمایا کہ میں معوذات کے ساتھ آپ ﷺ پر دم کروں۔ [2]

۳)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان شخص کسی ایسے مریض کی عیادت کے لیے جائے جس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو اور وہ اس کے پاس سات مرتبہ یہ دعا پڑھے: ((اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَشْفِيَكَ)) ''میں اللہ تعالیٰ سے جو کہ عظمت والا اور عرش عظیم کا رب ہے سوال کرتا ہوں کہ اللہ تجھے شفا عطا فرمائے'' تو (اس دعا کی برکت سے) اللہ تعالیٰ اسے ضرور شفا عطا فرما دیتے ہیں۔ [3]

بعض روایات میں یہ دعا اس طرح بھی مروی ہے کہ

((اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا اَوْ يَمْشِيْ لَكَ اِلٰى جَنَازَةٍ)) [4]

''یا اللہ! اپنے اس بندے کو شفا دے تا کہ یہ تیرے دشمن کو زخمی کرے اور تیرے لیے کسی کی نمازِ جنازہ میں جا کر شرکت کرے۔''

۴)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جب کوئی مریض دم کے لیے آتا تو آپ اپنی انگلی پر تھوک لگا کر مٹی پر ملتے، پھر مریض کے جسم پر رکھ کر یہ دعا پڑھتے:

((بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا)) [5]

''اللہ کے نام کے ساتھ۔ ہماری زمین کی مٹی سے، ہمارے بعض کے تھوک سے، تا کہ ہمارا مریض اللہ کے حکم سے شفا پائے''۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ دم کرنے والا اپنی تھوک اپنی انگشت شہادت پر پھینکے، پھر اس انگلی کو مٹی پر رکھے تا کہ کچھ مٹی اس کے ساتھ مل جائے اور پھر اس انگلی کو زخم والی جگہ پر رکھ

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ النبی، ح ۵۷۴۲۔ مسلم، کتاب السلام، ح ۲۱۹۱۔

(۲) بخاری، ایضاً، باب النفث فی الرقیۃ، ح ۵۷۴۷۔

(۳) ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمریض عند العیادۃ، ح ۳۱۰۶۔

(۴) ابو داؤد، ایضاً، ح ۳۱۰۷۔ السلسلۃ الصحیحۃ، ح ۱۳۰۴۔ حاکم، ج ۱ ص ۳۴۴، ۵۴۹۔ بعض روایات میں ہے کہ ''نماز کے لیے جا سکے''۔

(۵) مسلم، کتاب السلام، باب رقیۃ المریض بالمعوذات والنفث، ح ۲۱۹۴۔ نیز دیکھیے: بخاری، ح ۵۷۴۶۔ ابو داؤد، ح ۳۸۹۵۔

کر یہ دم کرے۔[1]

۵)..... حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے گیا تو آپ کو اتنی سخت تکلیف تھی کہ اس کی شدت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر شام کے وقت میں دوبارہ آپ کی عیادت کے لیے گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام تھا۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! صبح کے وقت جب میں آیا تھا تو آپ کو سخت تکلیف تھی اور اب میں آیا ہوں تو آپ کو بالکل آرام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن صامت! مجھے جبریل نے دم کیا ہے جس کے ساتھ میں تندرست ہو گیا ہوں۔ کیا میں تمہیں وہ دم سکھا دوں؟ میں نے کہا: اللہ کے رسول! ضرور سکھا دیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دم سکھایا:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ))[2]

''اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ پر دم کرتا ہوں، ہر اس چیز کے مقابلے میں جو آپ کو اذیت پہنچائے، ہر نفس کے شر سے اور حسد کرنے والے کی نظر بد سے اللہ آپ کو شفا دے گا، اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں''۔

قرض سے بچاؤ کا وظیفہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مکاتب غلام آ کر کہنے لگا کہ میں اپنے مالک کے ساتھ مکاتبت (یعنی مال دے کر آزادی حاصل کرنے) کے معاہدے کو پورا کرنے سے عاجز ہوں، لہٰذا آپ میرا کچھ (مالی) تعاون کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھا دوں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائے تھے اور فرمایا تھا کہ اگر تجھ پر پہاڑ برابر بھی قرض ہو گا تو اللہ تعالیٰ ان کلمات کی برکت سے اسے اتار دیں گے۔ وہ کلمات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائے، یہ ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ))

''یا اللہ! اپنے حلال کے ذریعے، حرام سے مجھے بچا لے اور اپنے فضل و کرم سے مجھے دوسروں (کے سامنے دست سوال پھیلانے) سے غنی فرما دے۔''[3]

(۱) زادالمعاد، ج ٤ ص ١٧١۔

(۲) مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، ح ٢١٨٦۔ ابن ماجہ، کتاب الطب، ح ٣٥٢٧۔

(۳) ترمذی، ابواب الدعوات، باب ١١٠، ح ٣٥٧٤۔ مسند احمد، ج ١ ص ١٥٣۔ حاکم، ج ١ ص ٥٣٨۔

جادو جنات کے توڑ کے لیے
منتخب قرآنی آیات

(۱) سورۃ الفاتحہ (مکمل)
(۲) آیۃ الکرسی
(۳) سورۃ الاخلاص (مکمل)
(۴) سورۃ الفلق (مکمل)
(۵) سورۃ الناس (مکمل)
(۶) سورۃ البقرۃ (آیات ۲۸۴ تا ۲۸۶)
(۷) سورۃ البقرۃ (آیات ۱ تا ۵)
(۸) سورۃ البقرۃ (آیت ۱۰۲)
(۹) سورۃ البقرۃ (آیات ۱۶۳۔۱۶۴)
(۱۰) سورۃ الاعراف (آیات ۱۱۷۔۱۲۲)
(۱۱) سورۃ یونس (آیات ۸۱۔۸۲)
(۱۲) سورۃ طٰہٰ (آیات ۶۵ تا ۷۳)
(۱۳) سورۃ المؤمنون (آیات ۱۱۵ تا ۱۱۸)
(۱۴) سورۃ الصافات (آیات ۱ تا ۱۰)
(۱۵) سورۃ الاحقاف (آیات ۲۹ تا ۳۳)
(۱۶) سورۃ الرحمٰن (آیات ۳۳ تا ۳۶)
(۱۷) سورۃ الحشر (آیات ۲۱ تا ۲۴)
(۱۸) سورۃ الجن (آیات ۱ تا ۹)
(۱۹) سورۃ بنی اسرائیل (آیات ۸۰ تا ۸۲)
(۲۰) سورۃ طٰہٰ (آیت ۱۱۱)



سورة الفاتحة

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ [آمين]

سورة البقرة

﴿ الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [آيات: ١ تا ٥]

آية الكرسى

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾ [سورة البقرة:٢٥٥]

سورة البقرة

﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة: ٢٥٦]

سورة البقرة

﴿ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا

يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [آیت:۱۰۲]

سورۃ البقرۃ

﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴾ [آیات: ۱۶۳، ۱۶۴]

سورۃ البقرۃ کی آخری تین آیات

﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [آیات: ۲۸۴ تا ۲۸۶]

سورۃ الاعراف

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى

الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [آيات: ٥٤ تا ٥٦]

سورة الاعراف

﴿وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ واُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾ [آيات: ١١٧ تا ١٢٢]

سورة يونس

﴿فَلَمَّا اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ [آيات: ٨١،٨٢]

سورة بنی اسرائیل / الاسراء

﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾[٨٠ تا ٨٢]

سورة طٰهٰ

﴿قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِمَّا اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّا اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهُ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ

السِّحۡرَ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيۡدِيَكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمۡ فِىۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ وَلَتَعۡلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبۡقٰى قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الۡبَيِّنٰتِ وَالَّذِىۡ فَطَرَنَا فَاقۡضِ مَاۤ اَنۡتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقۡضِىۡ هٰذِهِ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَـغۡفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَاۤ اَكۡرَهۡتَنَا عَلَيۡهِ مِنَ السِّحۡرِ وَاللّٰهُ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى﴾ [آیات: ٦٥ تا ٧٣]

سورۃ طٰہٰ

﴿وَعَنَتِ الۡوُجُوۡهُ لِلۡحَىِّ الۡقَيُّوۡمِ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ حَمَلَ ظُلۡمًا﴾ [آیت: ١١١]

سورۃ المؤمنون

﴿اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّاَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَـقُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِيۡمِ وَمَنۡ يَّدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرۡهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الۡكٰفِرُوۡنَ وَقُلۡ رَّبِّ اغۡفِرۡ وَارۡحَمۡ وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ﴾ [آیات: ١١٥ تا ١١٨]

سورۃ الصّافّات

﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا فَالتّٰلِيٰتِ ذِكۡرًا اِنَّ اِلٰهَكُمۡ لَوَاحِدٌ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِزِيۡنَةِ اۨلۡكَوَاكِبِ وَحِفۡظًا مِّنۡ كُلِّ شَيۡطٰنٍ مَّارِدٍ لَا يَسَّمَّعُوۡنَ اِلَى الۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰى وَيُقۡذَفُوۡنَ مِنۡ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوۡرًا وَّلَهُمۡ عَذَابٌ وَّاصِبٌ اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الۡخَطۡفَةَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾ [آیات: ١ تا ١٠]

سورۃ الاحقاف

﴿وَاِذۡ صَرَفۡنَاۤ اِلَيۡكَ نَفَرًا مِّنَ الۡجِنِّ يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوۡهُ قَالُوۡۤا اَنۡصِتُوۡا فَلَمَّا قُضِىَ وَلَّوۡا اِلٰى قَوۡمِهِمۡ مُّنۡذِرِيۡنَ قَالُوۡا يٰقَوۡمَنَاۤ اِنَّا سَمِعۡنَا كِتٰبًا اُنۡزِلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ يَهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَـقِّ وَاِلٰى طَرِيۡقٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ يٰقَوۡمَنَاۤ اَجِيۡبُوۡا

دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوْا بِہٖ یَغْفِرْلَکُمْ مِنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُجِرْکُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰہِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَہٗ مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءُ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِھِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی بَلٰٓی اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ [آیات: ۲۹ تا ۳۳]

سورۃ الرحمٰن

﴿یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ [آیات: ۳۳ تا ۳۶]

سورۃ الحشر

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ [آیات: ۲۱ تا ۲۴]

سورۃ الجن

﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّھْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ وَلَنْ نُّشْرِکَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا وَّاَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّاَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ سَفِیْھُنَا عَلَی اللّٰہِ شَطَطًا وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا وَّاَنَّہٗ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْھُمْ رَھَقًا وَّاَنَّھُمْ ظَنُّوْا کَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ اَحَدًا وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰھَا

مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَه شِهَاباً رَّصَدًا ﴾ [آیات: ۱ تا ۹]

سورۃ اخلاص

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ٥ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾

سورۃ الفلق

﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴾

سورۃ الناس

﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ يُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾

......☆......

درود ابراھیمی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

......☆......

مصنف کی دیگر مطبوعات

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
1	قیامت کی نشانیاں	200
2	پیش گوئیوں کی حقیقت (اور عصر حاضر میں ان کی تعبیر کا منہج)	200
3	عاملوں، جادوگروں اور جنات کا پوسٹمارٹم (مع روحانی علاج معالجہ)	--
4	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	--
5	اسلام میں تصور جہاد	160
6	جہاد اور دہشت گردی	160
7	اللہ اور انسان	90
8	انسان اور رہبر انسانیتؐ	90
9	انسان اور قرآن	90
10	انسان اور فرشتے	90
11	انسان اور شیطان	90
12	انسان اور جادو، جنات	--
13	انسان اور کالے پیلے علوم	--
14	ھدیۃ العروس (ازدواجی وخانگی احکام ومسائل)	330
15	ھدیۃ الوالدین (اولاد اور والدین کے باہمی مسائل)	230
16	ھدیۃ النسآء (خواتین کی اخلاقی تربیت اور احکام ومسائل)	330
17	جہیز کی تباہ کاریاں	60
18	کیا موسیقی حرام نہیں؟!	130
19	جدید فقہی مسائل	210
20	خوش گوار گھریلو زندگی	--
21	انسان اور نیکی	135
22	انسان اور گناہ	200

صاحبِ تصنیف ......ایک نظر میں

نام : مبشر حسین

تاریخ پیدائش: 21-01-1978 [لاہور]

دینی تعلیم: [دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث تینوں مکتبِ فکر کے علماء و مدارس سے استفادہ]

1989-90 حفظ القرآن

1991-92 تجوید و قراءت، ترجمہ قرآن، عربی گرامر

1992-99 درس نظامی + وفاق المدارس [الشهادة العالمية] ممتاز درجہ میں

عصری تعلیم:

1996 میٹرک [فرسٹ ڈویژن]

1999 ایف۔اے [فرسٹ ڈویژن]

2001 بی۔اے [اے گریڈ، پنجاب یونیورسٹی]

2004 ایم۔اے [اسلامیات، اے گریڈ۔ پنجاب یونیورسٹی]

2004 پی ایچ ڈی [زیر تکمیل]

تدریسی و تحقیقی ذمہ داریاں:

1999-2000 مدرس، جامعة الدعوة الاسلامية مریدکے، لاہور

2000 مدرس، جامعة الدراسات الاسلامية، کراچی

2001-2004 ریسرچ سکالر، اسلامك ریسرچ كونسل، نائب مدیر ماہنامہ 'محدث' لاہور

2004-2005 لیکچرر، پریسٹن یونیورسٹی، لاہور کیمپس

2006- تاحال ریسرچ ایسوسی ایٹ ریکچرر (IRI)، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

تصنیف و تالیف:

1- تقریباً 50 تحقیقی مضامین [فکر و نظر، دعوة، محدث، ترجمان القرآن، ایشیا وغیرہ میں] شائع ہو چکے ہیں

2- 20 سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

3- نیز مختلف کتابوں کے تراجم و حواشی، تخریج و تحقیق وغیرہ۔

4- مختلف دینی رسائل و جرائد سے قلمی تعاون، علمی و ادارتی مشاورت۔ وللہ الحمد!

سلسلہ اصلاحِ عقائد

عقائد و ایمانیات کے جملہ مباحث پہلی بار
ایک نئے اور عام فہم اُسلوب میں

1. **اللہ اور انسان** [عقیدۂ توحید کا بیان]
2. **انسان اور رہبرِ انسانیت ﷺ** [عقیدۂ رسالت اور اتباعِ سنت کا بیان]
3. **انسان اور قرآن** [قرآن مجید کے ساتھ ایمان و عمل کے تعلق کی مضبوطی کا بیان]
4. **انسان اور فرشتے** [فرشتوں پر ایمان اور انسانوں کے ساتھ ان کے عجیب و غریب تعلقات کا بیان]
5. **انسان اور شیطان** [شیطان کی حقیقت اور اس کے مکر و فریب سے بچاؤ کی تدابیر کا بیان]
6. **انسان اور جادو، جنات** [جادو، جنات کا توڑ اور مسنون روحانی علاج معالجہ کا بیان]
7. **انسان اور کالے پیلے علوم** [عقائد کی خرابی کا ذریعہ بننے والے علوم کا بیان]
8. **انسان اور آخرت** [موت کے بعد پیش آنے والے جملہ اُخروی مراحل کا بیان]
9. **انسان اور قسمت** [قسمت و تقدیر اور محنت و کوشش کا بیان]
10. **انسان اور کفر** [نواقضِ ایمان اور ضوابطِ تکفیر کا بیان]

خصوصیات: عام فہم اور دلچسپ اسلوب، قرآن وسنت سے استدلال، فکرِ سلف کی ترجمانی، صحتِ دلائل اور صحتِ استدلال، گمراہانہ افکار و عقائد کا رد، شستہ انداز اور معتدل فکر، تعصب اور طنز و تشنیع سے پاک، مستند حوالہ جات کا اہتمام اور ناقابلِ حجت روایات سے اجتناب

خوبصورت اور معیاری طباعت، قیمت انتہائی مناسب

یہ کتابیں: دعوتی نقطۂ نظر سے بے حد مفید اور اُردو زبان پڑھنے اور سمجھنے والوں کے لیے انتہائی قابلِ فہم ہیں۔ مطالعہ کیجیے، دوسروں تک پہنچایئے اور صدقہ جاریہ کا ذریعہ بنایئے!



ڈسٹری بیوٹر
پاکستان میں کتاب وسنت کی اشاعت کا قدیم ادارہ
نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-7321865
موبائل: 0334-4229127

